

# ارمان

ایک شہایت ہی دلکش و دل فریب فسانہ

حسین

پلی کے دو معزز خاندانوں کی تباہی و بربادی کے حیرت ناک  
واقعات اور ناراضا مندی کی شادی کے بڑے نتائج نہایت  
لوثر و معنی خیز پیرایہ میں دکھائے گئے ہیں

مصنفہ

مشہور جادو نگار جناب آغا شاعر دہلوی

بار دوم

بابو ہر چند اس بھاگو نجر بھاگو اسکول بکد پو نمبر ۱۵۔ بہن آباد پارک لکھنؤ

ادبی پریس لکھنؤ میں چھپو کر شایع کیا



# نئے لکچر اور اپنی خلافتی ناول

نمبر	نام کتاب	اجزا	نمبر	نام کتاب	اجزا
۱	نشر	۱	۲۱	طلسی ناگوٹھی	۲
۲	اشک حسرت	۱	۲۲	کارزار صلیبیہ	۲
۳	روز الیمبرٹ کامل	۱	۲۳	کاپاپٹ	۲
۴	سلطان نازک ادا	۱	۲۴	بروک	۲
۵	شفاق وزہرہ	۱	۲۵	میٹھی چھری	۲
۶	رزم بزم کامل	۱	۲۶	ہیرے کی کنی	۲
۷	دکھپ کامل	۱	۲۷	تسخیر	۲
۸	طراکٹر کی بیٹی	۱	۲۸	پیاری دنیا	۲
۹	نشیب و فراز	۱	۲۹	احق الدین	۲
۱۰	منظف دراما بالی	۱	۳۰	حاجی بفلول	۲
۱۱	شادی و غم	۱	۳۱	پنی کہان	۲
۱۲	مرد میدان کامل	۱	۳۲	ارمان	۲
۱۳	بدرا النسا کی مصیبت	۱	۳۳	جام زہر	۲
۱۴	کامنی	۱	۳۴	فلک الغریز ورجنا	۲
۱۵	جنت الفردوس	۱	۳۵	فریجینگ قریب دنیا	۲
۱۶	اسرار رنگون	۱	۳۶	مارکیٹ	۲
۱۷	کنیز فاطمہ	۱	۳۷	بکھڑی دو لکھن	۲
۱۸	اسرار کامل	۱	۳۸	منصور موہنا	۲
۱۹	فردوس برین	۱	۳۹	عیاش شہر و غار دیوی	۲
۲۰	حسن بن صباح	۱	۴۰	حسن و نجلنا	۲



۱

2409-1933

Sha

# ازمان

## پہلا باب

”و شاہی مکان اور مصیبت زدہ کنبہ“

ایک ایسے دارالخلافہ پر جو برسوں قبل  
سلطنت کا ایوانِ بابر نظر میں پڑنے لگیں  
یہاں ایک نہایت ہی معزز خاندان رہتا ہے  
جسکے دو حصے ہو گئے ہیں اور بہ اعتبار  
حالت کے بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں  
اس مکان کے دو دروازے ہیں ایک تو  
وہ جو سب سے پہلے اُدھر جا بیٹھنے کو ملتا ہے  
وہ جھٹک سے دوسرا نہایت کاغذ و لونگی  
ظاہری صورت دیکھنے سے اور مکان  
کی ان لمبی چوڑی بھی دیواروں پر  
نظر ڈالنے سے ہم بھی نہیں سمجھ سکتے

کہ اس میں کوئی بڑی بجاری انگنائی باونچی  
اور بچی بچہ شہ نشین جدید دالان بھی ہونگے  
جھٹک نہایت کھانے سے دیوار توڑ کر اگلے  
کر دی گئی ہے۔ باقی کی یہ صورت یہ کہ  
دیواروں میں کھتے ہی پہلے مگناؤں جہر  
پڑتی ہیں وہ لمبی چوڑی انگنائی اور سلاسل  
والا دالان در دالان ہے۔ آگے بڑھ کر  
میں کیا رہی؟ پڑتی ہے یہ کیا رہی اس  
انگنائی میں ہو کر کیا رہی کہی جاتی ہے  
وہ کسی تنگ جگہ تو باغیچہ سے کم نہیں  
موتیا کی لپٹیں جو کھلتی ہوئی کلیوں سے



آ رہی تھیں مست بننے دینی میں تیسرا  
 پھر ہی آفتاب اپنی تیز باریں دن بھر کی تک  
 دو میں کھڑی بیٹھا۔ اور ہر ادھر مینڈون پر سب سے  
 کا ہر والا بن آنکھوں میں طراوت کے  
 رنگ جھار رہا ہو۔ بیلا جیسی تو کم آنے لگے  
 ہیں۔ لیکن پھر بھی کہیں کہیں ادھر پھری  
 کلیان موجود ہیں۔ گلاب بارہ سینے کی  
 بہار کی طرح لہلہا رہا ہے۔ گل فرنگ  
 گل طرد و سادہ کے پودے کثرت سے ہیں  
 حقیقت میں کیا ہی کیا ہو اچھا خاصا صحن  
 گلشن جو لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہیں گے کہ چکل  
 کے فراق کے موافق یہ بے قاعدہ بھی ضرور  
 ہو اسکا جواب بھی ہم آپ ہی دیدینگے وہ  
 یہ کہ ہندوستانی فارغ ابوال ریس جیسی  
 جھلوا رہی اپنی سمجھ کے موافق لگا سکتے ہیں اس  
 دیکھی سی ہو کیا رہی کے دہنی طرف دالان سے  
 ہرٹاٹنے والی بھی دو دیواریں، جھون نے  
 اپنے آپ میں بھی ایک دروازے کی شکل  
 پیدا کر لی ہو ایک غریب کنبہ کا مسکن میں  
 دروازہ پڑاٹ کا پٹھا سا پردہ پڑا ہوا ہو  
 ہاے اول تو اس بچہ مکان میں ان کی  
 دیواروں ہی تے جو اپنے پردے میں  
 خدا جانے کن خاک نشینوں کو یہ  
 ہوئے ہیں ہمارے دل توڑ دیا تھا لیکن  
 اس جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے پردے تو

اور بھی رہا مہا کلیجہ چھلنی کر دیا۔ آہ یہ ایک  
 آفت رسیدہ کنبہ ہو جو اپنے رشتہ داروں  
 الگ بے والی وارث صرف خدا کے توکل  
 پر بس کر رہا ہو۔ ایک گھر کے دو گھر بنے  
 ہوئے ہیں اور وہ بھی نصفاً نصف نہیں  
 جہاں ہم کھڑے ہیں یہ گویا سارے مکان  
 کی چوتھائی ہو جس میں سامنے کے رخ دالان  
 اور کوٹھری اس سے ذرا ہٹا ہوا جو بیٹا یہ  
 باخانہ صحن میں نم کا درخت ہو چھوٹا پڑا ہوا ہو  
 اور وہ چھوٹے ٹپکے بالوں جوڑے زرد زرد  
 سے پتنگ لے رہے ہیں۔ دالان میں ایک  
 ایک سیلا بچہ سادہ لڑکا بچھا ہوا ہو جو کیلون  
 سے خوب جرد دیا گیا ہے کہ جس نے آنے  
 بچوں یح میں چھوٹی سی پرانی زدہ ایک  
 سوزنی بچتی ہوئی ہو اس پر ایک گوری جی  
 جوان عورت بیٹھی ہوئی کچھ سی پرور ہی ہے  
 برابر ہی گود بننے کا کارخانہ ہو چھا ہوا ہو  
 کا شاگلون میں اٹکا ہوا بتا رہا ہے  
 کہ ابھی ابھی کوئی یہاں سے بتا تھا اونٹ  
 کھڑا ہوا ہو کوٹھری سے ملے ہوئی کھیر مل  
 میں باورچی خانہ ہو جو ٹھا پڑھا ہو آگ  
 دھڑ دھڑا رہی ہو پکتے ہوئے سالن  
 یاد ال کی ٹیلی بھی بیان ایک چیز ہو جی  
 ہند گود کناری جس چیز پر بیٹھ کے بنے ہیں اسے  
 اہل دہلی کارخانہ کہتے ہیں



گھر چلا گیا تھا دہان کھیلنے میں ذرا  
دیر ہو گئی۔

مغموم عورت۔ بھئی تم کہیں نہ آیا جانا  
کرد۔ واہ یہ اچھا کھیل لگایا ہے آج کو گھڑی  
بھر کے لیے گئے کل کو سارا دن لگا کے  
آؤ گے بھلا پھر آوارہ پھرنے سے فائدہ؟  
آپ بھلے اپنا گھر بھلا نوچ کوئی تمہاری طرح  
سے بے فکر بنے بیٹا دیہ کہہ کر اس نے  
کچھ اس درد سے آہ بھری کہ ساتھ ہی آنسو  
نکل آئے اور پھر کہنے لگی (تم دیکھتے ہو  
زمانہ ہمارا کیسا دشمن ہے خدا کا واسطہ کسی  
اور بلا میں پھنس گئے تو میتا مبنہ دی  
کمان کمان ہاتھ جوڑتی پھر گئی۔ ہائے  
جلدی جلدی لکھ بڑھ نہیں بیٹے جو ہم بھی  
کچھ سکھ دیکھیں اور تم بھی آرام میں نہ رہو  
ہر روز۔ تمہیں ذرا خیال نہیں

کاظم۔ (جو مان کے یہ درد انکیز فقرے شکر  
گھبرا گیا تھا) امان بھئی جتنا ہو۔ اچھی میری  
امان جان۔ تم روتو نہیں خدا کے لئے میں  
اب کہیں نہیں جانا چاہے جیسی قسم یلو  
اچھی نہ روتے۔

مغموم عورت۔ (آنسو بوجھ کر) شاباش

میرا جائزہ لیتا تھا رسم ہی نے کہنتی ہوں  
اس وقت تو تمہیں برا معلوم ہونا ہو گا لیکن  
ایک ایک دن تمہارے ہی کام

سرک جلنے سے بھاپ نکل نکلا رہی ہے اور  
برابر سائین سائین کھد ر ہر کی آواز بن رہی  
میں غریب عورت جسے ابھی دالان میں دیکھا  
ہر شکل صورت کے لحاظ سے جیسی ہی دیا  
سامان نہیں کجست پتھر لگائے مٹی رتی  
ہو اسکا اشک بھرا دل اس جوانی میں کچھ  
اس طرح بھگ کر رہ گیا ہے جیسے بڑ گئی ہوئی آگ لانی  
کے چھینٹو نے اسکا کھلا ہوا چہرہ اس کے حلقے  
پڑی ہوئی آنکھیں اسکا دہلا بدن اس کے بار بار  
رہ رہ کر ٹھنڈی سائین بھرنی تبار ہی میں کہ ضرور  
اسپر کوئی نہ کوئی بھوک پڑا ہے یا تو یہ برابر بھی  
لٹکا ہوا ہے اپنے کام میں لگی ہوئی تھی یا ایک ایسی  
پردہ ہٹا کر کوڑھ کھلے اور ایک قبول صورت لڑکا  
کوئی بارہ تیرہ برس کی عمر قبل میں بستہ دالے آتا ہوا  
نظر پڑا۔ اور اس تلخی نے کیوں نہ کھلنے کی آواز  
بھرا آگ ذرا گردن اٹھا کر ادھر دیکھا اور پھر  
اپنے کام میں لگ گئی۔ لڑکا سیدھا دالان  
میں آگیا مان کو سلام کیا کو گھڑی میں گیا  
اور بستہ رکھ کر پھر باہر نکل آیا۔

مغموم عورت۔ کاظم آج تو تم نے  
بڑی ادیر لگائی کیا اچھی اب  
میرتی ہو۔

کاظم۔ نہیں تو امان جان۔ چھٹی تو  
کبھی اکی ہو گئی تھی لیکن میں ایک  
رہ کے کے ساتھ کتاب لینے اور سکے



آئیگا۔

کاظم۔ مان مان جان ٹھیک ہو کر  
کبھی آج تو دربار جی خانہ کی طرف دیکھ کر  
ابھی تو رونی بھی نہیں کی مہین تو بھوک لگ  
رہی ہے۔

مفوم عورت۔ ابھی کی جاتی رہتا ذرا  
منہ ہانک دھوؤ۔ اتنے مہین چھپا کے سے  
دو بھٹکے ڈالے دیتی ہوں دیکھو دروازہ  
کھلا اور ایک لڑکی گئی جس نے پہلے تو  
بہت جھکا اس عورت کو سلام کیا اور پھر اپنا  
نکھاسا خردان طاق مین بھی رکھنے نہ پائی  
تھی جو نوجوان عورت نے کہا جولی بیٹی  
بٹریا کی خبر لو گوشت گل گیا ہو توانی ڈال دیا  
مین بھی آتی ہوں جولی جوٹھے کے پاس  
منڈ دیا بچھا کر بیٹھ جاتی ہے اسکا بیٹھنا تھا  
کہ ہماری نکھاسا مین قدرتی صنایعوں کی گرویدہ  
ہو گئیں۔ آہ لوگ کہتے ہیں۔ حسن  
روپے پیسے کی طرح لے سولے چھوٹے  
سے دو گنا ہو جاتا ہے شاید یہ کسی  
درجہ تک درست ہو لیکن ہم تو اس  
غریب بالکل سادی وضع لڑکی مین  
وہ وہ باتیں دیکھتے ہیں جو گلابیوں مین  
نعل کی جائینگی۔ یہ گول چہرہ۔ پیچرہ رنگ  
یہ چھوٹا سادہ پانہ۔ یہ پیاری پیاری مینسی وہ  
نازک نازک ہونٹ۔ وہ گول تھوڑی

لمبی گرہ دن۔ سو تو ان ناک چہن جانو کی  
پتی کی تھنی۔ اس چھٹے مین غضب  
کا جامہ زیب ڈیل کم دیکھا گیا ہے ہاے  
اسپر گئے مین چھوٹا سادہ بیڑ کرنا سوسی کا  
آڑا پانچا۔ بلکھی سی گلابی درختی کھلے

ہوے سر کے برٹھتے ہوئے "بال"  
بانوں مین ٹوٹی سی جوتی۔ اس قابل نہیں ہے  
کہ یہ کچھ بھی نہج سکے۔ مگر مین اسی حور وشن  
لڑکی تو اسوقت بھی اپنا جواب آپسی ہے  
تیری سیاہ تیلیاں جب ان ریلی آنکھوں  
مین گردش کر جاتی ہیں تو حیا کا وہ عالم جو  
ایکنا سمجھ جنوں سے قہکتا ہے برسنے  
لگتا ہے۔ بیشک اسی پر پھر مضموم تو بالکل  
سادہ مزاج ہے آخر کس مان کی کرک سے  
تھکی ہے تو کبھی غریب کے پاس سے بھی ہو کر  
نہیں تھکی گو تو نے اپنی عمر کے کیا سوچے  
طے کیے ہیں لیکن پھر دشمنی غیبت رفت  
کی جلی گئی دانتا کل کل کی چھینٹائی مین  
پڑی ہے جو آجکل کی زبان دراز ہو پڑی  
مین دیکھی جاتی ہے۔ تو ہمیشہ نیچکا نہ نماز  
بڑھتی ہے دونوں وقت قرآن مجید کی  
تلاوت تیرا کام ہے۔ بلکہ اسوقت بھی تو اپنی  
چچی اماں کے پاس سے سبق لے کر  
آتی ہے۔ آہ کون جی اماں وہ جو تیری  
مان کی جانی دشمن ہو وہ کیا بلکہ اٹھا کر کا



گھر تم لوگوں کے خون کا پیا سا ہوا ہے  
 نیکی سخت لڑکی تو بڑی سعادتمند ہو تو ہر درد  
 دکھ میں اپنی غریب ماں کا ساتھ دیتی ہے  
 اسکا ہاتھ بٹائی ہو آہ یہ غربت کچھ ترسے  
 لایق! سپا کو خائن بنا کر قید کیے جاتے سے  
 آہ بڑی دردناک اس سے پہلے تو بھی تو بت  
 نہیں گذری آہ تم لوگوں کی کیا حالت  
 ہوتی ہوگی جب وہ دلت یاد آ ہو گا کہ  
 تم بھی فایغ البالوں کی طرح آرام سے  
 بسر کرتے تھے۔ اسے بیماری لڑکی یہ  
 موٹے ٹکٹ کپڑے اس گرمی میں کچھ کیونکر  
 پہنے جاتے ہونگے ہاں یہ ٹوٹی ہوئی کھڑنگ  
 جوتی اور تیرے نازک نازک پیراہ کیا  
 کچھ برابر کوئی ترس کھانے والا نہیں ہا  
 تیرے عمو جان بھی تو یہاں رہتے ہیں چھی  
 ہن بچو بھی ہن دادی ہن کیا انہیں متھے  
 ایک بھی کچھ پر بہر بان نہیں ہوتا ہر ایسا  
 بھی کیا ہو ڈوبے کو تنکے کا سہارا اور غریب  
 کو تک کی کنکری بھی بہت ہوا کرتی ہر اُفت  
 وہ لوگ کیونکر تھیں اس حال سے دیکھتے  
 ہن اور مال جاتے ہن۔ آپ چین سے  
 بیٹھ بھر کر کھاتے ہن تھڑا بالی پیتے  
 ہن۔ اچھے اچھے کپڑے پہنتے ہن۔  
 ہاں سچ ہے۔ اور تھیں کیا غرض ہر وہاں  
 روپیہ میں روپیہ مکان نہیں مکان دودھ میں

دودھ پوت میں پوت اسکا دبا سب اس کچھ  
 موجود ہو انکی جانے بلا ہمدردی کسے نہیں  
 ایک ایک کو کھڑی ایک ایک دالات قدیوں  
 سے رنگین اور چاندیوں سے زمین پر  
 آسمان پر کمرے میں میز پر لگی ہوئی ہن  
 تصویر بن قطعے قلم کاری کا حسن شیشوں  
 میں سے چمک چمک کر بڑھتا ہے ہن  
 یہاں بھلا کیا رکھا ہے ٹوٹے پھوٹے  
 بورے اپنی لور پانی دہرائی جا در تھلا  
 اینٹیں اور اینٹیں میل ملاپ ہو تو کیونکر  
 چہ نسبت خاک سا با عالم پاک  
 اپنی تو انکا ہر وقت لوہا تیرا کرنا ہے  
 ہاں جو دیکھ ایک مکان یا کھیت یا چھتر  
 ایک کہنہ ہو لیکن نہیں ہوتی کا پردا پڑا  
 ہوا ہر شادی ہو بیاہ ہو ہو سکی دنیا جاتے  
 اور ہر ہی کیون نہ ہو جائے مگر کیا اسکا  
 جو کوئی جھوٹے طعنہ بھی اس سجاری غریب  
 عورت سے آتا بھی پوچھ لے کر تو بی م  
 بھی ہماری محفل میں شریک ہوگی نہیں  
 جن لوگوں کو لگی نقص پروری کا ہم اوڑھان  
 کر آئے ہن یعنی اس مغز خاندان کے  
 "اٹلے مہر" این باغ عورتیں ایک  
 لڑکی ایک لڑکا ایک صاحب خانہ ہن  
 جو اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ مہنگی ہو جسے  
 کسی کالج کے پرنسپل بھی ہن اس وقت



بڑے دالان سے ملا ہوا مشرقی دروازہ  
 سے زیادہ مکلف فرش سے آراستہ ہے  
 باقی خالی حصے میں دو لمبے پائے والی اینٹ  
 میان کی ہر چیز بڑے سلیقے اور صفائی سے  
 رکھی گئی ہے۔ جنوبی دیوار سے گارڈ تکیہ لگا ہوا  
 ہے جس پر ایک بھاری ڈیل کی سیاہ فام  
 بیوی بچھی جالی میں بوٹیاں کاڑھ رہی ہیں  
 انکی موبلی آنکھیں اونچلاکھا چٹی بھوین  
 اس رنگت پر بری نہیں معلوم ہوتی صورت  
 سے رعب داب سلیقہ شعار ملی حسن انتظام  
 ظاہر ہے گلے میں بھنپی ہوئی مہین لہر بہ دار  
 نابلیت کی انگلیا کرتی سفید نینک کا چین لگا  
 ہیکری کیا ہوا ڈھیلے پانچامہ تریب کا سنجہ فادر  
 ڈو پٹہ جامہ زیب ہوتا ثابت کر رہا ہے عمر بھی  
 کچھ ایسی زیادہ نہیں ہے کوئی ۳۰ برس کی ہوں  
 تو ہوں انکے برابر ہی دوسری بیوی میں  
 جو بہت سی دلی تلی گورازنگ پہلی بیوی سے  
 عمر میں زیادہ آدھے سے زیادہ سر کے بال  
 سفید بہت ہی تیز مزاج معلوم ہوتی ہیں  
 یہ کبھی کسی ڈھیلے پانچے میں بچہ کر رہی ہیں  
 لیکن بچہ کے مٹانے کے اس درجہ پاس پاس  
 اور پیوستہ ہیں کہ دیکھنے والے کو اس غر  
 کی عورتوں میں سب سے زیادہ سبکدستی  
 انھیں پر بھیتی ہوئی معلوم ہوتی ہے ہر محلے  
 سے شکل مشکل بگڑے ہوئے کام آتے

میں اور مزاج درست ہونے پر درست  
 کر دیے جاتے ہیں غرض اپنی برابر والیوں  
 میں یہ بڑی اور کچی ناک والی بیوی ہیں  
 پٹنگڑی ایک خالی ہے دوسری پر ایک ضمیمہ  
 صاحب فراش میں جو کمر سنی کی وجہ سے  
 اس نوبت کو یہ بچکئی میں کہ کبھی ایسی ہی ضرورت  
 ہو یا شام کے وقت باہر پٹنگ یا چوکیوں پر  
 گارڈ تکیہ سے لگا کر ٹھکانا بچائیں تو شاید کچھ  
 در نہ اس طرح بڑی رہتی ہیں جس طرح کہ اب یہ  
 اس تمام خاندان کی بڑی بوڑھی ہیں جو  
 ان جوان بیگم صاحبہ کی ساس اور پر خیر  
 صاحب کی والدہ ماجدہ ہیں جسم پر چھریان  
 بڑ گئیں ہیں ریشہ پورے طور کے سانس  
 بھی نہیں لیتے دیتا۔ دھاگاسی جیٹا ہر وقت  
 سر کے ساتھ ہتی رہتی ہے۔ آنکھیں دیکھنے  
 کے لیے نہیں ہیں بلکہ نام کے لیے باقی  
 ہیں غرض بیجاری بڑی بی بی جسے حال سے  
 یا بھلے حال سے جیتی ضرور ہیں۔ راک کی جکی  
 عمر بھی تیرہ چودہ برس کی ہو گی بہت ہی  
 سیاہ رنگ مان کا ایسا ڈیل ڈول بلکہ  
 بالکل ویسا ہی کینڈا۔ کنوار پتے کا سا پنہا  
 جیسا اکثر شریف زادیاں پہنتی اور دھنتی  
 ہیں زبان میں ویسی ہی نفاست جو اسکے  
 خاندان کا حصہ ہے زبان مسترا ہے تو یہ ہے  
 کہ وہ سب کے سب قرآن مجید یا ایک آدھ



اردو کی کوئی کتاب پڑھے ہوئے ہیں اردو  
 انشا اللہ پوری لکھی پڑھی دست و قلم ہے  
 باقی وہاں میں دو نوکر ہیں جو اندر باہر کا کام  
 کرنے پر مامور ہیں رہ رہی پروفیسر صاحب اور  
 لڑکا اٹھنٹن ہے ابھی تک دیکھا نہیں شاید  
 مدرسہ میں ہونگے یا وہاں سے کہیں اور چلے  
 گئے ہوں۔ خیر جی چھوڑیے اس قصے کو وہ  
 تو جب آئیے دیکھ لیا جائیگا موجودہ سیری  
 بر کیوں نہ غور کریں اس نزاکتِ حشام میں  
 کچھ اظہار دیکھا۔ خدا جانے کیا بات ہے ہماری  
 نظر میں یہ ذرا بھی تو نہ چھا بلکہ ان مسیبت  
 زور کا شوق دید پھر اٹھ رہی لیچلا مہین  
 تو حقیقت میں کچھ درد مند دن ہی سے  
 قلبی مناسبت ہو اور سچ بھی ہو جو دکتے  
 ہوئے دلون کے پر تاثر نقولون میں مزا ہے  
 وہ خوشحال عیش کے بندہ دن کے ترانوں میں  
 نہیں ہو سکتا۔ باجے حبوت کسی دکتے ہوئے  
 دلی آہن سنی جاتی ہیں جب کوئی ستایا ہوا  
 کلیجہ ختام کر فریاد کرتا ہے تو بے اختیار  
 سننے والے کے آسو نکل آتے ہیں۔ اس  
 رقت کا لطف کچھ چوٹ کھائے ہوئے دل  
 ہی خوب جانتے ہیں حقیقت یوں ہی ہے  
 وہ جس کے منہ سے درد بوائی وہ کیا جانے  
 پر برائی۔ اسے سپریمٹی رکھ ہی خوب  
 جانتا ہوا یاں کفہ ہر کون تو کچھ وہ سے

زیادہ آدھین مزا ملتا ہے  
 رو نیکو آٹھین مہین اللہ کے مدد سے جاؤں  
 منے کو اور مرے زخم جگر منے ہیں  
 بائیں وہ شگفتہ پیوی ابھی تو دالان میں تھی  
 تھی کہاں چلی گئی۔ اور وہ جھولا جھولتا رہا  
 بچے بھی ندارد۔ اوہو یاد رہی خانہ میں ہے  
 جو طے کے برابر ہی پڑا دیکھا ہوا ہے اس کے  
 آگے مگر میں آٹھ گوند ہمار کھا ہے چکلا بلین  
 پھوٹی سی آٹھریں منٹکی ہو ہنڈیا اور ترکی  
 نوار کھا گیا۔ پانی کمال ہمار گرم مصالحہ کاٹین  
 گھی کا مرتبان سب الگ الگ سیٹھے سے  
 دھرے ہیں ایکسا نوکری میں جو طے کے  
 دوسرے پاس کے پاس ۱۰ پلے خبرے  
 رکھے ہیں جان ذرا آنج دھیمی ہوئی اور  
 دستی دپٹنے سے گلہ بان لین اور برابر  
 برابر چن دین کھلنی اٹھائی دو ایک دفعہ  
 زور زور سے پھونکا اور آگ جھڑک اٹھی  
 معلوم ہوتا ہے بچوں کی جلدی کے لئے  
 یہ غریب عورت اپنا کام چھوڑ چھارہ روٹی  
 پکاتے چلی آئی تو تھوڑے دیر تک پیرے  
 بنایا کی جب آٹھ دس بن چکے اور چھوٹی  
 سی مینی میں جگہ نہ رہی تو آٹے کی چٹکی  
 گرم تو ہے پر ڈالکر دیکھی کہ تو ہو گیا یا نہیں  
 کچھ یوں ہی سی دیر میں آٹا جو برک دیا گیا  
 تھا تو سے پر سرخی مائل ہو کر بھٹ سیاہ ہو گیا



اسنے یہ دیکھتے ہی اپنا کام شروع کر دیا یعنی جلدی سے ایک پڑا ٹھایا پہلے چکے پر ڈالکر آہستہ آہستہ بلیتی رہی جب اس ترکیب سے بڑھتی ہوئی روٹی چکے کے دور کو پورا کر گئی تو اسنے ہاتھوں پر لیکر جلدی جلدی دو ایک ٹھیکیان دین اور جھٹ توے پر ڈال دیا اتنے میں ایک چھوٹا سا لڑکا جو شاید پہلے جھوٹا بھول رہا تھا کہیں باہر سے بھاگا بھاگ آیا اور مٹی میں سے موٹے ہاتھ گرم پانی کے تیرے میں جھٹ گھسوا لے۔ اور چہرہ لڑکی۔ (جو اسوقت بھی مان کے پاس بیٹھی ہوئی روٹی پکانا دیکھ رہی تھی) میں میں سننے اوٹھے کیا کرتا ہے اسے کیا کرتا ہے۔ اماں جان دیکھو اس نے تمام پانی خراب کر دیا خدایا جانے کہاں کہاں کے گندے سندے ہاتھ لاکر تیرے میں ٹھونس دیے ہر ہر اشہ۔

**عجبت**۔ اگر دن ادینی کر کے بھلا احمد ہم جنیں ماننے کے تا اچھا کیا ڈھیر تیرا تو گندا کیا ہے۔ تو سہی جواج بھوکا ہی مارا ہو یہ لفظ تا دیتا ادا ہو رہے تھے اور بیکے کا دل تھر تھر کا رہ رہا تھا جب تک ان غفا ہوئی یہی یہ ملامتیں کھڑا تھا جب تک ان ٹکڑوں پہنچی کر لی یہ تھے تھے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا محمد۔ چھی سیری اماں جان سیری تو یہ

اب نہیں ہاتھ گھسولنے۔ میں بھول گیا بی میں بھول گیا۔ باجی نے بھی تو پہلے سے منع نہیں کیا چکی بیٹھی دیکھا کہیں اور نہیں تو جوتی۔ لودکھا اماں کیسا ظلمی ہوا آئی تھی سب بھی پر پھوپ دی۔

**عورت**۔ بھئی تم لوگ درہن ستانے ہو دن بھر لے لے کر نی پھرتی ہوں مگر ایک نہیں سننے۔ کبھی ایک دن کا جلا پا ہو تو آدمی سے بھی لے۔ بھئی یہ روز کی جھک جھک پٹ پٹ ہمسے نہیں ہو سکتی۔ بیٹا ایسی کونسی لونڈیاں بانڈیاں بھی ہیں کہ تم رتن خراب کرتے جاؤ گے اور وہ دھو دھو کر باج ماج کر رہتی جائیگی دیکھو میان کا علم نے وہ کھنکا ٹکا توڑ کر ڈھیر کر دیا صبح کو بی نہ پڑ کی ٹھکر لگی نگوری قاب کھیل کھیل ہو گئی اب تمہنے اسے گندہ کر دیا ابھی سلامتی سے شام دور پڑی ہے۔ میں کہتی ہوں تم لوگوں نے سمجھ کیا رکھا ہے اب بادا نہیں بیٹھو عیدز خرید کر لاؤ نیلے کبھی منتسفت کرتے کرتے پڑی سے چڑا لگ گیا اور انھیں بھانویں بھی نہیں وہ (ایک ٹھٹھری سانس) وہاں نصیبت کھیل رہی ہونے ہم بیان پڑیاں بیل رہی ہیں۔ اسے۔ تقدیر! یہ کہتے ہی اسے خاوند کے قید ہو جانے کا خیال بے چین کرنے لگا اور پھر



کہنے لگی ہاے دشمنوں نے کرب الہی کیلیفین  
 اٹھائی تھیں اسد کیونکر گذرئی ہوگی اسے  
 پروردگار عالم میرے والی کو زندہ و سلامت  
 دکھاتا۔ یہ فقیر کے غضب کے پراثر تھے کہ  
 اپنے ہی زبان سے ادا ہوئے ہی اپنے  
 ہی دل پر تر و نشتر کا کام دے گئے۔ چہرہ  
 پہلے ہی آگ کے پاس بیٹھنے سے سرخ  
 سرخ ہو رہا تھا اب اور بھی خون مینے لگا  
 غم کی بھی ہوئی تلوار کا ہاتھ پڑا تھا لڑی  
 تو لگی انھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں بس  
 دیر ہی کیا تھی لڑیاں بند ہو گئیں اب برابر  
 آنسو پوچھتی جاتی ہو اور روٹی اور لٹنی جاتی  
 ہو چکیاں آنسوؤں سے بھیاب بھیگ کر  
 جو تھے پڑتی ہیں تو انکا گیلان اور بھی  
 بھلا سائے دیتا ہو اور یہ منہ سے پھونک پھونک  
 رہ جاتی ہو ہاے اُدھر دسے دھوئیں اُدھر  
 ہیں اور ہر پھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹیں نازک  
 نازک انگلیوں پر چھپھولے ڈالے و جی  
 ہیں کینجیت بد نصیب نے کبھی روٹی بکائی  
 ہو تو جالے میان کے وقت میں ہمیشہ ماما  
 پکاتی رہندھتی رہی برسوں بھی باور چھایے  
 میں جانے کا اتفاق نہیں ہوتا تھا مان  
 جسدن سے وہ قید ہو گئے اس غریب  
 پر جو جو آفتیں نہ ٹوٹتی تھیں وہ ٹوٹیں  
 سو اسے خدا کے کسی کا سہارا نہیں

سلائی کا سی سی کر اپنا اور بال بچوں کا  
 پیٹ بھرتی ہے بڑا لڑکا دود پڑھتا ہے  
 مان اتنا اسے بھی مدد کا موقع ملتا تھا ہر روز  
 سے سلائی کے کپڑے اسے لادے اور  
 تیار ہو جانے پر اُدھیں واپس اس کے  
 اجرت لائے لڑکی ہو وہ دس گیارہ برس کی  
 جان جو کچھ اس سے ہو سکتا ہے گونا  
 بنا کھوڑا بہت تو یہ پورا کر لیتی ہے  
 غرض اس مختصر آمدنی سے اس تباہی  
 کے جہاز والوں کے پیٹ بل رہے  
 ہیں۔ تبھی تو بار بار بتائی تھی کھلیفون  
 یا نقصان کو دیکھ کر اس کا دل بھر  
 آتا ہے غریب اچھین کر دن میں رات  
 دن کھلی جاتی ہے۔ ہاے یہ گریسوں کے  
 دن یہ ہمار کی راتیں یہ چھپے کی چاندنی  
 نسیم سحر کے آخری فرحت افزا چھونکے اسنے  
 مایوس دل کے ساتھ کیا کیا سلوک کر جاتے  
 ہونے کسخت روئے نہ تو کیا کر سکتا توں کا تو  
 اکثر بس آنکھوں ہی پر چلا کرتا ہے رات  
 کے دو دو بج جاتے ہیں اور یہ چمکی ٹری  
 تارے گنا کرتی ہو کر زمین بدلتے بدلتے  
 پہلو دکھ جاتے ہیں مگر نیند نہیں آتی۔  
 آو یہ کیوں یہ اسلئے کہ اسنے اپنا ہمدرد  
 اپنا سراج جسے خدا و رسول کے بعد اپنا  
 والی وارث سمجھتی ہو وہ یاد آتا ہو جسکی



محبت کے سوا اسے دوسرے کی الفت کا نام  
 نہیں آج تک نہیں سنا۔ آہ جو رذائل شام  
 پھولوں کے دمنے لانا تھا۔ جسے یہ بالیان بھر کر  
 پھولوں میں سجایا کرتی تھیں۔ کون "خاوند"  
 وہ پیارا خاوند جو گھر سے بٹھا بٹھا کر اکھن  
 چاندنی راتوں میں اسکے پیار سے پیار سے  
 گالوں پر چاند کا عکس ڈھپاتا ہوا دیکھ کر محبت  
 سے چرم نیا کرتا تھا۔ اسے جہان چار دن ہو  
 اور چوڑیاں ٹھنڈی کر کے نئی چٹائی کیلین  
 اب یہ سونٹا سے ہاتھ کس سے دیکھے جاتے  
 تیل سی عطر سب ہی کچھ گھر میں ہوا کرتا تھا  
 راتوں کو دو لون میان بوی انھیں  
 چاندنی راتوں کے مزے لٹا کر نے تھے جو  
 آجکل اسکے زخمی دل کے ساتھ وہی سلک کرتا  
 ہر جو کسی گھائل کے انوس جہان کسی نے  
 ادھی بات کہی یا برعینے یورون سے دیکھا اور  
 بوی کا عاشق اسکی آنکھیں نکال لینے کو دڑا  
 اب مہی گھر ہی رہی وہی راتیں وہی  
 چاندنی لیکن نہ جو بٹے ہیں نہ وہ تازہ زبان  
 میں نہ وہ پیارا خلاص کی باتیں تناسور نا تو  
 کمان اٹھو ارون دھلائی کے در سے کپڑے  
 ایک نہیں براتی اس طرح سیلی بھلی مچھلی ہر آٹا  
 گوندھتے گوندھتے تاحن تک گھر کے میں  
 مگر کوئی پوچھنے والا نہیں۔ نہ بھیا دھون  
 کے طسون تشنون کا بھلا کیا ٹھکا تا

بار ہا ایسا ہوا کہ چٹانی صاحبہ بچوں کو  
 میں لڑائی بھڑائی دیکھ کر سنے کاٹنے کو  
 بیٹھ گئی ہیں اور ایک ایک زبان میں ہزار  
 ہزار سنا کر اٹھتی ہیں لیکن اس شد کی بندی  
 نے کبھی ایک بھی جواب نہیں دیا ات  
 بھی تو نہیں کی چکی بیٹھی سنا کرتی ہے۔  
 خد صاحبہ ذرا سے سبق دینے میں پھول  
 سی بھتیجی کو وہ وہ چار چوٹ کی مار مارتی  
 کہیں کہ دیکھتے دانے لڑ لڑ جاتے ہیں  
 کھیت کے ٹیل ٹیل پڑ جاتے ہیں وہ جھین  
 مار مار کر روتی ہے اور یہ خون کے سے  
 گھونٹ پی پی کر گویا اس شعر کا اعادہ کر کے  
 کھجور سوس سوس کر بٹھ رہتی ہے  
 اسے صبر ج گذرتی ہو میں جانتے ہیں  
 کمان ڈھونڈھون کھولے تازہ اٹھا نیوالے

## دوسرا باب

"مان جا بھو ترے مان جا"

پیانہ پیاری صبح ہے۔ سورج ابھی نکلا  
 نہیں گو پھولوں سی ہوا ہر سونے جاگتے والے  
 کے دل و دماغ پر کیسان اثر ڈالتا چاہتی  
 ہر لیکن اصل پوچھ تو پڑا ہی بے نیب ہے  
 وہ شخص جو ایسے سہانے رفت کی قدر کر کے



بے خبر سو رہا ہوں اس وقت انکے چہرے دیکھے  
 جو صبح ہی صبح سنا تھا دھوڑیضہ سحری  
 سے فانی ہو کر ان فرماں کسی بغین سیر کے  
 مری لوٹ رہی ہیں اہا۔ جیسے صبح کی شرتی  
 رہتی اپنا نظیر نظر دکھا کر دلون کو بھینچ  
 یعنی ہر دیا ہی اس وقت ان بیاگروہ کے  
 چہرے گل والے شاہی مکان میں لاج زلا  
 میں ہر گلاب سے کٹورے مھلک رہے  
 ہوتے بکریوں پر تھے تھے قطرے کتنی پری چہرہ  
 گل اذام کے نازک نازک ہونٹوں پر گرمی  
 صحت سے پیسے کی بو ذہن میں۔ موگرا موتیا  
 پر تھہر رہے ہی کو تھا جو گلاب سے کانٹے  
 دیکھ کر دل دھک سے ہو گیا رنگ فق ہو گیا  
 اور یہ اپنا سامنے لیے گردن جھکا جھکا درخورد  
 ہو گیا۔ موتیا نے جو اتنی زیر سے شمع تلے  
 شاد دیا نے گانے بکنے والوں کے زمرے  
 سن۔ اٹھا آگے بجا کر اسے دیکھ لیا۔  
 نور بات کی تہ کو پہونچ گیا۔ جھوم کر جاتا تھا  
 کہ اپنی کامیابی پر ناز ان ہو کر دانشا اسکا  
 گر بیان بھٹ گیا آمد ایک ایک نگی بایں  
 یہ لگی تلی تلی تھامس جو رات کے چنے ہوئے  
 یوتیون کو اپنے دامن میں جھاسے بھی  
 تھی بھری پر ہی ہو کر ایک ایک کھک  
 ہوئی یعنی اسکی دشمنستان نسیم کا ادھر  
 سے گزر ہوا اسنے بھٹ ان موتیوں کو

چھین توڑتا زمین پر پھیلا دیا اور یہ  
 ہاتھ جھاڑ کر رہی۔ غرض جتنا روپ ہر  
 اتنا ہی دوسری نظر میں اسے قیام کئی میں  
 بھی سوچ چکے تھے لگتا یہ لال سبز بھول  
 بیان تھوڑی دیر تک جان میں سنکر  
 جی جی کس جا رہی۔ یہ مانا کہ موجودہ  
 وقت غنیمت کا دلکش ہے لیکن تاہم کے  
 ہمارا کیسا تھ فرماں بھی لگی ہوئی ہے جس  
 ان نظروں کو بھی پھیکا کر دیا خبر پھر کسکا  
 زور چل سکتا ہو۔ گاہے چنیں گاہے چنان  
 اس وقت دل بہلانے کا سامان اچھا ہے  
 خیر یہ بھی غنیمت سمجھے اس کیاری میں  
 چھوٹے چھوٹے قطعے کئی بنا دیے  
 غلے ہن این سے گزر کر عین بچون نچ  
 میں دائرہ کی شکل پر سرخ بکری کٹی ہوئی غر  
 و میں ایک سبز رنگ کی چوکی بھی لگی ہے  
 جو شاید کبھی بھی صبح و شام گھر والوں میں  
 سے کسی کو بیان کچھ بگاتی ہوگی لیکن ہن  
 تو یاد پڑتا ہی ہے اسے کل تک تو ہاں کجا  
 تھا شاید خیال نکلیا وہ ہر شے ہے۔ ہر شے  
 کا سامان بیان بیٹھ کر چاروں طرف کی  
 سیر کر لے آہستہ آہستہ شاخون کا جھومنا  
 بیلون کے چھپے شاما کا ہر اردا شان  
 بننا سب کی سب دلفریب باتیں میں لیمے  
 دوپٹے بھی آن موجود ہوئے جو پھوڑن



پرستہ اٹھ نازین پڑھو بزرگون کو وظیفہ  
 وظیفہ میں چھوڑ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھانے  
 بیان پئے آئے ہیں نہیں ایک تو کوئی  
 ۱۲-۱۳ برس کا سانو لا سا لڑکا ہو اور دوسری  
 وہی غریب گھر کا چراغ بی جوتی لڑکی تزیین  
 کا کرتہ تنگ مہری کا آٹو یا کچا مہ پھنٹے ہوئے  
 ہر سر پر بلیڈ گلشن کی لکڑی چھلکی ٹوٹی ہے  
 گلے میں جامدی سوئیے سنڈھے ہو کر کٹی گئی  
 تعویذ میں مگر بیان اسد کا نام پس دی سیلے  
 پھیلے وضع میں ہے۔ اسکا مضموم بنا اور  
 معلوم صفت ہونا جتنا ہر اثر کر رہا ہو اسکا  
 زیادہ اسے ہجولی پر۔ ہاری آنکھوں سے  
 دیکھیے محبت کی دگنا ہیں نہیں چھیا کرتیں  
 خواہ وہ طفلانہ انداز میں ہوں یا عالم شباب  
 میں ہائے کیا لکھا ہے  
 نہ تار گئے اب تو خبر چھپ نہیں سکتی  
 کبھی محبت کی نظر چھپ نہیں سکتی  
 گو ان دونوں کا ابھی بچپنا ہو لیکن محبت  
 جسکو شاید یہ ابھی طرح سمجھ بھی نہیں سکتے ہیں  
 چہرہ پر برس رہی ہو ایک دوسرے کے  
 ساتھ نہال ہو ہو کر بھاگا جاتا ہے لیکن  
 دایہ رجحان جسکا ہو وہ امیر زمانہ اب کا  
 بیاسا لڑکا سلوتا ہی لڑکا ہو دیکھے نا بار بار  
 اس کے بھولے بھالے چہرہ پر نظریں پڑتی  
 ہیں کہ کتنا جانتا ہے لیکن لفظ نہیں ملے

ہیں اسواسطے پھر چپ ہو رہتا ہے گلشن  
 برہم ہو چکر۔ دونوں نے جوتیاں رہیں آثار  
 دین اور گئے بے تحاشا مٹلی فرشتوں کو  
 رونے۔ پھولوں کے تنخون میں سے  
 ایک کے بعد ایک گزرنے لگا۔ پھر جو کچھ  
 خیال آیا تو دونوں تھم گئے اور ایک انچی  
 مویا پر ٹوٹ پڑے اب اکلیمان توڑ توڑ  
 کر بھویوں میں بھرنے لگے۔  
 جوتی دھڑکی دیر بھول توڑ کر اٹھتی  
 ناصر اب ہم جانے ہیں امان جان بھلائے  
 لگین کہ صبح ہی صبح پھر نکل گئی۔  
 ناصر۔ ہیں تو ابھی سے۔ وہ ابھی تو تھیں  
 کل کی طرح سے وہ پھولوں کی چھڑی بھی  
 بنا کر ہمیں نہیں دی۔  
 جوتی۔ پس بھی اب کل سی۔ بہت دیر  
 ہو جائیگی دیکھو پھر اسانی جی کے پاس بھی  
 تو جانا ہو جلدی جلدی بیان سے جا کر اپنا  
 سبق دوسرا لینگے تو۔ تو خج جائیگے یہیں  
 ذرا بھی بھولینگے تو ضرور مار پڑے گی۔  
 ناصر۔ مان جوتی بوا یہ تو تم ٹھیک کہتی ہو  
 پھر بھی امان نہیں مارتی بہت ہیں سسکری  
 انکے ہاتھ ہی لڑھیں۔  
 جوتی۔ وہ بھی کیوں ہاتھ لڑھیں نہال  
 ہو کر کیسا منہ بھر کے کوس بیٹھے ہو۔  
 تو ہے ہے۔ وہ ہمارے ہی اُسستانی ہیں



بھولتے ہیں تو مارتی ہیں نہ بھولیں تو کیوں  
 ماریں سب ہی تصور پر کچن کو مارا کوٹا  
 کرتے ہیں ان اتنی بات ہو کہ یہ ذرا زیادہ  
 تیز مزاج ہیں (سکر) بیشک بعض دفعہ  
 تو خدا جانے اور تھیں ہو کیا جانا ہر اپنے  
 آپے میں نہیں رہتے۔ ایسا مارا۔ تی  
 چون ایسا مارتی ہیں کراکھی تیری پناہ  
 کیا بتاؤں بد سون کے بکھون کئے  
 نشان ہاتھوں پر آجتا موجود ہیں تم ہر  
 بھٹی رات کو جو کہیں سوتے میں با نہ آدھر  
 ادھر کر وٹ میں رہ جاتی ہو تو پس جان  
 ہی تو نکل جاتی ہو رپ رپ کے آنکھ کھل  
 جاتی ہو دستکرا دی  
 تاحصر۔ واہ منہی ہو۔ دیکھوں دیکھوں  
 کبہ خدا تھا اور اس نے جلدی سے ہاتھ  
 بڑھا کر اسکے میلے کر لئے کی آستین  
 مٹائی ہے

آستین ٹھکے برتن ٹھکی ہے

کیا کلائی ہو کیا کلائی ہے

آہ اس تنے سے دل پر وہ نیل دیکھ کر  
 ایسی چٹ لگی ہے کہ بے اختیار بول شاعر  
 تو جوئی نمبر بڑا بھل ہوتا ہے اسے دیکھ  
 ابھی تک بدھان جوئی کی تون ہیں  
 ادھر دنیا دوسرا ہاتھ دڑا دے اوت  
 ات میں تو پھر ہی کہو نکا۔ بھئی لالہ ہیں

تو ہوا کرین۔ اسد کرے انکے ہاتھ ہی تو میں  
 یہ کیا بات ہر صاحب ہم بھی تو تھا ہے ساتھ  
 بڑھتے ہیں میں تو کبھی انکلی کچن گاتیں  
 جوئی۔ تھیں۔ جی تھیں کیون مارے  
 لکین بھین بھار کی بھلی چلائی تم امیر ہم  
 غریب بھلا ہمارے بھلائی کیا برابر ہی  
 دوسرے تم کھڑے سب کے لاڑے ماشا اللہ  
 بھارے سرور یاد کی اماں میں بچھی جان  
 پھر غم صاحب تھیں بھلا کون ٹیڑھی  
 نظر سے دیکھ سکتا ہو یہاں تو کوئی والا سا  
 دینے والا بھی نہیں اباجان تھے واس  
 کے لفظ پر تھا سا کلیمہ مل گیا اور ایک غصہ  
 سانس کے کرا او تھیں تقدیر نے یوں  
 پھر ڈاؤن۔ امون جان ہمیر جان بڑھتے  
 وہ اس میان کے مان سدھارے  
 رہی سہی لے دیکے ایک اماں جان  
 بکا رہی ہیں سورہ کس شہر قطار میں ہیں  
 انکی بھلا کون سنتا ہو جی بے واروں  
 کا کسی کو درد نہیں ہوتا۔

جوئی۔ نے یہ بھلے جگا ایک ایک لفظ  
 نشتر تھا کچھ اس انداز سے کہے کہ تا مری  
 بگا اگر پھر بھلا وہ بھی بے طین ہو تھا اب  
 تو پھر بچ تھا رپ ہی گیا اللہ بچ بھی کیسا  
 جو دوش چوٹی سے طفلانہ طوہ بھی غبت  
 رکھنے والا وہ دنیا میں سب سے زیادہ



جسے پیار کرتا ہے اور ہر کھیل میں جسکی شرکت پسند کرتا ہے وہ جوئی ہی ہے۔ کھلا اس سے کہ کب تک نہ تھا کہ ان دشمن فقرہ کو سنکر ایسا ہوتا جی گھٹنے لگا کیجئے میں کسی نے چکیاں یعنی شرم کیں دے کوئی چیز دشواری کی طرح اچھی سمجھو وہ بالکل نہیں سمجھ سکتا تھا وہ انکو سے آسو برسے لگے۔ جلدی سے چھوٹا سا ہاتھ کرتے کا کوئی لیکر آنکھوں تک پہنچا اور اسے آسو پو پچھ کر کہا۔

ناصر۔ جوئی بہن تم ایسے دل دکھانے والی بامین نہ کیا کرو۔ ہم آئے تو بچے کھیلنے کے لیے تم اٹھارہ لالے لگیں بھئی آج سے ہم تم سے کھینڈا بھی نہیں کریں گے۔ جب دیکھو تمہیں ایسی ہی باتیں سو جھتی ہیں۔

آسو پو پچھنے لگا۔

جوئی۔ اس کے اٹے سیدھے فقرے جو بکاسے تسلی کے تاوان ناصر کی زبان سے بیساختہ نکل گئے تھے سنکر بالکل ہی روٹھ گئی اور کہنے لگی، ان بھئی سچ ہے اب تم تمہیں کیوں کھیلنے لگے تھے ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ تم بھاری سافد کھیلنے کے قابل نہیں اسناد و سدر تم امیر ہم کنگال ہمارا تمھارا کیا ساتھ درونے لگی اور ایسی روئی کہ بچکی بندھ چلی ہے

ناصر۔ بتیا بہا ہکر بامین بامین جوئی بوا جوئی یادے ارے۔ منو تو روئے کیوں

لیکن۔ بھئی ٹھہرو دیکھو جی امان تمہیں روتا ہوا دیکھ لینا تو پھر غصہ ہی ہو جائے گا اور دو چار دن تک ہم سے نہ کھیل سینگے وہ کہنگی کہ اسنے مارا ہو گا جب ہی تو جوئی رو رہی ہو یہ تو یہ کہہ رہا ہے اور وہ روتی

جوئی سیدھی گھوڑی طرف چلی

ناصر۔ جسے آسو پچھنے لگی اپنی پیاری پیچیری بہن جرنی لگا پنے سے اس طرح خفا ہوتا ہوا نہیں دیکھا تھا تڑپ ہی تو گیا کیونکہ وہ

جوئی ہر کہ بزرگرت میں چاہے ہزار خون خرابے پڑیں مگر یہ کبھی اسکی صورت دیکھو سے نہیں سکتا اسوقت کی رکھانی اسکے نا کچھ دیر قیامت ڈھا گئی۔ جوئی اپنی آنکھیں اور دھنی کا آئینہ رکھے ہوئے تھوڑے ہی دور لگی ہوگی کہ یہ بھی دور پڑا اور آئینہ تمام کر کے لگا کر ٹھہرو تو جوئی بوا تمہیں ہماری جانتی قسم ابھی برا خدا کے واسطے ذرا تو ٹھہرو میری ایک بات سنو پھر چلی جاتا۔

جوئی۔ اذرا تم کہہ لو چلو کیا کہتے ہو ناصر۔ اللہ اب ہے ایسی خفا ہو گئیں کہ بات بھی نہیں سنتی جوئی بوا اپنے ذہنیں بچھ کر کہا بھی نہیں۔ آؤ پھر چلو کیا ابھی پھر جاؤ گی؟ ابھی تو جی امان و خیر ہی پڑھ رہی ہوگی اگر دیر ہو جائیگی تو با سے ہم چلے جی امان سے کہہ دیجئے کہ براہوئی ہمارا



کیا ۔ یا اللہ میان میرے حیا جان جلد سے  
آ جائیں ۔ پھر انکی نوکری لگ جلتے میری  
جونی کو اچھی اچھی خبریں لا کر دین جونی پیاری  
اچھے اچھے کپڑے پہنے اور میں دیکھ دیکھ کر  
خوش ہوں ۔ یہ طفلانہ حرکتیں لفظوں کا زیور  
پہنے ادا ہو رہی تھیں اور نا بچہ جونی انھیں  
تسلیموں میں خوش ہو کر اس کے سیکھ پڑت  
پیار کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی ۔ گویا  
ان چوتوں کا یہ ایما تھا کہ بس اب میں  
تم سے صاف ہو گئی ۔ یہاں دعا ختم ہوئی  
وہاں قبولیت گویا ہاتھ بانڈھے کھڑکی تھی  
جونی جھٹ مسکرائی اور ہنسی ہوئی اس کے ساتھ  
ہولی پہلے کی طرح سے دوڑ کر منہ دیوں میں  
جاگسی ایک خوبصورت اور مضبوط شاخ  
کو دونوں ہاتھوں سے خوب زور کر کے  
ٹوڑ لیا ۔ تپان ادھر ادھر کھسک کر  
پھینک دی گئیں اور انکی جگہ موتیا کی کلیاں  
برونے لگی اب جون جون کو پیلوں میں  
سبزی کے برابر سفیدی رنگ جاتی جاتی ہر  
زمرد و الماس کا عالم آنکھوں میں بھرتا جاتا  
ہو یہ تو اس شغل میں تھی اور ناصر ذرا اس سے  
دور ہٹ کر دوسرے تختے میں چھوٹی موٹی  
کے گلیوں پر اوٹھ گیاں لگا لگا کر اس کا مچھنا  
اور خرانا دیکھ رہا تھا کہ اسے میں ایک لاکھ  
کا رسیا بھونڈا تو بیٹھا ہوا جونی کے پاس

ان بھین لو چلو ۔  
جونی ۔ (اسکا ہاتھ جھٹک کر اینٹ بھٹی  
اب ہین جانے دو ہمارا اسوقت روٹیکو  
حی جا رہا ہے اور بھین ان باتوں سے بچ  
ہوتا ہے پھر مصیبت زد رہے کیون بولے ہو ۔  
ناصر ۔ نو اور سنو بھٹی یہ تو بالکل الٹی بات ہوئی  
ہے نہ کہ اور سمجھ کر کہا تھا تم روٹھ گئیں جونی  
ہوا ہنسنے کوئی اسے ٹھوڑی کہا تھا کہ تمھارا نا  
ہین برا عوام ہوتا ہے یا خدا نخواستہ تمھیں اس  
میرا مطلب تو یہ تھا کہ بھین روٹا دیکھ کر میری بھی  
کلیج کٹے لگتا ہے ایسا نمود و نوں پھوٹ پھوٹ کر  
روٹے گئیں اور سب کہیں کر جانے انھیں کیا  
ہو گیا ہے ۔ یا چچا جان کا خیال تو بھٹی تم تو  
ناحق ناحق گھبرائی ہو ۔ وہ تو اب کوئی چھوٹے  
میں آ جائیے گل ہی تو اب جان حساب لگا  
رہے تھے ۔

جونی ۔ (باپ کی رہائی شکر اچھا ) ہنسنے  
رہ گئے ہیں کیا ؟

ناصر ۔ ان کہہ تو رہا ہوں تم سنتی تو نہیں  
لو آؤ یہ لکھراسنے اسکا ہاتھ کر کے پھر اسی طرف  
گھسیٹ لیا پھول نوٹ لین نہیں تو پھر فرحت  
نہیں لگتی دن چڑھ جائیگا ہین تم وہ چھڑی  
بنا رہے بس پھر چلی جاؤ دیکھو تو سہی تم دعائیں  
مانگتے ہیں اور اسنے یہ کہنے ہی اپنے بچوٹے  
چھوٹے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہنا شروع



جا پہنچا خدا جانے محصور رطکی کا بھول سا  
 چہرہ اسے بھی بھلا معلوم ہوا اذقی نام کی رعایت  
 نے اسکا گردیدہ بنا دیا غرض وہ اسیر ذریان  
 ہونے لگا۔ اب وہ ہر ادھر سے آتا ہر ادھر کو بھٹتا ہر  
 بہتیرا گھبرا گھبرا کر ہاتھ سے اڑاتی ہو لیکن وہ  
 ڈھیلے کسی طرح نہیں پاتا اور قریب ہوتا  
 جاتا ہر ادھر سے آگیا اور ہر سے آگیا اسکی آواز  
 تازک گل اذام شکر کی کوا سدرج مری معلوم ہوتی  
 ہو کہ بچپن ہو جاتی ہو اب پھر ہی اڑی رہی ہے  
 ہاتھ سے پھینک دی گئی ہو اور اور دھنی سے  
 منہ چھپا کر جانا شروع کر دیا۔ ناصر اسے  
 کبھی نا صر کھنٹی جلدی آؤ خدا کیلئے دیکھو  
 یہ مجھے تارا ہو کس موہا کی طرح نہیں ملتا  
 ہو ہر کہین کا شے نہ کھائے اچھی آچلو  
 جلدی۔ ناصر وہاں سے ہنستا ہوا بھاگتا ہو  
 اور فریب آکر ہاتھ کا اشارہ کرتا جاتا ہے  
 اور کہتا جاتا ہو "مان جا بھنو رہے مان جا"

## تیسرا باب

برسات

بطرح اور ملکوں میں کوئی نہ کوئی فصل  
 رنگ ریمان مناسنے دل کی انگلیں نکالنے  
 کو ہوا کرتی ہو آتلج ہمارے ملک ہندوستان  
 میں برسات کی فصل بھی خدائے عجیب ہمارکی

فصل بنائی ہو۔ خصوصاً عورتوں کے جوش  
 انکے بنا و سنگار۔ چل۔ تفریح۔ کھیل کود  
 کا تو یہی وقت خاص مقرر ہو۔ کچھ زمین ہی پر  
 جو بن زمین ہوتا بلکہ ہر ایک انسان کے دل میں  
 بھی ایسی آمنگ بھر جاتی ہو کہ جانتک بس  
 چلتا ہو ہر ایک کا دل اس لطف کے حاصل  
 کرنے پر مستعد نظر آتا ہو اور گویا وضع میں خل  
 ہو گیا ہو کہ اس پر جوش زما بنین مرد دل  
 سے مودہ دل بھی ایک دفعہ چونک اڑے  
 اور جو لطف پھر نے مہیا کر دیا ہے اس کو  
 حاصل کرے۔ اسیر۔ غریب۔ اعلیٰ۔ ادنیٰ  
 بادشاہ۔ رعایا۔ مہتممات سے اسکے عادی  
 ہورہے ہیں اور بڑے بڑے شہروں میں  
 سکے واسطے دوامی سا ان چھوڑ گئے ہیں۔  
 اور بھی سچ پوچھو تو بھر کی فیاضیوں سے  
 لذت اٹھانے کی یہ تدبیر مناسب بھی  
 ہو اب کوئی سوا ہر دن چڑھا ہوگا۔ برسات  
 کا موسم سادان کا مہینہ۔ متوالی۔ رت جدھر  
 آنکھ اٹھا کر دیکھوں جو بن ہی جو بن ہیں  
 ہیں۔ ابھی کھڑا ہو رہا ہے عین ابھی چھا ہوا  
 رہنے لگا۔ دھک دھکائی دی۔ آفتاب چھا  
 اور ہزاروں رنگ پھیلنے لگے۔ شہر کہہ رہے  
 ملکوں میں جو انداز نکاساگ ہوا کرتا ہے  
 وہ ہے ہر کہ عورتیں مرد باغوں میں جاتے  
 ہیں۔ چھوٹے پڑتے ہیں لال شہر چڑھ رہا



ٹھیکر لیے لیے پنگین۔ بڑائی جاتی ہیں گیت  
 گالے جاتے ہیں۔ پکوان ملتے ہیں۔ گلابی  
 گلابی جوڑے شفق پر چھاپے مارتے ہیں آج کل  
 ہر بے سبرے کی پائمانی اون قوموں سے  
 ہو جاتی ہے جو مہینوں گھر کی چار دیواری سے  
 باہر نکلنا گناہ سمجھتے ہیں یا جنگو باہر جانے کی  
 اجازت بھی نہیں ملتی۔ اکثر دکھا گیا ہے کہ بھیاں  
 بھیاں برس رہا ہوا اور پھوان کی انگلیاں کرتیاں  
 مہین دوڑے کی گلابی گلابی دوڑے لمبی لمبی  
 کلیوں کے فالسائی پا جائے پنے جوان جوان  
 قبول صورت بویان جھول رہی ہیں اور  
 ہوا کے پوے پوے ہاتھ جھونٹے لیتے ہیں۔  
 پانچوں کو گوری گوری پنڈلیوں پر سے  
 سرکائے دیتے ہیں اور ان اُننگ برے  
 دل والیوں کو ذرا خیال نہیں آپ جانتے ہیں  
 پرانے باغ میں کسیکا اجارا تو ہوتا ہی نہیں  
 اکثر شوقین مرد بھی ایسی ہی تاک جہانک  
 میں وہاں آنکلتے ہیں اور یہ جیسا شاعر کسی کی  
 ہو بیٹیاں جلدی جلدی جھولتا تھا۔ دوڑے  
 بٹھالتی ہوئی ادنیٰ ادنیٰ کرتی ہماگ جاتی ہیں  
 کہیں شاہجے کا شاہبہ ناسباتوں کے تختے میں جا  
 گستاہ توڑ توڑ کر جو بیاں بھر رہی نہیں پاتا ہر  
 جو باغبان کے گستاخ ہاتھوں سے اپنے انار  
 چنوا بیٹھا ہر خواجہ صاحب پر چڑھائیاں  
 ہوتی ہیں۔ بکھیاں۔ پالکیاں نہنویاں  
 رہتیں شوقین مستور اتوں سے بہری ہوئی  
 منصور کے مقبرے ہمایوں کے مدرسہ جا  
 اترتی ہیں خوب رنگ رلیاں ہوتی ہیں  
 خواجہ صاحب میں کمرے لیے جاتے ہیں  
 مکان بسائے جاتے ہیں روساں شہر  
 یا عیش پسند بندے خدا اور رسول سے  
 نہ ڈرنے والے اپنی اپنی چھپ تختیاں  
 درست کر کے دائیں بائیں لگے رہتے ہیں  
 اور چڑھتے اترتے دو طرفہ آنکھیں سکینے  
 لگتے ہیں اکثر ادھر ہی سے پہل ہوتے دیکھی  
 ہر پیرادھر سے کیا انکار تھا۔ پیغام سلام  
 شروع ہو گئے۔ غرض برسات کا ”موسم“  
 حسین خصوصاً ساون بہادون کی بہن سیاہ  
 سیتوں کا جگڑا ہر سال بن جاتی ہے  
 اور ایسا سوان بند تھا ہے کہ جو لوگ خوش  
 قسمتی سے اسکا نظارہ کر لیتے ہیں وہ سال  
 بہرنگ اسکے انتظار میں قیاب رہتے ہیں  
 اسوقت دوپہر ڈھل چکی ہے۔ اور قاسم جان  
 کی گلی میں اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر بہادر کر  
 مکان کا پھاٹک ڈولیوں گاڑیوں سے  
 بھر گیا ہے ادھر سے ایک ڈولی آئی پھاٹک  
 میں چلی گئی اور دھر سے ایک ففسر آئی زنان  
 خانے میں لگا دی گئی۔ غرض مہمانوں کا تانتا  
 لگا ہوا ہے یہ پھاٹک اندر سے بہت لمبا چوڑا  
 ہر دروازوں پر موٹی موٹی کیلین چڑھی



ہوئی ہیں جبکہ سرے چٹے کر دیے گئے ہیں بہت انگنائی طے کرنے کے بعد داہنی طرف دیوان خانہ ہے جو مکلف فرش سے آراستہ ہو بائیں طرف زنانی ڈیورڈی ہے۔ چمن کر ملی ہوئی ہو بیان کمری سون تو برابر سما تو نکی باتین چننین بال بون کا غل دشور خوب چھی طرح سے سنائی دیتا ہے۔ زنانی ڈیورڈی میں باڑی ہوئے ایک چٹا چٹا کا پر وہ بیچ میں حامل ہوتا ہے اسے اڈٹا کر اندر چلو تو پہلے بہت بڑا صحن نظر کرتا پڑتا ہے دو طرفہ بڑے بڑے شہ نشین دکھائی دیے پہلو دون میں صحن بیان۔ زمین دوزنہ خانہ نظر آئے اور ہو بیان بہت موسم کا رنگ نہ چھپا بیچ صحن میں موٹے موٹے کم گڑے ہوئے ہیں جبکہ قند اور جھوٹے گڈے نے مٹیوں کی صورت میں لپیٹ لپیٹ کر چھپا لیا ہے۔ رنگین سوت کا جھولالال سبز نیلویں سے نرالی بہار دکھار ہاڑی بچہ ادھر ادھر سے آتے ہیں اور جھوٹے لگتے ہیں شہ نشینوں میں سے اور بھی کئی راستے ہیں جو بکھوڑے کی طرف نکل جاتے ہیں سامنے والی شہ نشین میں ڈی صاحب کی بیوی تکیے سے لگی لیٹی ہیں اس پاس اور بہت سی بیویاں انہیں گھیرے بیٹھی ہیں دوسری طرف بھی بہت سی عورتیں ہوتے ہیں۔ مائیں برابر ادھر ادھر کا کام کلاج کرتی پرتی ہیں سامان کا بیان کیا گیا ہے کہ شائق

ڈی صاحب کا مکان ہرادر ڈی صاحب ہی تکیے جنہوں نے پچیس تیس برس کی کمائی ایک ایک پیسہ کر کے جوڑی ہرادر اگر لگائی بھی تو سوائے ساز و سامان۔ خانہ داری بیاہ شادیوں میں ایک ایک لمپ ایک ایک فانوس ایک ایک چھت گیری۔ آگے کمر بیان گھنٹے میزین مسریان خاک ملا سب ہی کچھ دیکھنے کے قابل ہو کشتیوں میں بان زد وہ الا پکیان بیٹی پر رہی ہیں ایک صحنی میں خاص اس کام کے لیے دو عورتیں بیٹھی ہوئی کتے چونے سے کھلے جاتی ہیں۔ تمام گھر میں غضب کی چل پھل ہے گو بیان بھی موسمی ہو میں چل رہی ہیں یعنی جھولاد دلا پڑا ہوا ہے لیکن نہیں تو بہ تو ہے ایسے چوچے نہیں ہیں جیسے کہ عام شائقین کی نسبت ہم ادھر بیان کر آئے ہیں چوٹے چوٹے بچوں کے سوانہ کوئی جھولتا ہے نہ گاتا ناچتا ہے۔ ہاں ہیں سب طرح کی بیویاں بڑھیاں بھی جوان بھی لڑکیاں بھی گلابی سر دی کاک ریزری رنگ بونگ کے دوپٹے گورے نکلیں چروں پر بہارین دکھار ہے ہیں بڑی بوڑھی بیویاں بالکل سفید پوش ہیں۔ ایک طرف ترکاریاں چل رہی ہیں کیسی ترکاریاں۔ آوار دی نہیں جناب امرود ہیں انار ہیں ناستیا تیان آرڈو۔







ہوا چلو دوسرا بدل ڈالینگے اب یہ بتاؤ  
ادنین کمان رکھوں۔  
ایک امراؤ بیگم نے لیا اور ایک  
حیدری خانم کے حصے میں

ذکیہ۔ نیکہا آگے بڑھا کر۔ اے لو۔ سپر  
رکھ دو اب تو ناصر نے گود خالی کی اور کرتا  
دہونے لگا۔

ذکیہ۔ دیکھو تو۔ تو بہر۔ سچ تو کہتی ہیں  
امان قسم ہے۔ ناصر تمہیں ذرا تمیز نہیں۔  
ساراکرتا سان لیا داہ۔  
جونی۔ نہیں چچی امان ہیں تو سہی میرے  
پاس۔ اتنے کس سے کماٹے جائینگے۔

ناصر۔ جی بس ایک آپ ہی تو تمیز دہیں  
تمام دنیا میں۔  
حیدری خانم۔ (آنکھ دکھا کر)

ہیں ہیں کیا وہاں ہیات ہے پڑی بہن سے  
اسطرح بخت ہو۔  
بڑا آڑو دیتی ہے ادھر ناصر کرتا دہو  
دھلا کر اوسکی بی بی بنائے پھوڑتا ہوا  
چلا آتا ہے۔

ناصر۔ تو یہ کیوں کہیں بدتمیز بناتی ہیں  
کوئی ہم جان کے بھر لائے ہیں  
کیا؟  
ذکیہ۔ (سنہی سے) بھئی ناصر کیا آؤ  
انہیں بی جونی کو حصہ سے زیادہ ملا ہے  
تم چہین لو جا ہے۔

ناصر۔ یہ۔ دیکھنا۔ امان جان! اما جان  
اچی ادھر نہیں دیکھتیں۔ اپنی عقلمند  
تمیز دار بیٹی کی فرمائش نہیں  
سنتیں۔  
امراؤ بیگم۔ اس فقرے پر ہنسر۔ لو  
اور سنو۔ اچھا بھئی تم نہیں بہر لائے نہیں سہی  
لیکن اب اسے دہو تو ڈالو مکھیاں ہنکیں  
گی (دوا کی طرف تیوری چڑھا کر) اے

دوا کڑی ہو جاؤ تو بہ بچے کا کرتا نہیں  
دھلا دیتیں۔ جاؤ بھئی جاؤ۔ یہ چلا جاتا  
ہے اور بیان وہ آڑو حصہ رسد بیٹے

لگتے ہیں ذکیہ کو چار دجونی کو چار ذما  
کے چار دودو دودو ماناؤن کے چار دواکے  
حیدری خانم۔ جنکا دھیان تھا ہوا  
ادھر پلٹ کر۔ کیا ہوا بھئی کیا ہے؟  
ناصر۔ جی وہ آڑو جو تھے بوا جونی کو دیا  
انکی نیت تھی ادھین۔ دیکھتی ہی جل گئیں  
رال ٹپک پڑی مجھے کہتی ہیں تو چہین ہے



اون سے -

اونہیں کے تپیلے لگے تھے پہلے یہ کیسا

ذکیہ (کھڑی کھڑی شکر شادباش چربانی  
راں ٹپکے مری جوتی کی - سرے دشمن جلیں  
زبان تو دیکھو - لا اور سنو میں نے تو یہی ہے  
ایک بات کہی تھی -

اھراؤ بیگم - جو بہت ہی نازک مزاج اور

جوتی - (وہ آڑو ذکیہ کو دیتے ہوئے)

لو باجی تم لیلو میرے پاس تو پہلے ہی بہت

میں - قریب تھا کہ بی ذکیہ اس فقرے سے

بالکل ہی آپے سے باہر ہو جائیں جو امرادیم

کی نظر اس معاملے پر پڑ گئی اور وہ گرم ہو کر

بولیں -

اھراؤ بیگم - جوتی اب رہے کیوں نہیں

اپنے پاس تمہاری شامت تو نہیں آئی یا

خواجواہ پرانی محفل میں چین چین میں چین

لگا رہی ہے چکی ہو کر مٹیو - تو بہ کیسے بچیا -

بچے ہیں مرنے - اٹھا اٹھا کھنا تھا کہ غریب

مظلوم صورت جوتی اپنا سامنہ لیے ہوئے

دم بخورہ گئی اور بیان ناصر پر اس موقع

تشدد نے جو اسکی پیاری جوتی پر ہوا اٹھا

غضب کا اثر ڈالا یعنی مارے غصے کے اسکی

آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے لگے اس پر بھلا

کھٹن تھا جھک رہا -

ناصر - یہو بھی امان آپ بھی غضب کی ہیں

بعض وقت - اس میں جوتی بجا رہی کا کیا قصور

تھا ایسا ہی کھنا تھا تو آپا ذکیہ سے آپ کہیں

اس وقت بتاؤ تو کوئی بات ہی تھی جبر ہو پھی

اھراؤ بیگم - جو بہت ہی نازک مزاج اور

غصے کی دیوتی ہیں بھلا اون سے کب ہو سکتا

تھا کہ بری محفل میں مانگ برادر ہو کر سے

سے ایسے گستاخانہ لفظ نہیں اور پی جائیں

تو بہ تو بہ - ادھکا چہرہ فوراً ہی شمتا اٹھا

آنکھیں ادبی پڑیں اور اونہوں نے

بکرا نا شروع کیا -

اھراؤ بیگم - (قر کی لگا ہونے دیکھتے ہوئے)

کیا کھا صاحبہ اگر سے ذرا ادھر تو آؤ تمہارا

ہی اب زبان بہت نکلی ہے اٹھا راکھ دے گی

بیٹھ ادبے شرم - یاد رکھنا کسی دن اتنے

زیر بند مارے ہونگے کہ امان جان کر

بیٹھے کی صورت نہیں پہچانی جائیگی بچیا

بے غیرت تو کون ہے ادھکی حمایت لینے والا

لا اور سنو مجھے ہی ذکیہ سمجھا ہے -

حیدر سی خاتم - (ناصر کو دھکے دے

طریقے سے) سامنے کھڑے ہو پر نہیں بیٹھے

بڑے ڈھیٹ ہو گئے ہو جب پڑ گئے تو

اجا معلوم ہو گا -

ناصر - اچھی بی - سب مجھے کو کہتے ہیں

اس وقت بتاؤ تو کوئی بات ہی تھی جبر ہو پھی



امان اتنی خفا ہو گئیں یہ کلمہ ان سے جھک رہا تھا  
 تمام آڑ و زمین پر بیٹھ کر بے اور بڑ بڑاتا ہوا  
 سید بابا ہر چلا گیا جب جا کر ذرا بی امراد و گیم  
 کا غصہ کم ہوا۔ پانڈان کھولا اور زردہ بناؤ  
 لگیں۔ جو بی بیاری ادس وقت سے الگ  
 تھلگ بیٹھی ہوئی ہو اور دل ہی دل میں  
 باتیں کر رہی ہے لیکن ہم ادن باتوں کو سن  
 تو کیونکر سنیں۔ ہاں صورت سے ٹپک رہا ہے  
 کہ اسے اس وقت یہ آڑ و زہر ہو گئے ہیں۔  
 زکیہ۔ انا "حصہ" چلے کا اوتا راد مار کے  
 کہا رہی ہے اور یہ بیجاری غم زدہ جہان ہو کر  
 آئی تھی بیان دوسری جہانی ہو کر لگی تھی بار  
 ناصر کی وجہ سے اس وقت تو ٹل گئی یہ بیجاری  
 کمان ایسے جلسہ میں شریک ہوتی ہر ایک کی  
 خدا جانے چچی امان کو کیا چاؤ سوچا تھا  
 جو زبردستی ٹوٹ کی کو اپنے ساتھ بٹھا لائیں  
 شاید اس لحاظ سے کہ دنیا یہ نہ کہو کہ بیٹی یور  
 سے جو بیر بڑے ہوئے ہیں تو چون سے  
 ہی لاگ ہو۔ لیکن بات چپا تھوڑا ہی کرتی  
 ان لوگوں کے دلوں میں جو غبار ہے وہ  
 ناظرین امراد و گیم کی تادیب ہی سے  
 سمجھ گئے ہونگے غریب لڑکی چلے چلے بسوا  
 رہی ہے جب زیادہ آنسو بہنے کو ہوتے ہیں  
 تو یہ جلدی سے اوڑھنی سے پونچھ ڈالتی ہے  
 آج اسکے گلے میں موٹی ململ کا گلہابی رنگا ہوا  
 کہتا ہوں ویسی ہی اوڑھنی نالسانی ڈھیلے  
 پانچون کا پانچا مہ ہے۔ وہ بال جو اوڑھن  
 کھلے ہوئے آپ دیکھ چکے ہیں آج کھوڑی  
 چوٹی کی صورت میں ہیں پیار پیار چہرہ  
 چاند کو شرمانے کے لیے بھلی ہے۔ مگر  
 افسوس اس وقت ادس پر غم کی آگ نے  
 چاکر۔ ایسا مایوسی کا پردہ ڈال دیا ہے کہ  
 وہ رنگت ماند ہوتی جاتی ہے۔ لودہ آنسو  
 نکل آئے اور پیارے پیارے گالوں پر  
 ٹوٹتے ہوئے گود میں آ پڑے۔ کنبخت کا  
 تنہا سا دل ادس پر بات کی برداشت نہیں  
 روئے نہ تو کیا کرے اور صاحب بات کی  
 برداشت ہو بھی تو کب تک بیٹھتے کو سنا  
 ادھتے دو ہشتہرے کلمہ کچا پوڑا ہو گیا ہے  
 اب ذرا سی ہی ٹھیکس لگتی ہے تو آنسو نکل پڑا  
 ہیں۔ آدمی کو ایمان سنبھال کر بات کرنی  
 چاہیے حقیقت میں اسراؤ بیگم اس پر بڑا ظلم  
 کرتی ہیں۔ ناصر کچھ بھی۔ لیکن بات خوب  
 سمجھتا ہے کچھ تو دل کا لگاؤ کچھ انصاف  
 اسے اس بات پر مجبور کر چکی ہے کہ وہ جو  
 کی حمایت لے اوئے سمجھ لیا ہے۔ کہ اگر ہو  
 امان مار نیکی بھی تو بلا سے پٹ لینگے۔ جو  
 بانو بیٹی رو رہی تھی یا اوٹھی جوتی ہیں اوڑھ  
 کا آنچل سنبھالتی ہوئی دونوں پانچے دو  
 ہاتھ سے تھامے۔ پانی کی گھڑ د بچی تکر



پہونچی۔ گلاس میں صراحی سے پانی اذ ٹیل کر  
 تھوڑا سا پیا باقی وہیں پسینہ یا جھکے سبب  
 تھوڑی سی چٹٹیں ہی پیرون پر آ پڑیں اور  
 ساتھ ہی ہماری نگاہیں بھی اودھر متوجہ ہوئیں  
 اٹھا۔ دشمن زیر پاؤں ماسا شد آج تو کف پانی  
 پہنے ہوئے ہے۔ اور وہ بھی جہم جہم کی بیان سے  
 چلی تو سہی لیکن کہ ہر امر او بگیم کی نظر بچائے  
 ہوئے کتراتے ہوئی سامنے کے شکنجے کی  
 صحیح نمین سے گذرتی ہوئی چمن میں جانکلی  
 اندر سے تیرا شوق۔ دل میں ہزار۔ غم کا کانا  
 کشک رہا ہے لیکن جا بگلی باغ میں۔ او ہو  
 بیان تو بہت بڑے بڑے تختے لہلہا رہیں  
 عین بیچ میں فوارہ چوٹ رہا ہے جکے گرد ہری  
 دُوب سنگ مرمر کے فرش پر ہاتھ پانوں پیلا  
 کر آرام میں ہے۔ گویا الماس میں زرد جوڑ دیا ہے۔  
 ادھر او دیر بچیں پڑی ہوئی ہیں صد ہا قسم کے  
 پول کیلے ہوئے ہیں بادل برس کر نکل گیا ہے  
 اسوجہ سے ایک ایک شئی ایک ایک شکری  
 ایک ایک شاخ پر جو بن ہے نہائے دھوے  
 درخت مستون کی طرح جھوم رہے ہیں۔ نیچر  
 کی محل کاریوں پر مٹی ہوئی غریب "رط کی"  
 اپنا غم غلط کرنے کو ذرا کی ذرا بیان جھپٹ لگی  
 لفظ ہر فوارے کی شوخیان دیکھنے نہ پائی تھی  
 اسکا غم ہر اداں ابھی اچھی طرح سنھلنے ہی نہ  
 پایا تھا جو ایک دردناک آواز نے پر ہا دیا  
 اور یہ بے چین ہو کر اس طرف دیکھنے لگی یہ سکی  
 دہنی طرف آمون کے تختے میں سے آرہی تھی  
 اسنے خوب آنکھیں گرد گرد و گرد دیکھا تو معلوم  
 ہوا اون درختوں میں سے ایک کی پتنگ  
 پر کوئل بیٹھی ہوئی اس درد سے کوک رہی ہے  
 کہ جی بچیں ہوا جاتا ہے اب یہ براہر اسکی  
 آواز کو دل سے سننے لگی۔ ناظرین آپ  
 کہیں گے کہ ہائین۔ دس برس کی لڑکی کی  
 بساط دیکھو اور کوئل کی آواز پر بقیاب  
 ہو جانا دیکھو نہیں نہیں کوئی تعجب کی بات نہیں  
 ہر انصاف شرط ہے بچہ ہو یا بوڑھا دیکھے ہو  
 دل کو اشارہ کافی ہوا کرتا ہے۔  
 درد مند دن کو اشارہ ہی فقط کافی ہے  
 آہ کی ٹپس لگی آبلہ دل ٹوٹا  
 کہاں کے یہ مصیبت زدہ آفت کی ماری  
 لڑکی جسکا باپ قید ہو مان غریب سلائی کا  
 سی سی کر گذر کرتی ہو رات دن چچی پھپھی  
 کی دُر دُر پیٹ پیٹ۔ قصور ہے قصور  
 کچھ نہیں دیکھا جاتا ہے جو ہاتھ میں آیا مار  
 جھٹٹیں۔ جہان جی چاہا قینچی ہو نک دی  
 جہان بس پھلا نیل ڈال دیے۔ غرض جس غریب  
 کی بوٹی بوٹی دکھتی ہو گی کیا اوسکا دل نہ دکھ  
 کا کیا ایسی معصوم اور مظلوم کسی دوسرے  
 شامت کے مارے کو دیکھ کر اپنا ہمزنگ  
 بچکر بے چین نہ ہو جا بگلی کیا دوسرے



کے شکوے شکایت کو وہ قدر کی نگاہوں سے نہ سنیگی ضرور سنیگی۔ چنانچہ دیکھتے بچر جولی۔ یوں ہی آبیٹھی تھی۔ جی گہرا جسوقت سے یہ باغ آئی ہر برابر سنگ مرمر کا فرش والی بیچ پر بیٹھی ہوئی کسی کی در دہری فریاد بڑے شوق سے سنے جاتی ہو۔ بیٹھ بیٹھ اوسکی بتیا بیان دیکھ کر اپنی چوٹ اوپر آئی اور اودن خیالات نے اوسکی دماغ میں جکر لگا یا اودن ہر جموں نے چکیاں لین جنکے دفعہ کے لیے اسے اسوقت باغ کی ہوا نصیب ہوئی تھی اور یہ کہنے لگی۔

**جولی۔** اے کالی صورت کے جانور تیری آواز کتنی دل دکانے والی ہو؟ ہائے کیا تو بھی میری طرح بد نصیب ہو ارے تجھے کہنے ستایا او بے زبان اس بے زبانی پر یہ حال ہے اوف تو تو بڑی دیکھا معلوم ہوتی ہو یا اللہ میان اسکا غم کہو دے یہ بیچارہ خوش خوش اپنے مان باپ کے پاس رہے قسم ہے کچھ تو بے آرامی ہے کہ دیکھا ادھر کی ادھر ادھر کی ادھر ماری ماری ماری پرتی ہو اور کل سے ایک جگہ نہیں بیٹھتی ہو ہر خدا جانے کیا صدمہ ہے کہ کنبخت کو پل پر قرار نہیں آو وہ دوسرے درخت پر جا بیٹھی غرض تل سے نہ بیٹھنا ہو نہ بیٹھیلی اور ادھر ادھر یہ ہو کر رہی تھالو سے زبان نہیں لگتی اوف اوف (ناصر آگیا)

**ناصر۔** ہائین۔ جولی تم بیان کمان سے۔ اور یہ باتیں کس سے کر رہی ہو؟ کیا آپ ہی آپ دشمن پاگل تو نہیں ہو گئے۔

**جولی۔** ہین بیٹی پاگل تو ہم پہلے ہی سے ہین آج کیا ہوئے۔ وہاں فصیح تیاں سنتے سنتے دم اوٹھنے لگا تھا۔ بیان جو آئی تو اس بیچارہ کا یہ حال دیکھا اور رہی یہی پاگل ہو گئی۔ بس اس سے پوچھ رہی تھی کہ بوا تجھے کیا مصیبت گذری ہو تو اس طرح چلا رہی ہے ہائے۔

**ناصر۔** کس سے۔ کون بے چاری؟ ہائین۔

**جولی۔** اے بیٹی (ادنگلی سے اشارہ کر) یہ جو اس آم کی پنک پر کول بیٹھی ہے اور کون۔

**ناصر۔** اُد ہو اس کالی کول سے آپ کی باتیں ہو رہی تھیں۔ یہ کہو۔ میں ہی تو کمون یا اللہ بیان کون بیٹھا ہے تم بھی محرم کی پیدا اُس ہو۔ ہر وقت دکھ درد رنج غم ہی کی باتیں سو جیتی رہتی ہین ایمان کر کنا اس کول کی تمہیں کون سی آن بہانی جو تم اسپر کچھ گئیں بٹھرو (ایک کٹر ادٹھا کر مین



ابھی اسے بیان سے اڑا لے آیا ہوں کھنٹ آئی ہے اسے لو اور سنو میں تو جب سے ایک تو آپ پریشان ہے دوسرے اور وہ کہ بیٹھی ہوئی اسکی حالت پر اچھا ہی کر دھا رہی تھی۔

جولی۔ گہرا کر سے ہے نہیں۔ اب نام ہی نہ کرنا۔ کھنٹ کے چوٹ لگ جائیگی (کھنٹ چکر پھینک رہی ہے) اور بڑے بچاؤ سے۔ اور اے دالے آگے ہیں کہیں سے اتارا کیا ہے رہی ہے وہ؟

ناصر۔ لیگنی کیا ہے مگر تین تو ستار ہیں اور آپ ایسی ہیں کہ نہ کھنٹیں اپنے نہ بات بولی بنے جاتی ہیں۔ یہ بھی چپ ہے۔ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

جولی۔ جی۔ جانور دن کی بولی آپ ہی سمجھتے ہو گئے۔

ناصر۔ اور کیا؟ امین شمس ہی ہر کچھ قسم میں سب سمجھتے ہیں ہم کو تبادین۔

جولی۔ (جس نے اپنی عمر میں کہی ایسی بات نہیں سنی تھی سخت متعجب ہو کر) سچ کہتے ہو۔ کماؤ تو قسم بھلا

ناصر۔ قسم ہے سچ کتا ہوں۔ یہ ایک بڑی بڑی بابت کتا رہی ہو کہ تم سن لو اور بچو تو ابھی ابھی مارے ڈھیلوں کے اسے اڑا دو اڑا۔

جولی۔ بھلا۔ تو سناؤ یہی وہ کونسی بات ہو امین۔ یہ کھوٹی میری دشمن کہاں سے

ناصر۔ تو کیا تم ہنسی سمجھتی ہو؟ اس قسم میں سچ کتا ہوں ابھی ابھی لول کر دکھا دوں

ناصر۔ تباہی دون۔

جولی۔ اچھا بیرو ذرا میں پیرسن لون (آواز پر کان لگا کر) اُن کیسی آواز ہے گھوڑی۔ تو یہ ہر قسم ہے تیر کی طرح کھینچ میں اور آتی چلی جاتی ہے۔ ہاں میری تو کچھ

بھی میں نہیں آتا۔

ناصر۔ ہر قسم کہہ تو رہے ہیں تم مانتی تو ہو نہیں۔

جولی۔ (اپنے پاس اس کے بیٹھنے کے لئے جگہ خالی کر کے) اچھا چلو تباؤ بھی ہاں وہ ہر بولی۔ کیا ستم کر رہی ہے۔

اوت اوت۔ ناصر۔ یہی تو تم سمجھتی نہیں۔

جولی۔ سمجھاؤ بھی کہیں۔ تو یہ عساجز آگئی۔

ناصر۔ سمجھانا تو سمجھانا۔ ہم تو اس سے باتیں کر کے دکھا دیں۔

جولی۔ لو یہ دوسری ہوئی۔ جاؤ یہی ہم نہیں بولتے تکتے خواجہ چوٹ موٹ ہکا رہیں۔

ناصر۔ تو کیا تم ہنسی سمجھتی ہو؟ اس قسم میں سچ کتا ہوں ابھی ابھی لول کر دکھا دوں



تم شرط لگا لو پہلے۔

کرتے ہی انگوٹیاں لیلو لگا۔ دیکھو خوب

جونی۔ شرط۔ شرط کو بھی ہمارے پاس  
کیا رکھا ہے۔

جونی۔ ہاں صاحب ہاں۔ ہر اچھ

ناصر۔ تو جانے دو صاحب بغیر شرط ہم  
نہیں باتیں کرنے کے ناحق کو کون اپنی  
اور اس بیجاری کی زبان تھکائے۔

جونی۔ (ہنستیں کرنے لگی) یہی۔ تو یہ ہے

ذرا سا ہمارا کام نہیں کر دیتے اب بھلا

تم خوب اچھی طرح تو جانتے ہو کہ ہمارے پاس

ادھی نہیں ہے شرط کمان سے بدین بھلا۔

ناصر۔ تو کوئی روپیہ جیسے ہی کانٹنگ ٹوٹا

ہے اور چاہے جس چیز کی بدلو۔

جونی۔ اور چاہے جس چیز کی کیا۔ ہمارے

پاس گڑیاں ہیں (دھنا ہاتھ دکھا کر) اور

یہ اس ہاتھ میں دوتھی تھی انگوٹیاں

ہیں اور ایسی کونسی چیز ہے جو تم لیلو گے

گڑیاں تو روکیاں کیسلی تھیں وہ تمہارے

کس کام کی۔ دوسرے وہ بھی اگر ہیں

بیان تو میں نہیں اگر میں ہمارا جان تو نہیں

دیدون رہی سہی یہ دو انگوٹیاں ہیں

سو بھی صدقے کیمن پتھر سے تم یونہی

لے لینا ایک دفعہ ہمیں اس سے باتیں

کر لینے وہ ہم بھی اوتار دینگے۔

ناصر (مستعدی کے ساتھ) اچھا صاحب

ابھی بس اب بات چلی ہو گئی۔ میں باتیں

ہی فقرہ دوہراتے سنا اور ناصر کو بھی

خوب سوچ سمجھ لو اچھی طرح ہے۔

جونی۔ ہاں صاحب ہاں۔ ہر اچھ

اس اند د بیان کے بند نادیدہ جونی

اور شریر ناصر دو دن کوئل کے

بوسے کا انتظار کرنے لگے۔ جوہن کلاؤن

ایک دفعہ کہا۔

کوئل۔ کواداد۔

ناصر۔ (ساتھ ہی) کالے کوے

کی جورد۔

کوئل۔ کواداد۔

ناصر۔ کالے کوے کی جورد۔ دیکھو

جونی وہ ادسنے کہا۔ تو میں پھر کہتا ہوں

کوئل۔ کواداد۔

ناصر۔ کالے کوے کی جورد۔

کوئل۔ کواداد۔

ناصر۔ کالے کوے کی جورد۔

کوئل۔ کواداد۔

جونی۔ پہلے تو بڑی دیر تک سوال و

جواب کا بے حس نبی ہوئی اندازہ کرتی

رہی۔ بلکہ ایک طرح سے اس بولے بھالے

دلو بالکل یقین آگیا تھا۔ اور قریب تھا

کہ وہ ناصر کے کمال پر آفرین کہے

لیکن ہر دفعہ جب اس نے کوئل کو ایک

ہی فقرہ دوہراتے سنا اور ناصر کو بھی



جواب میں ایک ہی محروم فقرہ کہتے سنا تو یہ جو دیکھہ تو قسم جب مان سے آئی تھی ایسی ادھی  
 بے اختیار اس گیت کا زپر کھل کھلا ہنس پڑی سی ہو رہی تھی کہ اللہ کی پناہ تھے اگر وہ سگوفہ  
 اور کہنے لگی واہ واپس معلوم ہو گیا ایسی سندن کہ چوڑا کہہ سہتے سہتے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے تو ٹوڑی  
 تم تو تک سڑنگ جو رہ رہو یہ باتیں تو ٹوڑی ہیں دیر سوچ کر م لیکن بھی ہمیشہ یہ باتیں کمان  
 ناصر۔ کیوں صاحب! باتیں اپنی فحش کوزہ نا صر۔ ہا میں۔ ہوا کیا کما تھے ہمیشہ یہ  
 مٹی کرنے دیکھ لو۔ جب ہم اس سے کہتے ہیں باتیں کمان! اچھی یہ کیوں۔  
 کالے کوٹے کی جو رو تو وہ بھی جل کر کہتی ہے جولی۔ صورت کیا دیکھتے۔ سچ کہتی ہوں  
 کہ تو۔ یعنی تو ہر کالے کوٹے کی جو رو۔ میں نہیں ہوں اول تو کسے خبر ہے ابا جان کے آنے تک  
 جولی (پیر تھقہ مادر کوٹ لٹی) واہ بھئی تم (دل میں) ہم جہیں یا نہ جہیں اور اگر مرتے  
 بڑے استاد ہو۔ ہا میں کیا بات نکالتی ہے۔ دیکھہ بہرتے جیسے بھی رہے تو بھئی وہ آپس میں  
 ہم نہیں مان بھگے۔ مان مان تھے ہمیں دھوکا کبھی جگڑے ہی ایسے پڑے ہیں کہ ہمیں  
 کیوں دیا ایسا تو ہم بھی کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں بڑے گھر میں تمہارے پاس رہنے کی امید  
 ناصر۔ بس اب یہاں نہ کیجئے شرط تم ہا میں نہیں اس سے اچھا ہے جو ہم تم بہت ساتھ  
 وہ انگوٹھی لائیے سید ہے ہاتھ سے نہ کھلا کریں کیونکہ ایک ایک دن ہم اور  
 جولی۔ (انگوٹھی اوتار کے) انگوٹھی کا گھر سے نکالے جائیگے (آنسو بہا لاتی)  
 تو کوئی نہیں وہ سوئی ہو ہی کے کوڑکی لیکن تمہارا سر کی قسم تھے کیا مجھے دھوکا ہے بڑی شخصیت ہو  
 اور کیا بات نہائی ہے۔ کوئی دھنی مارا ہوئی ہے تمہارے پاس۔

ناصر۔ چلو رکھو۔ اب میں تم سے کیا لون خیر صاحب اتنی دیر تمہارا دل تو بھلا کیوں کیسی ہنس رہا کہو  
 سچ کہنا۔ کیسا ہنسایا ہے۔ جولی۔ مان بھئی۔ یہ تو تم ہی کہتے ہو میں ہزار  
 غم میں بیٹھی ہوئی ہوتی ہوں لیکن جہاں تم آگے ذرا کی ذرا بیٹھے اور میرا دیان ادھر سے ہوا  
 طبیعت جھٹ سے تو بجال ہو جاتی ہے۔ ابھی اور ہم اکیلے پہو بھی امان کے پاس



ہیٹے ہوئے سبق یاد کرتے ہیں تو وہ جھلا  
 جھلا کے ہم سے کہا کرتی ہیں (کیون سی  
 تجھے ہزار دفعہ سمجھایا ہے کہ تو ناصر کے  
 ساتھ نہ کہلا کر نہ کیلا کر مگر تو ایک نہیں  
 سنتی۔ کیلنا تو کیلنا ہم کہتے ہیں تو اس سے  
 بات ہی کیوں کیا کرتی ہے سچیا بے غیرت  
 تجھے ذرا بھی خیال نہیں اتنی بڑی ڈھونڈ کر  
 ہو گئی۔ اور لڑکوں سے آنکھ مچولی کیلنا  
 نہیں جاتا مودی ہر دنگی) تو بھی اونکے  
 سامنے تو ہم ڈر کے مارے بہتری تو بہ تلا  
 کر لیتے ہیں کہ ہم اب کبھی بھائی ناصر سے  
 بات نہیں کریں گے لیکن جہاں تم سامنے  
 آئے اور ادھر ادل ہو ایسا کبھی کہ مسر  
 الگ ہونے کو چاہتا ہی نہیں۔ اور لحاظ  
 کے مارے ہم تم سے یہ کہہ نہیں سکتے ہیں کہ  
 بھئی ہم پر یہ یہ فتر ٹوٹے ہیں تم سے نہ بولا کرو

## چوتھا باب

سگن بگم کا انتقال

میر خورشید علی کو رمانی پالے ہوئے  
 اب دوسرا مہینہ ہے خدا خدا کر کے  
 گھر کے دن پرے۔ دولہن بگم کی جان  
 میں جان آئی ہے وہ وہ طعنے وہ  
 وہ معلواتیں برابروالیاں سنائی  
 تیں اور سچا پی سنتی تیں اس کے  
 صدقے جانیے جس نے اس دکھیا کو اس  
 بلا سے نجات دی۔ اب جیسے میان نے  
 گھر میں قدم رکھا ہے صورت ہی اور  
 ہو گئی ہے۔ وہ پھٹا ہوا پردہ۔ وہ  
 ٹوٹی ہوئی چار پائیاں وہ زوہ فرش  
 سب بدل دیا گیا۔ چوٹے میر صاحب نے  
 آتے ہی پہلے تو اپنے دوستوں کو اغوا ہونے  
 سے اتنے دن کا درد و کھ کھنے سننے کو  
 ملاقاتیں کیں اور پھر نہر کے دفتر میں  
 بزرگوں کی رعایت سے ملازمت  
 اختیار کر لی۔ چنانچہ اب لفظ  
 ہیڈ ورڈ انس میں (سر دفتر نقشہ نویسان)  
 میں ماشاء اللہ ماہوار پچاس روپیہ  
 ملتے ہیں جنہیں اسی طرح سب کے  
 سب لاکر بیوی کو دید یا جاتا ہوں سگم  
 چاہیں سیاہ کمرین یا سفید۔ اس میں  
 تو شک نہیں کہ دولہن بگم (جوئی کی مان)  
 غریب۔ فرمانبرداری میں خلق کی مجسم  
 تصویر میں۔ لیکن انتظام خانہ داری جسکا  
 نام ہے۔ سلیقہ شعاری جسے کہتے ہیں  
 سگڑا پا جس کے معنی ہیں اس میں  
 اول نمبر بی حیدری خانم (ناصر کی مان)  
 ہی ہیں وہ حد درجہ کی سگڑا ہیں اور  
 اسی وجہ سے بڑے میر صاحب کے  
 سودا اور چوٹے میر صاحب کے



پانچ سو بار معلوم ہوتے ہیں چوٹے  
 میر صاحب کو آئے ہوئے دو ڈیڑھ  
 مہینے ہوئے اور کوئی مہینے ہی ہر  
 ادن کی نوکری کو۔ بخواہی ایک ہی ٹی  
 مگر حیدری بیگم اگر وہ روپیہ ادھاتین تو  
 ان ہی پچاس کو دو گنا کر دکھاتین لیکن  
 خیر دامن بیگم نے ہی اپنی سمجھ کے  
 موافق تھوڑے بہت حلت میں بتدیل  
 کر ہی لیا ہے۔ بچوں کے میان کے اپنے  
 کپڑے جلد جلد سل رہے ہیں  
 جڑا دل کا ہی سامان تو ڈاہت آگیا  
 برتن باندھے جو گردین تھے۔ چڑا  
 لئے گئے ادن پر قلعی بھی ہو ہوا گئی  
 جس کسی کا قرض دام کیا تھا۔  
 ادس میں سے بھی کسی قدر ادا کر دیا  
 گھڑو پھیان۔ مشکے۔ شلیان۔ چینی کے  
 برتن۔ لمپ۔ پلنگ کی چادرین ایک  
 آدھ حبت گیری۔ مہینے ہر کے لئے  
 آٹا۔ نون۔ تیل۔ لکڑی۔ مصالحہ  
 غرض جن پن کر کے بیچاری نے  
 سب ہی کچھ منگا لیا ہے مابھی نوکر  
 ہے کوٹھری میں۔ دالان میں سفیدی  
 بھی کی گئی ہے۔ سفید براق چاندنی  
 بچھی ہوئی ہے ادس پر نئی تہ زور  
 سوزنی گاؤنکیہ لگا ہوا ہے پاندان آگے

رکھا ہے دوسری طرف ادگال دان ہے  
 اور ان ساز و سامان کی دیکھنے والی  
 بی دامن بیگم اس وقت آرام سے بیٹھی ہوئی  
 کپڑے بدل رہی ہیں لیکن بڑے تعجب کی  
 بات ہے سوائے سادے سفید کپڑوں  
 کے اس وقت رنگ کی تو کمین چھینٹ  
 ہی نہیں ہے۔ اتنی سادگی تو ساگن کو لازم  
 نہیں لوگ نام دہرنے لگتے ہیں خدا جانے  
 اسکا کیا باعث ہے ارے وہ تو خیر جس میں  
 ویسی ہیں یہ اونکے پہلو میں تو دیکھو آفتاب  
 ہی آفتاب سوا پرون چڑھتے ہی شلیہ  
 ہر فلک میں رجعت کر آیا ہے یہ کون  
 بھلا کسی کی پیاری جونی اور کون اللہ اللہ  
 اب تو یہ نام خدا کچھ اور ہی ہو گئی ہے۔  
 (ناز کرنا زبرداری سے اور سودا کر  
 خریدار سے) اس کے ابا جان کیا آئے  
 کہ بہار آگئی۔ آج کوئی دیکھے اسے  
 اگر لی ڈوٹھ۔ کرتہ۔ لال چوڑی کانگ  
 پانچواں سلمے کی کھ پائی کا نون میں  
 ننھی ننھی بچلیان۔ ناگن سی چوٹی کر تک  
 لٹکتی ہوئی اس میں چلتا ہوا گوطے کا  
 مباح ریشمی ازا بند آنکھوں میں  
 ہینا ہینا کا جل ابا ہا سے  
 دنیا لہ انکی تند نگاہی میں آگیا  
 کنیچکر کمان سے تیر گواہی میں آگیا



احمد بھی اوجھلے اوجھلے کپڑے پہنے ایک  
 لہاسا کا غذلیے قلم سے کپڑے ٹکڑے  
 کاڑھ رہا ہے جاڑ دن کے دن ہیں سورج  
 چوک گیا ہے۔

دو طہن بیگم۔ ہے بیٹا بھائی پھر  
 اب کب تک لوگوں کی راہ دیکھی جائیگی  
 غضب خدا دو بجے رات سے مردہ گھر میں  
 پڑا ہوا ہے اور اس کی کوئی خبر  
 نہیں لیتا۔ بیٹا ابھی انہیں کسی نے  
 نہ لایا دھلا یا بھی یا نہیں کبنتی کی ماریہ  
 کب تک ہوگا۔

ناصر۔ میں تو جانتا ہوں شاید ابھی تک  
 نہ نہلا یا ہو۔ اور اچھی طرح ہمیں خبر بھی نہیں  
 کیونکر ہمیں تو وہاں کوئی جانے  
 ہی نہیں دیتا۔

دو طہن بیگم۔ کہاں؟  
 ناصر۔ دادی امان کے پاس اور کہاں۔

دو طہن بیگم۔ توج بھی تم وہاں جا کر  
 کیا کرو گے ہے ہے مردے کے پاس ہی  
 کوئی جاتا ہے "د امان" دادی امان تو  
 تمہاری مرگین۔

ناصر۔ اچھی بی تو ہم یہ پوچھتے ہیں  
 جب اور سب جاتے ہیں تو پھر نہیں کیوں  
 روکتے ہیں کیا ہمیں دادی امان  
 لپٹ جائیگی۔

دو طہن بیگم۔ (مسکرا کر) تو بہ لڑکے  
 اتنی سی جان ہو گا کیسی باتیں بھائی آتی  
 ہیں ارے دیوانے بچوں کو ایسی جگہ پر

ناصر۔ چچی امان آداب۔  
 دو طہن بیگم۔ عمر دراز۔ کہو بھی وہاں آئے  
 شروع ہوئے۔

ناصر۔ جی۔ یہ اب وہ تو صبح سے تانتا  
 لگا ہوا ہے۔

دو طہن بیگم۔ نامے پر سے بھی کوئی آیا  
 یا نہیں؟

ناصر۔ دو طہن بھابو۔ خالہ امان۔ آیا  
 متہ یہ سب تو آگئے ہیں فقط پچھی جان  
 رہ گئی ہیں۔

دو طہن بیگم۔ اور بیڑیوں کے  
 کپڑے سے۔

ناصر۔ وہاں سے تو ابھی کوئی نہیں آیا  
 یہ انکرا گئے پاس بیٹھ جاتا ہے۔



جانیے دیا کرتے۔  
 جولی۔ جی۔ یہ سین بیٹے بیٹے جو جی میں آیا  
 کہہ رہے ہیں وہاں جاتے ہوئے  
 ہمت بھی پڑے۔  
 ناصر۔ بھلا (کھڑے ہو کر) لوا ہی چلا  
 جاتا ہوں دیکھتی رہتا۔  
 جولی۔ اچی بس جا چکے سب کہنے کی  
 باتیں ہیں۔  
 دو ٹھن بگم۔ ہیں میں لڑکی تجھے سو ڈا  
 تو نہیں ہو گیا تھا۔ نہیں نہیں جیہا تم بیٹہ جاؤ  
 تو بہ دہان ردنا بیٹنا پڑ رہا ہے بیان  
 دونوں کے دونوں اس فقرے باری پر  
 تلے ہوئے ہیں ایک کتا ہے میں انکے  
 سر پر چڑھوں گا دوسری کہتی کہ میں  
 ناصر۔ (پہر ٹھیکر) اچا جی جان یہ مر کے  
 آدمی کمان چلا جاتا ہے۔ میں تجب حیرت میں  
 ہوں آج تک یہ بید ہی نہیں کھلا۔  
 جولی۔ اللہ میان کے پاس۔ اور  
 کمان۔  
 دو ٹھن بگم۔ بس اس سے پوچھ لو  
 تمام زمانے کی باتیں (ناصر سے  
 مخاطب ہو کر) بیٹا مجھے تو کیا۔ کسی کو  
 بھی نہیں معلوم کہ کمان چلا جاتا ہے لیکن  
 مان اتنا جانتے ہیں کہ جان جب نکلتی  
 ہے جو جسم مٹی سے بدتر ہو جاتا ہے بس  
 پھر قبر میں دفن کر دیتے ہیں وہاں اس سے  
 کھڑے ویڑے کہا جاتے ہیں یہی ارواح  
 جو نیک ہوتی تو نیک جگہ جو بڑی ہوتی بڑی  
 جگہ چلی جاتی ہے۔  
 ناصر۔ (تجرب سے) کیا کہا کھڑے  
 کہا جاتے ہیں آدمی کو۔ ہیں۔ ۹۔  
 دو ٹھن بگم۔ مان بھی آدمی مردے کو  
 کہا جاتے ہیں۔ وہ پھر آدمی کمان  
 رہا لگوڑا۔  
 ناصر۔ تو بس دادی مان کو بھی کوئی  
 کہا جائے گا۔  
 جولی۔ ادنیٰ خدا نہ کرے او نہیں کوئی  
 کیوں کمانے لگا تھا مولا۔  
 ناصر۔ کیوں کیوں نہ کمانے لگا کیا کھڑے  
 ان کا کوئی رشتہ ہے۔  
 دو ٹھن بگم۔ (تسم آئیز لہجے میں)  
 ارے کبھی تو تم دیوانے ہو گئے ہو دونوں  
 ہے ہے۔ ابھی کوئی اس وقت ادھر  
 والوں میں سے بیان آجاتا تو پیٹ  
 پیٹ لیتا۔ تمہارا تو کسی کا کچھ نہ جاتا  
 مجھ بوڑھی کی شامت آجاتی ہو تو فون آؤ  
 وہ تمہاری ہی کچھ ہوتی ہیں یا نہیں۔  
 رنج کرنے سے نور ہے او مٹی ہنسیاں  
 اور ارہے ہو۔ ابھی وہ (یعنی جولی کے  
 والد) گھر میں آجائیں تو کیا کہیں۔



ناصر۔ رنج رنج کو آپ کے جاتی ہیں اسے کیوں بیٹھے ہو۔

بی رنج کس وقت کرتے۔ رات کو جب وہ مرنے لگیں تو ہم سوتے تھے صبح کو اٹھے تو وہ مرحلین تین پہر روتے کس وقت۔

دو طہن بگیم۔ چل بے ایمان جان ہار اوتی طرح بکے (میر خورشید علی کو ناگوار نہ گذرے۔

میر صاحب۔ استغفر اللہ تمہیں جب آگئے۔

ناصر۔ (مؤدب ہو کر) چچا جان تسلیم عرض کرتا ہوں۔

چھوٹے میر صاحب۔ جیتے رہو

بہتی اس وقت ان کا چہرہ سُرخ سُرخ ہو رہا تھا

آنکھوں میں آنسو بہ رہے ہیں آواز پر

بہاری پن معلوم ہوتا ہے۔ سچ ہے مان کے

مر جانے کا صدمہ شریف انسلون کے

لے آیا دلیا نہیں ہوا کرتا۔ بیچارے

بہتر اضط کر رہے ہیں لیکن دل نہیں مانتا

آخر بیٹھے ہی رونے لگے ان کو روتا

دیکھ کر سب کے دل بہر آئے بیوی بچے

سبھی رونے لگے۔ جوئی کا آبدیدہ

سونا تھا کہ میان ناصر کی ہی آنکھوں سے

ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تھوڑی دیر میں

آہوں کا طوفان کم ہوا اور سب کی طبیعت

کسی قدر ٹھہری۔

چھوٹے میر صاحب۔ (بیوی سے)

یہ صاحب یہ تم لوگ ابھی تک بیان

میر صاحب کے تشدد سے دوہن بگیم

دو طہن بگیم۔ میں تو کبھی کی تیار بیٹی ہوں

لیکن اس خیال سے ابھی تک نہیں گئی

تھی کہ شاید بغیر بلائے جانا باجی جان

(امراؤ بگیم) یا بڑی بہا ہی (حیدر علی خاں)



جلدی اٹھ کھڑی ہوئیں اور بچوں کو لے  
 ہوئے پردہ ہٹا کر بڑے دالان میں  
 صفت ماتم پر جا بیٹھیں یہاں بہت سی  
 بیویاں ہیں۔ سامنے کے رخ سفید  
 کپڑے پہنے ہوئے دونوں نند بھاؤ صین  
 یعنی بی امراؤ بیکم اور حیدری خام بیٹھیں ہنر  
 رد مال سے دونوں کے چہرے دھلکے  
 ہوئے ہیں بیویاں اترتی جاتی ہیں۔  
 ایک ایک باری باری سے پر سادتی ہر  
 اور دونوں نند بھاؤ صین چھین مار کے  
 سہو ڈھانپ ڈھانپ کے روتی ہیں  
 ساتھ انکے وہ پر سادہ سینے والی بیوی  
 بھی شریک کر لی جاتی ہیں۔ دو اہن بیکم  
 بھی گویا جب سے گئیں ہیں ابھی تک  
 رد ہی رہی ہیں۔ چھوٹے میر صاحب  
 بیوی کے جانے کے بعد آپ بھی باہر  
 دیوان خانے میں آ بیٹھے تھے یہاں  
 مردانہ ہی۔ تمام عزیز و اقارب جمع ہیں جھو  
 پٹے جارہے ہیں کچھ جو مسن ہیں تھیں  
 لیے ہوئے اسوقت بھی کلمہ وغیرہ پڑھ  
 رہے ہیں۔ باقی ایسی ہی باتیں بہن مصروف  
 میں جیسے دنیا کی بے ثباتی مترسج ہوئی  
 ہر بعض رقیب القلب ان فقر دن پر شاثر  
 ہو کر آبدیدہ بھی ہو جاتے ہیں چھوٹے  
 میر صاحب کو ہم نے آج دیکھا ہی مقبول

گویا انکی نقل تھا۔ باقی اور بچے تو بالکل  
 اسے الگ ہیں وہ دونوں مان پر گئے  
 ہیں۔ انکا لال رنگ بھاری ڈیل بڑے  
 گلے جڑے کے آدمی ہیں۔ بہت ہی  
 چھٹی ناک بڑی ہوئی تو نند بھری ہوئی  
 ڈار بھی۔ ٹھنکنا قد۔ ہندوستانی وضع  
 کے کپڑے غرض بالکل سیدھی سادھی وضع  
 کے آدمی ہیں مگر کوئی پتیس پتیس برس  
 کی ہوگی گھر میں سے آکر یہ بھی ایک کرسی  
 دار سوڑے پر خاموش بیٹھ سٹے ہیں  
 انکے بڑے بھائی یعنی ریڈ فیسر منظر علی  
 صاحب بھی اسوقت تشریف رکھتے ہیں  
 ادین اور ایمین زمین آسمان کا فرق ہر  
 ایک کثرتی ڈیڑھ میل جوان میں اور اسی  
 وجہ سے اسے چھوٹے معلوم ہوتے ہیں  
 گود مانغ پر سے بال اوڑھ گئے ہیں لیکن بھر  
 بھی پے پڑے نہیں معلوم ہونے لگے  
 میں اور فی کشمیرے کا انارکھا نہایت چست  
 صراحی دار پردہ جسنے سینے کی چوڑائی  
 کو اور بھی موزوں کر دکھایا ہے سیدہ باجگامہ  
 جیب میں عڑی ہوئی جسکی زنجیر دن  
 وحشی کی پابند یوں کا بیڑا اٹھائے ہوئے  
 نظر آ رہی ہے۔ سر پر پٹینے کی گول ٹوپی  
 اس لباس میں بڑے میر صاحب کسی  
 مسافر کو اولیٰ منزل پہنچانے کا کام



کر رہی ہیں۔ سچ انگنائی میں دکوائی انگنائی  
 یہ ہچک کی انگنائی ہے ایک بڑا بھاری صندوق  
 سیاہ کپڑے سے منڈھا ہوا رکھا ہے ایک پٹ  
 نیشکھ کی نئی تہ زرد چادریں قطع ہو ہو کر  
 سل رہی ہیں یہ کہن کا نظارہ ہے پہلے  
 سینے بند باندھا جائیگا پھر ایک چھوٹی سی  
 چادر چھپیں سے پھاڑ کر گئے میں ڈال دی جائیگی  
 یہ نفسی کھلائی جانی ہے اسکے بعد ستر پوشی کیلئے  
 ایک لٹاؤٹ اور مٹی جب یہ سب کچھ ہو جائیگا  
 تو پھر فساد یعنی ماسکھے پر ایک بٹی باندھی  
 جائیگی پھر ایک بڑی بھاری چادر کو کافور  
 میں بھاگ کر سر سے پیر تک اس میں لپیٹ دیا جائیگا  
 اور دونوں طرف کے منہ باندھ دیئے  
 جائیں گے بس گویا جنازہ طیارہ ہو گیا۔ اللہ اللہ  
 سفر آخرت کی طیاری۔ اور کس سادی  
 وضع سے جسمیں دنیوی تکلیف کو ذرا بھی  
 دخل نہیں ہے سر سے پیر تک ایک رنگ  
 جسے دنیا میں ہمیشہ خضارت کی نظر سے دیکھا  
 وہی اخیر میں ساتھ دینے والا بھی نظر آتا ہے  
 انسان ہمیشہ کس خواب فرگوش میں رہتا ہے  
 بچیں کھیل کود میں گذر جاتا ہے جوانی تو دو ان  
 ہوتی ہے اس کی مستیاں تو جھوٹے  
 جھامٹے آغاٹا میں گذر جاتی ہیں ان  
 بڑھاپا ڈال دیا ہے کھیر ہے اس میں شک نہیں  
 آدمی کو بھی کبھی آخرت کا خیال آتا ہے

در نہ کبھی نہیں غرض زندگی جتنا نام ہو وہ  
 اسکے حسابوں ہی آنکھ بند کر کے کٹ جاتی ہے  
 اور آنکھ اور سوت کھلتی ہے جب ملک الموت  
 سر پر آ جاتا ہے یہ وقت خوبی سہاگن بگم پر  
 گذر گیا ہے ایک دن سب کے لیے ہو چکا ہے  
 موجود رہیں دیکھنے والے اسی لئے آبدیدہ  
 ہیں کہ سب کو اپنی اپنی مخدوش حالت پر  
 اس وقت دنیا کا قریع ہاٹھ آیا۔ مگر کے  
 گھٹنے کے لیے اچی ابھی ابھی کوئی تین چار  
 گھٹنے تک کی بات ہے۔ جہاں مردے کو  
 قبر کی گود میں ٹا کر ادریسے مٹی دی اور  
 قبرستان سے باہر نکلتے گویا دوسری دنیا  
 میں آ گئے۔ نہ وہ عبرت رہتی ہے نہ دافنوس  
 نہ وہ عالم۔ غیر تو غیر میت کے عزیز اقارب  
 ۵۔۶ دس دن کے بعد اسے بھول جاتے  
 ہیں سہ

اسے دنیا تیری یہ دلچسپیاں

سیکھ دن عالم بھلا دیتے ہیں ہم

دور کیوں جائیے اب اسوت کی خاکت

اور پھر جب یہ لوگ دنیا کر پھر میں اسوت

کا نمونہ دیکھ کر تمیز دار شخص تمیز کر سکتا ہے کہ

ہم جھوٹے تھے یا سچ۔ اب اسوت

تو یہ حال ہے کہ صندوق کے گرد تمام اجا

اغرا۔ جمع ہیں تاکہ پیر والی ہیں گردنیں

جھکی ہوئی ہیں دل سے دھو مین اٹھ رہی



میں لبہ پر آئین میں آنکھوں کے ٹوٹے  
 آنسوؤں سے چھلک رہی ہیں۔ میرے مظهر علی  
 صاحب اب آکر ایک مونڈھے پر بیٹھ گئے  
 ہیں اور انھیں بھی ہنر گون ہوا پر حقیقت  
 میں ایک تجربے پر سے کہنے سے اس طرح  
 کسی بزرگ کا اٹھ جانا لازمی و مجبہ ہو کرتا  
 ہے اور پھر سگی بان کا انتقال جب قدر عمر کیا جا  
 تھوڑا ہر لیکن غم و غصہ سے کوئی نتیجہ نکلتا بھی  
 نکلتا نہیں۔ مریٹوالا جا کر تو کبھی پھر نہیں  
 بان رہ رہو کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لینی  
 ہے۔ خیر اس طرح بھی کوئی دس منٹ گزرتے  
 آخر پھر ٹپس میر صاحب نے گردن اٹھائی  
 اور بچا کر کما بھیٹی۔ خورشید علی بہت دیر ہوئی  
 جاتی ہے کچھ لوگ! ہر بھی بیٹھے ہیں اب وہ  
 زیادہ انتظار نہیں کر سکتے جاڑ گھر میں سے  
 پردہ کر کر میت کو لوالا ڈ۔ ورنہ سب ایک  
 ایک کر کے چلے جائیں گے چھوٹے میر صاحب  
 کے شکے چپکے اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازہ  
 کھول کر اندر چلے گئے یہاں وہی ٹلیک پٹا  
 پڑی ہوئی تھی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ  
 کیونکہ میت کو نہلا ڈھلا کر کفنا کر رکھ دیا گیا  
 اور رخصتی وقت دیکھ کر بہن صاحبیت کا  
 منہ کھول کھول کر بہن کر رہی تھیں ان کے  
 ہر فقرے پر برابر کھڑی ہو میں دونوں  
 بھاویں بچا پڑیں گھا۔ ہی۔ سب سے

زیادہ ذکیہ کا برا حال تھا کیونکہ حقیقت  
 میں اسے دادی سے بہت محبت تھی اور  
 ادھون نے اسے بالابھی تھا یہ وجہ تھی  
 کہ وہ کسی طرح بہن مانتی تھی اور مرد سے  
 لپٹی جاتی تھی چھوٹے میر صاحب کا اندر  
 جانا تھا کہ مہمان اور ہر اوہر ہو گئے اور  
 میر صاحب کے اندر کمر سے بہن جا کر بہن کو نہلا  
 بھاویں کو نہلا کیا۔ بھتیجی کو گود میں لیلر بچھا  
 شروع کیا۔ پردہ کر پردہ کر کو کہنی ہو میں  
 امین دھرمین اور جنازے کو مع پٹنگ  
 کے! ہر صحن میں نکال کر رکھا تھوڑی  
 دیر میں صندوق اور آگیا دونوں بھائیوں  
 نے مکرمان کا جنازہ صندوق میں اتارا  
 پٹ بند کیے اوپر سے کپڑا ڈال دیا گیا اب  
 جنازہ کے لیجانے کی طیاری ہرنے  
 لگی بعد والاؤں کے پردے چھوڑ دیے  
 گئے مرد سب گھر میں آ گئے اور پھر رونا  
 پینا شروع ہو گیا۔ اور سیر دیئے اور ہر  
 نوبت کی دوا سے پر کھرام پڑا ہوا دروازا  
 صندوق کے پاس ایک صحن بھی میں آئے اور  
 جوں پاں پاں سب بیٹھے ہوئے رہنے والوں  
 کی تقلین کر رہے ہیں۔

نا صر۔ دیکھو دیکھو۔ ہون۔ میر طرٹ  
 تو دیکھتی نہیں وہ جو کالی سی ہیں تون  
 ہیں۔ کہہ رہی ہیں۔ بھون بھون بھون



ادمان - جونی - ہنسر - ارے ہاں لیکن انھیں تو  
دیکھو وہ چچی امان کے پاس کھڑی ہیں اور  
انھیں منہ ڈھانکنے نہیں دیتیں قسم پر دنا  
دنا تو خاک نہیں آتا ہر دیکھو دیکھو اڑہ  
اور ہر ہر ہو۔

نا صر - لیکن ان کی صورت میں دیکھو جونی  
تم ایسی صورت میں رات کو دیکھو تو تو در جاؤ  
یا نہیں۔

جونی - ہے ہے نوخ - خدا نہ کرے  
میں ایسی بڑی گون کو خواب میں کیوں  
دیکھوں۔

نا صر - اور پیچھی قرن (امراؤ بیگم) کو  
بھی دیکھا - وہ تو بالکل دم ہی دیے  
دیتی ہیں - باجی زکوہ دیکھ ادر کے ساتھ  
اے - امان - اے بی امان اچھی مجھے  
کیون چھوڑ چلیں اے میں اب کدہری  
ہو کر رہون گی کر رہی ہیں بھی جونی  
بیچاری تو بہت ہی بیتاب ہیں خدا جانے  
دادی امان اس وقت سنتی بھی ہیں یا نہیں  
بھی اگر وہ سنیں ہوتیں تو میں ضرور اٹھ  
کتا - اچھی بھی دادی یہ بیچاری بیان  
سورہ کے دم دیگی تم انھیں ساتھ ہی لیتی  
جاؤ خدا کے لیے دیکھتی نہیں ہو - وہ اب  
ہمارے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتیں

لیجاؤ بھی دادی امان انھیں بھی نبل میں  
دبا کر اسد میان کے ہاں قسم پر یہ بھی آرام  
سے رہیں گی - اور ہم بھی - اس فقرے پر تو  
جونی کھلکھلا کر منہ پڑی - پھر جواسے  
کچھ خیال آیا تو کہنے لگی۔

جونی - نہیں بھی ہنسا دہنیں قسم پر  
ادنی ہو تو بہ ذرا بھی تو رنج نہیں کرتے تو کچھ  
تو سہی بواؤ کہہ کو ہی ہو میرا تو رو دکھتا دکھتا  
کھڑا ہوا جانا ہو - بھی ہم رو کھیلے اب کین  
کیا ہماری دادی امان نہیں تھیں وہ۔

نا صر - اچھا صاحب یہی خوشی ہو تو ٹھہرو  
پہلے میں روتا ہوں - پھر تم روتا - لیکن  
بھی (بھوین چوٹھا کر) میں بھسی بن کر ڈنگا  
کھڑو تو درخانہ اٹھا کر لوگ بچھے اٹ  
اے نواب کیا کروں اچھی دادی امان  
خفا ہو گئیں - اتنی جلدی اے بی میری میں  
تو رہ ہی گئی اچھی ذرا کی ذرا تیرا اور دم لیا  
ہو ہر دادی امان اب ہماری چھوٹی  
پنگڑی پر کون بڑا رہا کر بگا - اے بی  
سنتی جاؤ وہ ہمارے سبق یاد کرتے وقت  
تھاری دھاگہ سی چٹیا کا ہٹا کمان دکھائی  
دیگا اے اے اب جونی مارے سنہی  
کے لوتی جاتی ہو اور یہ شریر اس طرح میں  
کر رہا ہو کہ اتنے میں جنازہ باہر جا کر شاہ مردان  
مسجد کے مقبرہ کے کوئی نصرت میل پر ہی



کے رستے پر روانہ ہو گیا اور کسی نے  
زور سے ناصر کو آواز دی جسکے سننے ہی  
پر وہ تڑپنا چھوڑ کر یہ کہتا ہوا بھاگا لو ہوا  
اب ہم ذرا جانے ہیں انھیں اللہ میان  
کے دروازے تک پہنچا آئین بھاری  
بڑی بی باہر کی کھڑکی ہیں۔

## پانچواں باب

اچھے خدا کے لیے آج کل چھوڑو  
اسد امین میر سلامی کے دن بہت جلدی  
گزر گئے اب خدا رکھے میان ناصر کوئی  
پندرہویں مین ہیں اور بی جوئی تیرہویں  
مین وہ نعت جسے طفلانہ خوش فعلیوں  
سے منسوب کرتے تھے اب حسن و عشق کا  
حصہ ہو چکین۔ بنگا ہون مین برقی اثر آگیا  
لفظوں مین لطف پیدا ہو گئے اور ہر  
جوسے بڑھے اور ادا مین زنی کر گئیں  
انگین زورون پر ہیں۔ دونوں طرف  
وہ خچار سی جو پہننے مین کیجے کو  
گرام ہی تھی اب شعلہ نگر پہلو دن تک  
مین آگ لگا چکی۔ وہ آفتاب جلی دھیمی  
دھیمی کر مین طلوع کے وقت کسی دیوار  
پر لٹکا لٹکا بر تو مال رہی تھیں جب  
دس گیارہ بجے کی چکنی ہوئی دھوپ مین

زد ہر حیانے آن کر پردے ڈالنے شروع  
کیے وہاں دامن ضبط ہوا تھو سے جلا  
اور ہر لوگوں جن مین دیکھنی تھیں وہاں  
سب سے بے خبری اختیار کرنے کا سلسلہ  
شروع ہو گیا بیان دن بدن بزرگوں کا  
باس مارے ڈالتا ہے وہاں جسے نفرت  
ہوتی چلی بیان منہ سے بھاپ نکلتی ہی  
تو سنبھل سنبھل کر وہاں ہانکے پکارے  
اب ذکر کے جانے ہیں۔ غرض ان  
بیباکیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ یا تو مکتب ہی  
تک آنے نہ آنے کا رونا تھا اب مکتب  
تو مکتب بھاری جوئی کو پردے کی مابین کھڑے  
ہو کر ذکیہ یا کسی اور آنی لکھی لڑکی سے بھی  
بولنے کی بات کرنے کی اجازت نہ ہی دو  
طرف بندک بندا ہوا لگی ہے نہ او دھڑے  
کوئی ادھر آتا ہے نہ ادھر سے کوئی سول  
ماما کے ادھر جاتا ہے اس قصے نے بہت  
کچھ طویل کھینچا ہے۔ مان کے مرنے ہی  
چند روز کے لیے بڑے بھائی صاحب نے  
عالمگیری چال سے ملاپ کر لیا تھا اور  
تمام مکان کو زور مرنو اپنے، دیر سے  
مرتا کر ڈالا تھا۔ اس حالت کو دیکھ کر  
سیر صاحب نے بہتیرا جابا کہ تنخواہ مین سے  
نہی کسی سے فرض دام کر کے دیر سے  
شرکت کے لیے دید مین لیکن بڑے بھائی



صاحب نے انھیں بہت کچھ دلا سادہ کپڑے پہنا دیے  
 دیا کہ جان پر لڑو۔ میرا تیرا پیسہ کوئی  
 رو دو میں لیکن جب خوب اچھی طرح سے  
 ادھر واسلے گھر کی بھی مرمت جو کئی نو پھر  
 جوئی اور تا صبر کے تعلقات بڑھنے کا ہمارا  
 کر کے نئے سرے سے عداوت کی بنیاد  
 قائم کر لی اور سگے تمام مکان پر اپنا داعیہ  
 جتانے کہ اب اس میں کسی کا اجارا نہیں ہے  
 میں نے بے تعداد روپیہ لگا کر مکان بالکل  
 اپنا کر لیا۔ یہاں تک کہ دعوے کی بھی ٹھہری  
 اور اب کوئی دن میں مقدمہ جیت لینے  
 کے بعد چھوٹے میر صاحب کو مع عیال و  
 اطفال بیان سے نکال دینے کی بھی ترکیبیں  
 ذہن نشین ہو رہی ہیں دن رات کے  
 فساد بڑھتے بڑھتے اب طوفان بے نیازی  
 ہو گئے ہیں نہ بانی بھی مکاٹے ہو چکے حفاظ  
 مرا بے جو پہلے دونوں کے دلوں میں تھا  
 اب خیر سے ایک بھائی کی نظر میں بھی نہیں  
 جتنا۔ بزرگوں میں خون خرابے پڑے ہوئے  
 ہیں اور چھوٹوں کے دلوں میں وہ خون  
 جوش مار رہا ہے جسے چاشنی عشق کا رنگ  
 دکھارہا ہے وہ میٹھی میٹھی باتیں جو پہلے  
 بچپن ہی بچپن تھا اب دونوں طرف قید  
 کہیں سے بدل گئیں وہ بے تکلفانہ ملاقاتیں  
 اب بھی خراب و خیال میں بھی تو نہیں

اُدھر دیکھتے کہ ترستا ہو یہ ادھر کی دیوانی  
 ہو وہ خیالی باتیں جو زبان سے نہیں نکلا  
 کرتی تھیں اب قضا و نکی صورت میں لہا لک  
 آکر۔ بھائی ہیں اور ایک کو دوسرے  
 سے کہنے کا موقع نہیں ملتا دعووں کے  
 وہ پھول جو کسی کے گلے پہ بند کھیاں  
 معلوم ہوئے تھے اب کھلنے پر آئے  
 ہیں کھلنے پر کیا آگئے ہیں بلکہ کھل بھی  
 چلے ہیں۔ کسی کی وہ نگاہیں جو خرم کا  
 نام بھی نہیں جانتی تھیں اب جہاں ذرا  
 ادھر کہیں بڑھیں اور حیا نے چھٹ مہن  
 کھینچ کر اپنے پہلو میں چھال لیا۔ وہ بھی کھلی  
 کٹ جسے ناصر پہلے نہیں سمجھ سکتا تھا  
 اب خاصا درد بن کر اُسے بے چین  
 کیے ہوئے ہے پہلے تصور کا نام شاید  
 اسنے اپنے سبق کی کسی کتاب میں پڑھا ہو  
 لیکن اب رات دن آنکھ کے سامنے رہتا ہے  
 اسی سے دل بہتا ہے۔ جب کبھی ادھر ادھر  
 سے آکر گھر میں گھستا ہے تو نگاہیں ٹوٹ  
 داہنی طرف پردہ سے جا پڑتی ہیں اور یہ  
 اس خرم کو بڑھ بڑھ کر ٹھنڈی سانس بھرتا  
 ہوا نکل جاتا ہے

یہ تمنا ہے کہ دن رات کٹے جلو ہمیں  
 بردہ چشم بنے پردہ ایوان تیرا  
 دونوں کے دالہ میں کو اچھی طرح سے



واقعت ہو گئے ہیں لیکن کسی طرح امیبات پر کارہ  
 نہیں ہونے کے کہ آپس میں رشتہ ہو جائے  
 باجوہ دیکھ ایک کنبہ ایک خون ایک ہڈی  
 لیکن نہیں کوئی جنبش نہیں کرتا۔ اور اگر  
 انصاف سے دیکھا جائے تو اوپر یعنی بیٹی  
 والوں کی طرف بیٹھا ہی کون ہو جو تحریر  
 کرے اول تو انھیں کسی حال میں زیبا ہی نہیں  
 کیونکہ بیٹی والے کو کیا غرض ہو جو اپنے منہ  
 سے برائے۔ دوسرے چھوٹے میر صاحب  
 کوئی چھ بیٹے ہوئے آئے کہ یہاں سے  
 فوری چھوڑ چھاڑ ایک ترقی کی جگہ پر رہت  
 بیگانہ میں ملازم ہو گئے ہیں تحریر کیا ذکر  
 کر کرین نہ کرین تو بڑے سے میر صاحب مگر  
 وہ ایک خردماغ آدمی۔ انھیں انکی تکنت  
 کسی سے بات کرنے بھی ہے۔ رہی بی بی بیگم  
 وہ بچا رہی آپ آفت میں گرفتار  
 پہلے اپنے سے دور یہ دکھ تھا کہ کبھی بیٹا  
 کو ہے تو تن کو نہیں کرتی تو بیٹا کو  
 نہیں وارث قید تھا اب اللہ نے ان  
 مصیبتوں سے نجات دی تو اور قیامت  
 نازل ہو گئی کہ ناصر اور جو فی کا نساء  
 خشت ازبام ہو گیا لاچار بچا رہی نے پردہ  
 شروع کر دیا لڑکی پر تنبیہ کی آپ بھی  
 مٹھنا بیٹھا ادھر کا بندہ کر دیا سرت ماما  
 کہ وہ باہر اندر جا کر سودا سلفت کر لیتی ہے

اس شریب کے حق بجانب ہو ایک تو  
 اکیلی کنواری بچی۔ برا زمانہ۔ وہی جو  
 مثل مشہور ہو کہ ہونٹوں نکلی اور کوٹھن  
 چڑھی اسکا ڈرنا پکا ہے۔ کچا سا تھا ہی  
 لیے۔ تو برا ہوتا ہے دنیا کی زبان کس سے  
 بکڑی ہو آج کو تو نقطہ دونوں کی محبت  
 ہی مشہور ہو کل کو کچھ اور نہمت رکھ دلی  
 تو وہ تو بن آئے مرگئی یا نہیں مہمان کو  
 کیا جواب دیگی اپنی ناک۔ سہی تو مہمان  
 کی ناک تو کٹ جائیگی اسی لیے چھوٹک  
 چھوٹک کر دم رکھ رہی ہو بچی کی حالت  
 جب عور کرتی ہو تو اور دم اسٹے لگتا ہے  
 اسے جب دیکھو چپ لگی ہوئی ہو جب  
 بات کر دو خاموش زیادہ برا بھلا کہا دوسرے  
 لڑکیا کوئی عقل تو نہیں جانی رہی کس  
 مرد سے کا سوگ لیکر بیٹھی ہو زبان جب  
 دیکھو اکھڑائی کھڑائی لیے پڑی ہو  
 تو وہ رونے لگتی ہے زیادہ اس واسطے نہیں  
 دھمکانی کہ کہیں کچھ اور نہ گل گل جائے  
 اصل یہ چھوٹا غلاب سے بھلا اب  
 بچا رہی دو لہن بیگم دوسرے غلاب میں  
 گرفتار ہیں جانتی سب کچھ ہیں لیکن  
 کرین تو کیا کرین کچھ بن بھی طے آخر  
 بیٹھے بیٹھے آج ایک ندیر سوختی ہوتوں  
 گھر میں پڑے پڑے اپنا بھی جی گھبرا گیا



تھا دوسرے کھٹے جاتے بھی تھے سردی بھی  
 کم ہو چلی تھی جی میں آگئی کہ لاڈ منصور کے  
 مقبرے پہلو جوئی بھی خوش ہو جائیگی اسکا دل  
 بہل جائیگا مقبول اور احمد بھی ہوا کھا آگئے اس  
 خیال کا دل میں آتا تھا کہ انھوں نے ماما کو بھیج کر  
 باہر سے مقبول اور احمد کو بلوایا اور جھٹ پٹ  
 چلے گا سامان کر گا ڈی مسکا کر آئیں مینٹ  
 منصور کے مقبرے جا آئیں مقبول نواشاہد  
 اب جو ان میں کمزور کہ جونی سے ۲-۵ برس بڑے  
 ہیں موچھین بھی مکمل آئیں نذر و قامت  
 بھی اچھا خاصہ ہو گیا ہو لیکن بیانت ہمت  
 میں نہیں تھی نہ مل سکی۔ تین دفعہ ٹل کا  
 امتحان دیا اور تینوں دفعہ فیل ہو ہو گئے  
 ہاں اب کسی دفتر میں نقشہ نویسی سیکھے ہیں  
 احمد شیک بڑا ذہین ہوا اسے اس آٹھ ہی  
 برس کی عمر میں پانچویں حاعت پنجاب چلے  
 کی پاس کرنی ہو اور فرسٹ ٹل میں پڑھتا ہو  
 ۲ برس میں ٹل پاس کر لیا اردنوں بھائی مقبرے  
 کے چھانک پر گاڑی سے اتارے دربانوں  
 سے اکاحی وغیرہ دیکر اچھی طرح تفید کر دیا  
 کہ بھٹی دیکھو ہماری ذہنی سواریاں اندر  
 جاتی ہیں کوئی وہ کھٹے ہم لوگ سیر کرینگے  
 اس وقت کوئی غیر سوز اندر نہ آسکے یہ کہہ کر  
 پہلے ہوا اور وہاں سیر کر کے جونی اور ماما کے  
 مزار میں چلی گئیں وہاں کوئی تیار نہ ہو

ہوئے گئے صبح سے ابر تو تھا ہی اسوقت  
 اور شفق سی بھولی ہوئی معلوم ہوتی ہے  
 لال بادل نیلے آسمان پر کچھ ایسا جو بن  
 دکھا رہے ہیں کہ وصل و حل جیسے شہابی  
 چادرین آبی فرش پر جگہ جگہ ٹوڑا دی گئی  
 ہوں یا آسمانی رنگ کے بھو نو کو گل لالہ  
 سے ہوا کے اُس اچھو کے نے کھلے ملو ادا ہو  
 جو صبح ہی صبح دبے پانوں صحن گلشن میں  
 آکر مست خواب سہرے اور ہریانی ستوالی  
 ڈالیوں کو نیند سے ہشیار کر کر جاتا ہے  
 حقیقت میں کوئی کیسا ہی مردہ دل کیوں  
 نہوا سوت کی گہری سہری اور چمکیلی خوشنما  
 سرخی دیکھ کر کیوں نہ اسکا دل کنڈیل کی طرح  
 سے کھل جائیگا۔ چنانچہ چھانک میں سے  
 گذرتے ہی باغ کی جو ہوا لگی تو جونی  
 بھی ناشگفتہ کلی کی طرح نیم سحر کے بھوکے  
 سے سکرادین جلدی جلدی اقدیم اٹھاتی  
 ہوئی مان کے ساتھ ساتھ چلی آئی ہیں  
 یہ وہ مقام ہو جو دتی سے ۳ کو س پر  
 واقع ہے قطب صاحب کی ترک پر  
 جاؤ تو دھولے کنوئیں سے آگے بڑھ کر  
 منصور کا مقبرہ ملتا ہو اسکے سامنے بالکل  
 سیدہ میں کوئی میل بھر کے فصل سے دھرا  
 جوابی مقبرہ بھی ہوا اسے ہایرن کا مقبرہ  
 کہتے ہیں۔ سننے آئے ہیں کہ ہایرن



بادشاہ تھا اور منصور وزیر پہلے وزیر نے  
 یہ مقبرہ بنوایا پھر بادشاہ نے وہ عمارت  
 یادگار بنائی غرض ہیں دونوں لاجواب  
 وہ نظام الدین اور بیاذری زرخش کے نزار  
 کے متصل ہے یہ یہاں شاہ مردان کی درگاہ  
 کے پاس واقع ہے۔ دولہن بیگم اپنی  
 منہوم بیٹی کا دل بہلانے بیان تاجین تاجین  
 لیکن ملین خوت ہو کہیں اس بارع ہا بارع  
 میں کوئی اور گل نہ پھولے خیر چہ بار باد  
 اس وقت سب کے سب خوش خوش باغی سار  
 لوتے تریب پچھا مک سے مقبرے تک جو سب  
 چوڑا حوض گیا ہے۔ اس کے کنارے کنارے  
 پانی کی سیر جیسی رکھنے جا رہے ہیں یہ بہت  
 بڑا احاطہ ہے جو سمجھ گلشن کی صورت ہے جسے  
 مقبرہ کی بہت لمبی کرسی کو گھیر کر جو طرہ اپنی  
 رنگیناں جامدین ہیں سیر و ختی بہت کچھ ہے  
 انار فالسے نارنگیاں چکوزے بٹھے کھٹے  
 کہرنیاں امر و کار و آم اپنی اپنی رست میں  
 بھلا چھو لاکرے ہیں لاہور و دہلی لگا این سب  
 جاتی ہیں تو بچپن کے دھنی یعنی میان  
 احمد بہتیرا ملجائے ہیں نہ دڑ کر کوئی نہ کوئی  
 میوہ توڑ کر اڑا جائیں کیونکہ بہت سی طالیاں  
 انکے بوجھ سے مجھ رہیں ہیں لیکن مان کا  
 خرم اور باد ہر با سبائون کی تہمد و تشدید  
 ارمان نہیں نکالنے دیا مگر چوری سے

جاگتا تو کیا ہیرا پھیری سے بھی جاگتا  
 گھبرا کر بے چین ہو کر جوئی کا ہاتھ  
 پر شکر کر گئے سرور جاتے ہیں۔ آپا آپا  
 دیکھو وہ گترے اچھی اسے اسے دیکھو  
 دیکھو وہ جانے کیا چیز ہے۔ تم کو تو ابھی توڑ  
 لاؤں۔

جوئی۔ واہ بھئی۔ پرایا باغ ہے۔ خزار  
 یہاں کسی بچل بچل کو بھول کر بھی نہ آتا تھا  
 ہین سپاہی کڑ لہجہ ایسا ہی باتیں ہوتی  
 ہوا تین سب کے سب مقبرہ کے زینے  
 تک پہنچنے سے بیویوں پر چڑھنے کے بعد  
 سنگ سرخ کے بٹے و سج زرخ کو طے کرتا  
 بڑا عین مقبرے کے دو منز لے کے پہنچے  
 ہو نکل۔

منقبول۔ کوئی مان جان کسان  
 بھول۔  
 دو وطن بیگم۔ اور۔ دھرا پر  
 جوئی۔ ان۔ برآمدے والے  
 رخ کیوں نا احمد۔

احمد۔ مجھ سے بڑھتی ہو؟ میں تو یہ کہتا  
 مہن اور پر جا کر کیا کر دلی میں بٹھ جائیں  
 اور میں باغ میں سے جا کر میوے توڑ توڑ  
 کے بھولیاں بھولا تا کیونکہ اور پر سے  
 اترنے چڑھنے میں بگھے بڑی تکلیف  
 ہوگی۔



ہوئی ہیں۔ احمد بیٹے شکر کو لٹا ہی تو ہو گیا  
 اوپر اسے جلدی سے دوڑ کر کہیں اور ہرادر  
 سے ایسا کوٹا لٹا ہی تماش کر لیا اور جھٹ  
 فرش پر آ بیٹھا اور زور زور سے است  
 مانگنے لگا اب تمام رال بہہ کر اور ہرادر  
 ہونٹوں سے گر رہی ہے اور یہ گردن  
 لٹکائے ہوئے برآمدے کے نیچے خد کے  
 جاگتا ہے۔

دو وطن سلیم۔ اسکر اکرا اسے ہے  
 کہتی ہوں رات کے نوٹری تو نہیں ہو گیا ہر  
 موسے حرص کے دوائے پہلے سے  
 نہ سو جھی۔ جب کسی نے کوئی بات کہی اس  
 وطن لگ گئی اب فضلین نے کہہ دیا اور  
 تمہیں یاد آ گیا نہیں تو نہیں خبر نہیں  
 ہوتے پھر اس مانجھا مانجھی سے فائدہ  
 دوسرے کے عقل سے سارا ہی کام چلتا ہے  
 کچھ آپ بھی تو سوچا کرو۔ دیکھو دیکھو غلے  
 بے اور گردن پھیر رال ٹپک پر جی  
 گلوڑی چرکھٹی کا ستیا تاس ہو بائیں  
 تو یہ بھی نہیں مانتا کسی طرح بائیں ذرا متنا  
 نہیں اور ادھر منہ کیے ہوئے دو گنا  
 چو گنا کھس رہا ہے تیری شامت تو نہیں  
 آئی۔ قسم ہے گرے دے ذرا پیر دیکھ لیا  
 کیا مزا چھائی ہوں میں کہتی ہوں جیسے  
 کی باتیں کیا کر جیسے کی جیسے بچارا بالکل تبا

دو وطن سلیم۔ ہنس کر غلطی غلطی۔ بس  
 اسے تو نہیں چھوڑ دو۔ شریر ہاتھ کڑکے  
 چل اور پر۔ سب ایک کے بعد ایک چڑھتے  
 گئے۔ برآمدے میں پہنچے ہی فضلین نے  
 بکے فرش پر چوٹھی کچھا دی پاندان رکھ دیا  
 اور سب پنچا لک کی طرت منہ کر کے  
 بیٹھ گئے۔

احمد۔ فضلین اور فضلین بان بنا۔  
 فضلین۔ میاں بان کیا کر دے  
 کھا کے۔

احمد۔ کیوں ہم نہیں کھا کینگے تو کیا تو  
 کھا ایگی۔

فضلین۔ ان میرا کھانا تو فرض ہے کہ کوئی  
 میں ذرہ کھاتی ہوں مجھے طلب ہے خدا  
 نہ کرے آپ کو تو طلب نہیں۔

احمد۔ (منہ چڑا کر) اسے اسے مجھے طلب  
 ہو اور تمہیں طلب نہیں۔ ہم نہیں جانتے  
 نادے بان میں۔

فضلین۔ راہ راہ سبحان اللہ کیا اچھا  
 منہ معلوم ہوتا ہے اور کیا اچھے ذات ہیں  
 اسے یہ زور شور میں کہ ہم بان کھا کینگے  
 پہلے ہی تمام منہ اور لہان ہو رہا ہے۔  
 سیان جو بان کھاتے ہیں وہ دانتوں  
 کی منہ کی بھی خبر کھا کر تے ہیں آپکی  
 طرح سے نہیں۔ تو یہ دیکھنے سے نفرت



نکھنا بچہ ہے۔

احمد۔ ابراہیم کے باہر کی طرف گزرنے پر  
جھکا کر تھوکتا ہے اور بڑی تمکنت سے

کہتا ہے، جناب میں ایسا بدتمیز تو ہوں ہی  
ہمیں کہ اپنی انگلی اپنے دانت اپنے منہ پر

قبضہ رکھ سکوں۔ بوند بوند تو منہ سے

جھپکتی اور جو تھی جب خراب ہوتی کہ

میں کوئی ایسا ویسا آدمی ہوتا آپ چو کہ

خدا رکھے ایک سمجھدار اللہ آدمی ہوں سب

کچھ سمجھتا ہوں مکن نہیں جو کسی کی طبیعت سے

ٹھک کوئی بات کر دن۔

مقبول۔ اللہ اللہ۔

سب احمد کی باتوں پر ہنسنے لگے۔

جونی۔ تو ہے بچے تیری باتیں کب پنا

تو دیکھو اور خدا جائے کیسی کیسی

باتیں دل غ سے آمار کے کرتا ہے کہ ہوش

جاتے ہیں۔ لیکن تن بدن کی جو خبر مودہتی

بھر نہیں میان صاحب تیسرا ایسے ہی

ہوتے ہیں جیسے آپ

احمد۔ اور نہیں تو کہے ہوتے ہیں کچھ

آپ ہی جانیے۔ کیا ان کے سر پر سنگ

ہوتے ہیں؟

جونی۔ جی سنگ تو نہیں ہوتے لیکن

ایسے "سُن دھڑے" ہوتے ہیں

کہ جہاں کسی کام کو کہا اور جھٹ

اٹھ دوڑے لگے اسی کو کرنے۔ ہینہ ہینہ

بکھر جو شخص نہ نہاے وہ برسوں دانت بھی

باجھ سکتا ہے جب دیکھو بھینڈی جی رہتی

ہر آج پڑا جاؤ سوچا ہے۔ وہ بھی بی فضول

کے کہنے سے۔

احمد۔ (تھوکتا کر) خیر جناب وہ میرے

تو ہمیشہ بھینڈی ہی رہتی ہے۔ آپ کی طرح

تو نہیں ہوں کہ جب دیکھو چلی پڑتی ہیں

جب دیکھو سپر رہتی ہیں۔ ننہا بن گئی ہیں

بھری ہوئی ہیں بسم بسم ہم اور کچھ نہیں

کرتے تو اپنی امان بی کو اٹھا دیتے ہیں

اس فقرے پر سب کھنکھارنے لگے

اور جونی اتنے سے تھنے سے ہنسنے لگی

سن کر چھپ ہی تو گئی پھر بات حال کر

کہنے لگی۔

جونی۔ جی بڑے ہنسائے دلے۔ آؤ

یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو چلو باغ

میں چلیں۔ مگر بھئی خدا کے لیے جو کچھ

ان سے توڑ دوڑو تو نہیں بیٹھو ہم آپ

دیکھ آئیے۔

احمد۔ تو جناب رہنے دیجئے میں ایسے

باغ کی سیر کو نہیں جاتا جہاں کسی چیز کے

اتھ لگانے کی اجازت نہ ہو۔

جونی۔ بس تو معاف رکھیے ہم آپ

جائیں گے۔



دو وطن یکم - اسے نوج بوا کیلی کیا کر دگی  
جا کے مقبول چلے جائیں گے بہن فٹنسن  
کو لیجاؤ۔

جونی - (ا تو کس انسگ سے اٹھی تھی  
یا بہت ہی مایوس صورت بنا کر، چلو  
رہے دو اب کون جاے میں سے بیٹھے  
بیٹھے سو کچھ دیکھ رہے ہیں  
دو وطن یکم - (دلیں اسکی متناظر کا  
مت جا تصور کر کے) واہ ری اڑ کی آپ ہی  
تو کہا کہ میں باغ میں پھرنی جب میں نے  
کہا جاؤ تو لیکن ٹون ٹان کرنے۔

جونی - (بہت ہی بد دل سے) اچھی  
یہاں دھڑا ہی کیا ہوا اس سے تو کسی اور  
باغ میں چلی تو میں وہی دل کے پاس ہی  
بہت سے باغ سننے بہن نگوڑا موتی باغ ہو  
اور جائے کون کون - روشن آرا - چھٹی  
نویسی -

دو وطن یکم - (چین پر آبرو ہو کر)  
شاہ اش اسے بیٹی تیرے کئے کو لو اور  
سنو تا شاہ - اری بوا میں کتنی ہوں آپ  
ہی تو جاتی تھیں میرے کہہ دینے میں  
کیا تھیں گلیا رہی چٹی نویسی اور روشن کیا  
تو بوا میں مجھ سے تو قسم لے لے جو میں نے  
سوائے اس باغ اور دوسرے کبھی دوسرے  
باغ کی صورت تو صورت نام بھی سنا ہو چلے

میری جونی وہ کہاں کہاں ہیں دوسرے مجھے  
ایسی ضرورت ہی کیا پڑی تھی جو میں تمام دینا  
کی خاک اڑانی پھرتی - نیکی بر باد گناہ لازم  
میں نے تو کہا کہ یعنی اتنے دن سے بند پڑی  
ہو اسکا جی گھبرا تا ہوگا چلے گھر میں ہی  
صبح و شام کیا ریون دبا رہو عین پھر ہوا  
کر اپنا دل ہلا یعنی تھی آپ سینیون سے  
بندک بند میں طبیعت اگتا گئی ہوگی لاؤ  
منصور کے مقبرے ہی لیون گھنٹہ دیکھ گھنٹہ  
میں پھر پھر کر دیکھ بھال کر چلی آگئی اسکا  
جی خوش نم ہو جائیگا تو وہ الٹی کتنی ہیں کہ میں  
کہا کہ دن جا کر واہ واہ واہ۔

جونی - (ازبر دستی مسکرا کر) تو ہمارا توجی  
نہیں چاہتا اب تم آپ ہی ہو آؤ - احمد  
کو لیجاؤ - بھائی مقبول - لے لو وہ چلے  
آپ ہی - انھیں لیجاؤ (مقبول چلا جاتا  
ہو) فٹنسن ہے انھیں دکھلاؤ لاؤ فٹنسن میں  
تو اب بہن جانکی۔

دو وطن یکم - (چلے اسوقت اسکی انکار  
سے تھکے ہی لگ گئے تھے) جونی تمہاری  
انھیں باتوں نے تو میں ادھر ہوا کر دیا  
نگوڑا کسی وقت مزاج ہی ٹھیک نہیں  
چھٹ پنے میں نواہی اکل کھری نہیں  
تھیں نسیم ہو تو ذرا بھی تو آنکھ میں لگاؤ  
بہن جھڑا بھی ہو ہو ہر کجخت جی شرم



سب اڑ گئی۔ پہلے یہ تو تھا کہ ذرا طور ڈرتی تھی  
 بھی تھی اب نہ وہ کیا نکالا ہو کہ تم آسمان پر  
 پر ہو گیلین کیونکہ ظاہر ہی میں نہیں لائیں  
 چلا آٹھو ہو چکا بس میں بھی چلتی ہوں۔ جری  
 بجا رہی کیوں بیٹھے دلی  
 جونی۔ دلی کے در سے کانپ کر اٹھی  
 امان جان اب ہم کیونکر کہیں تم تو دراز اس  
 بات میں گم ہو جاتی ہو در پہلے ایسی تھی اور  
 اندر خواستہ میں نے کب آئے سانس بھی  
 آدمی بات بھی کہی ہو یہ دوسری بات ہے  
 کہ آپ کا جی بھر جن ناحق تھا ہو نیکو چاہتا تو  
 تو بسم اللہ تھا ہو بیٹھے۔ مار بیٹھے میں  
 حاضر ہوں دغا لے لے یہ نعرے کچھ اس  
 عاجزی سے کہے کہ ہمارا بھی دل بھر آیا  
 خود بھی سوئے لگی  
 دو وطن بیگم۔ (جنہوں نے مجھ سے  
 لیکر آج تک کبھی اس کے انگلی بھی نہیں لگائی  
 تھی اس کے بے وقت الحاح پر بے چین گزرتی  
 پھر رہی۔ اہلین میں کہتی ہوں صاحبزادی  
 یہ تمہارا حال کیا ہو رہا ہے پر ہاتھ مار کے  
 اسے اٹھ کر کچھ کچھ میرے کمرے میں لے گیا ہو  
 تمہارا مطلب کیا ہو نسیم ہی جونی کی دین  
 انہیں باتوں سے ترے ساتھ تھا جاسے  
 کیا کہ کر بیٹھوں غصیب خدا میں نے  
 کب کہا میں مار دن کی اری بے ایمان  
 ہمیشہ آنکھوں میں تھک رہا تھا اب جب  
 پردان جوڑنے کے قسا بل ہوئی تو میں  
 کچھ مار دیتی وہاں ہی قدر دان بیٹھی تو کچھ  
 اپنے دل کا حال تو کہہ آپ ہی مٹی نہ  
 آپ ہی گزرتی ہو۔ چہرہ میں اور بھی تو غم  
 اچھی برا تو ہی بیٹھے بتا دے پہلے کبھی تو  
 اتنی چاندی رہا کرتی تھی جیسے کہ اب  
 کوئی وہ بیٹھے سے ہو گئی ہو دراز بات  
 کی اور بگڑی دراز کچھ کہا اور سر پر کھول  
 گیلین۔ مجھ سے سوئے بیٹھے لگے۔ میں  
 کہتی ہوں یہ مزاج کا حال رہا تو بیٹھی ہو  
 آگے کو کیا ہوئی ہو ہم تو خیر صبر بھی  
 ہو رہا تھا لیکن ہمیشہ تو نہیں ہمارے  
 ساتھ نہیں رہتا ہے جسے طر جاؤں وہ  
 کیونکر ان لمورن کر اٹھائے گا ساس  
 ملازادی کیوں یہ نعرے اٹھائے لگی تھی  
 اسے نہان کیا حال ہو گا۔ بیوی بہنو  
 ہوش میں آؤ اپنا مزاج ٹھیک کر دیا طرح  
 کہیں نہیں بچنے کی اس طویل تقریر  
 کے بعد دونوں طرف سنا ہوا گیا  
 اور ادھر۔ دو وطن بیگم اور ادھر جونی  
 دونوں خاموش ہو گئے جونی کی گردن  
 جھکی ہوئی ہو اور زار و قطار آسوا سلی  
 آنکھیں نہ رہیں۔  
 دو وطن بیگم۔ (پھر اس طرف دیکھ کر)



لڑکی لڑکی خدا کو مان لکڑ تو اس رہے  
دھوئے کو چھوڑ - میں کہتی ہوں نہ مٹا کھو  
نہ مٹا -

جوتی - آؤ پو بچکر مسکراتی ہوئی  
بی اب میں سے کیا کہہ رہی ہوں مخواہ  
مخواہ بھی -

دو وطن بیگم - دپار سے اسکی ٹھوڑی کو  
چھوڑ نہ رہے تھیں رہیں لیکن دل تو دکھا  
رہی ہو - ہم کہتے ہیں جہان جاتی تھیں  
دہان کیوں نہیں جاتیں اب اٹھ میری  
جان اوٹھ - نگوڑی مٹھے ہر وقت  
رہا ہی لگا رہتا ہے موئی محرم کی  
پیدا یل -

جوتی - زمان کے محبت آمیز فقرے  
سکر - باہل اس انداز میں صطرح کم سن  
بچے اپنے والدین سے ناز کرتے ہیں  
جوتی تو امان جان ہم تو اکیلے ہی  
جائیں گے -

دو وطن بیگم - واہ - واہ - واہ - اب  
یہ نئی ضد نکال رہی - اکیلی کیا کر دگی جاگے  
شل مشہور ہو - اکیلا نہ ہوتا کھلا نہ روتا  
مٹھ - دوانی سوئی ہے اچھا بھئی یونہی  
میں ایک کٹھن میں تم جانا ایک میں  
ہم سب اسے نوادگ اٹک ہو گئے  
کچلے ہو گئے -

جوتی - واہ اس طرح تھوڑا ہی یہ تو ایک  
ہی بات ہوئی - نہیں ہم پہلے ایک دفعہ  
خوب جی بھر کے سیر کر آئیں پھر تم سب کو  
سب چلے جانا -

دو وطن بیگم - تو بہ اشد خبیثی صندین  
کرتی ہو دسکرا دین ایسی اکیلے مارے  
مارے پھر نے سے فائدہ نہیں میں نہیں  
جائے دو جنگی -

جوتی - بات تھوڑ کر منتیں کرتی ہوئی  
ابھی میری امان میری امان جان  
جائے دو -

دو وطن بیگم - موئی اکیلی بارخ میں  
پھر گئی کھڑا لگا رہا پندرا ہو خدا خواستہ  
خدا خواستہ خاک میرے منہ میں کوئی  
سایہ سکھ ہو گیا اور چل بسین تو میں انکو  
مٹھا رہے باوا جی کو کیا جواب دو جنگی -

جوتی - تو بہ - کیا کیا باتیں کرتی ہیں  
ایک آدمہ ٹھوڑی میں مجھے سایہ سکھ بھی  
ہو جائیگا - مر بھی جاؤنگی غرض جو کچھ ہوگا  
وہ ابھی ہو جائیگا - ابھی میری امان نہیں  
مٹھا رہے ہاتھ جوڑ دن اتو ہوا آئے دو  
دو امن بیگم - جو اپنی لاڈلی بیٹی کی ہر آن  
پر جان نثار کرنے والی ہیں اور باوجودیکہ  
اسکا جی نہیں چاہتا تھا کہ یہ اکیلی جائے  
لیکن جب اسکی ضد ہی دیکھی اور حقیقت



میں بیان آئی بھی جو اسی کی خوشی کے لیے  
لاچار انھیں ناگوار کو گوارا کرنا پڑا اور اسے  
مجبور کیا۔ جاؤ بھی مرد کہیں نہیں کیا ماری  
جاسے۔

جونی بھلا اب کمان تھی خوشی خوشی اٹھی  
رضائی کا بجل مارا کفن پائی پہنی اور بنے  
کو پا مال کرنے جل کھڑی ہوئی دھن بکیم  
یا تو بیٹی کے ساتھ جاتی تھیں یا اہلوتی بیٹی  
کی صندھے مجبور کر کے دین پھر بٹھا دیا۔  
بان احمد ایک شریہ ہر وہ بہن کے پیچھے بٹھے  
بھاگا برج کی سیڑھیوں سے اترتے اترتے  
دونوں کا ساتھ ہو گیا۔

جونی۔ آگے نا آپ بھی۔ آخر پیری  
کل۔

احمد۔ کیوں۔ ہم کوئی آپ کے ساتھ تھوڑی  
جاوینگے۔ تم اپنے دل کی رفتار جو تو ہم  
اپنے دل کے رفتار ہیں۔

ان سیڑھیوں سے اتر کر جو میرہ جونی کا  
بستر ٹھکی فرش پر آنا کوئی دیکھے۔ انوس  
ہمارا دوست یار سن بجز حوصلہ مند شریف المزاج  
نیک طبیعت آشفہ سر ناصر خدا جانے  
اس وقت کمان پر۔ گوا بھی چند ہی سال  
کی عمر کو کچھ سادہ بینج پختہ مغزان جنون  
را کے حیا زنجیر است۔ یہ ابھی سے  
آپ سے باہر ہڈی ڈل شکل ابھی سال پاس

ہوا ہے انٹرنس کی فکر کرنی چاہیے تھی۔  
وہا بھل معلوم۔ اس واسطے کہ اسے ہوش  
ہی نہیں۔ جیٹوں کی طرح سے کتاب لی جھپ  
جا بیٹھا اور صر جاتیٹھا۔ حیدر سے جونی  
سے پردا کیا گیا ہر بس قیامت آگئی ہر  
کسی سے کہہ سکتا ہر نہ سن سکتا ہر دل ہی دل  
میں گھٹ گھٹ کر مرا جاتا ہر۔ کالج جاتا ہر  
مرد ہی بیدلی سے۔ دن۔ رات اسی فکر  
میں ہر کہ کسی طرح اُس چاند سی صورت  
کو دیکھو سے آپ ہی آپ باتیں کیا کرتا ہر  
گھر میں جب کسی سے دیکھ لیا اور اس بوہکی  
کا سبب پوچھا تو بگڑ گئے جھٹ تیوری  
پڑا حائی۔ مان ہر وہ ڈرنی ہر بھٹی ہر  
وہ بدو داغ ہر ایک ہی بچہ ہر دبا سے  
دھمکا کے کمان۔ ہے یا وہ انھیں دن  
رات فرست ہی نہیں۔ بھی نو دس بجے  
تھکے ماند سے نوں مال دینو سے آتے  
ہر آئے کوہا نکھایا بڑے سوہے سے  
اسٹے ناز پر ہی بچہ آشفہ کیا اور پھر کل  
آگے نو بجے پھر گھر میں گھسے، کھانا کھا یا  
اور کالج۔ عرض انھیں ذرا جبر نہیں کیا  
گذر رہی ہر۔ بان عورتوں کو سب کچھ  
معلوم ہر وہ کہنا جا رہی ہیں لیکن ڈر گئے  
مارے کہ ایسا ہو ہر سے نہیں جواب ہے  
ہر کوئی ظلم نو ڈرین کچھ نہیں کہہ سکتے



سب کے سب دبو دبو کئے جاتے ہیں اور  
 ہر حضرت بھونٹتے ہیں لیکن ہر سے  
 کبھی بھولے ہی سے نکلے ہیں مدد سے  
 وقت کے علاوہ میں ٹھیک ہر ایہ ہیں اور  
 جوئی کا خیال انسو میں جھکا کر رہے  
 ہیں وہ اس وقت بیان نہ ہو میں نے جوئی کا  
 حسن عالم فریب آج دیکھا اللہ اللہ  
 یہ جوئی ہر ابھی کچھ ہے روکین ان کا  
 دودھ بازوں کے تھپتھپتے ہیں ہر جوئی ان کا  
 سانی مات میں گلن کیا گل انارنگا ہوا  
 حنا ہوا میں سنہری ٹھیکہ کا ڈوبتے  
 کسی کے بھول کے چہرہ پر شایا جاتا ہے  
 شفق میں چاند نیت پر روشنی ہوئی چوٹی میں  
 پھر سب کی سب بھولوں سے بھایا ہوا سسٹنچ  
 سو بات گلے میں روئیں دار بنیان اس پر  
 بھول کر مری۔ سبز اظہار کا بڑے پاکوان  
 کا پا لگا۔ پریل میں جھانپیں اور میں  
 تین چلہ ار جو دیان سفید کے کی لودی  
 نعلی کف پانی کوئی بھو مینا جھانپتا جھانپتا  
 جاتا ہے کوئی بیگانہ اور آنکھیں بچھائے  
 دیتا ہے آہ یہ کون ہے باغ کا سہرہ ہے  
 جو اہیں پائے نگارین کے جوئے کے  
 لے اپنا مار لا جاتا خیال میں نہیں لاتا  
 اسکے باجھن نے پھیل پھیل کر زمین پر  
 گرا خرمن کیا تو یہ ذرا کی ذرا کی خبر لینے کو

پھر کھنٹی کھانسی پر پائے چھوڑ کر دونوں  
 ہاتھوں سے قرب اچھی صبح انہیں خیال  
 سنبھال کر بائیں کھائی پر ڈالا اور پھر کھشت  
 شروع کر دی اب بھی اس بھول رنگاہ ہو  
 بھی اس بیکوئی کو بھانپا جا رہا ہے وہاں  
 ایک آدھ شہد کی مکھی یا بھو زانظر آیا مجھ  
 وہاں سے ٹھہر کر آگے بڑھی کہ کہیں پہلے  
 کی طرح سے بیان ہی کوئی بھو زادہ زرشان  
 ذکر سے خیر وہاں تو یہ تھا کہ ناصر موجود تھے  
 ناصر کا نام دل ہی دل میں آیا تھا کہ چہرہ  
 پر بھی اسکی طبیعت کے آثار نمایاں ہوتے  
 چلتے چلتے ایک ٹھنڈی سانس پھری اور پہلے  
 پہلے ہونٹ رہے گئے۔ احمد بھی سانس  
 ساتھ دوڑتا آ رہا تھا بھی اس ٹھنی کو توڑ  
 لیا ہر بھی اس بھول کو نوح مینا ہے  
 ادھر کو دگیا ادھر جا بھلا بھلا چھوڑ کر  
 ہن کے برابر آگیا۔ غرض وہ دوڑ  
 دھوپ نوح کھٹ پٹ میں مصروف ہوا اور  
 یہ اس سیر گلشن یا کسی کی یاد میں مشغول  
 لیکن یہ نظر حیف نظر ہماری اس وقت  
 کی اسکی ستانی جال کیا کوئی دیکھ کر آپے  
 میں ہی رہ سکتا ہے تو یہ تو یہ دیکھنے سے  
 کر بھکی ہون مٹھا ابھرتے ہیں سنبھلتے ہیں  
 خدا جانے چلتے چلتے اس کے دل میں  
 کیا شرارت آئی جو کئی بھول نہڑنے سوچتے



اسے احمد کو بکارا وہ جو پاس آیا تو یہ کہنے لگی  
 بیان آما بھیا دڑا۔  
 احمد۔ دپاس آکر کیوں آپا۔ آپا کہو  
 جوئی۔ بھئی تم تو ایسے کھٹکڑی ہو کہ ہر  
 سوال کے کھیل کے اسے نوڑا سے پھوڑ اور کچھ  
 ہی نہیں۔ ذرا ہمارے ساتھ چلو اور ہمارے  
 ہمارے ساتھ کیا چلو۔ ایک کام نہیں کرتے  
 پچھا تک باہر جا کر بھائی مقبول کو بہین  
 آئے۔  
 احمد۔ کیوں؟  
 جوئی۔ انھیں کیا تم بلا تو لاؤ۔ میرا بھائی  
 قسم ہے وہ آجائے تو مایوں سے کہہ کر  
 وہ آئے جار آئے دے دلا کر کچھ چل سہا سے  
 تو دینے پھر فرے سے چکر امان جان کے  
 پاس کھا لینگے۔ اچھا تم جاؤ تو مہی ذرا بلاؤ  
 انھیں۔ شاہاش شاہاش۔  
 احمد۔ بھئی آپا۔ اب وہاں ڈیڑھ آؤں  
 کون جائے ہم تو یہ کہتے ہیں پادہ تو ہم  
 اب یہاں کون ٹھیک ہو توڑ جو جی چاہو  
 چلے لگیں گے۔ انھیں پیسے دیدینگے۔  
 جوئی۔ داتا تو بس پنے پانے ہی کاہ کرتے  
 ہوا بھی وہ دیکھ لینگے کہ تو دعائی پچا لینگے  
 ان کو ضرور مگی نوہ کسیر چھلا میں آ۔ جاؤ تم  
 جھڑک کہہ دیا اس طرح کیا کر داما لایا چلا  
 جاتا ہے اس کا باہا تھا جو تھوڑی ہو گئے

جا کر کہنے لگی آپا جی کیا میں نے دھوکا دیا  
 اسے اب کہیں اور ہر سر پہ جاؤں بھائی  
 آئیے احمد آئیے سارے میں بچے دنگ لینگے  
 جب طول آگے تو مان سے جا کر کہیں یہ  
 دوسری ہوئی آئیگی انھیں بھی اس وقت تک  
 نہ ملوگی جب تک وہ رونے نہ لگیں جب  
 ایسے ہی رونے لگیں گی کہ میل بھی جی کہنے  
 گئے تو پھر ایک ایک سانسے آجاؤ گی۔ میں  
 قسم ہر اچھی بات سوچتی ہے اور نہیں تو  
 مری بھاری مجھے باغ میں اکیلا نہیں لے  
 دیتیں انھیں اب ذرا مزا تو پکھاؤں مٹیوں  
 کا کھڑ کر سیانت کی رکالا اور آگے بڑھیں  
 اور اسی طرح اٹھلاں ہوئی ایک دس  
 دوسری روش پر ہوئی۔ خدا انظر سے  
 بچائے جب ہم اسکا یہ عالم دیکھتے ہیں ان  
 بے چین ہو جاتے ہیں اور ہم تو ہم سہان  
 جس کو دیکھ لو وہ کس فکر میں ہیں اٹھا اٹھا  
 سر کی انگلی برابر اٹھتی ہوئی ہر جگہ  
 یہ ہیں کہ لوگوں دیکھو دیکھو وہ کون جا آکر  
 ہمارے کس قیمت کا لڑکپن اور کس بلا کا  
 تباہ اسنے والا ہے۔ ہمارے چین کا چین  
 ٹوٹ لیا۔ نہ کس حیران بکھڑی ہو کر اٹھا  
 یہ کون بد نوشت ہے کس غصہ کی آنکھیں  
 میں کہ میں اتنے گناہیں چل کر گئی ہوں  
 گوارہ ذرا نظر بھی نہ نہیں پڑتا بلکہ آگ



بھی کو بخود بنائے دیتی ہیں غنچے ٹھیک ٹھیک

کر کسی کے چھوٹے سے دہانہ پر قربان  
ہو جائے جاتے ہیں جس بھول کی طرت  
جھک گئی گویا اسکی مراد آگئی اسنے ہاتھ  
بڑھایا اور رہاں تپتی تپتی زبان شکر بن گئی  
اسطرح جب اسنے بہت سے بھولوں سے  
گو و بھولی تو جس کام کے لیے ادھر آئی اٹھی  
دم بھی ادا کیا اور دوا کر ایک بھوٹ میں  
گھسکر چھپنے لگی یہ پاہتی تھی کہ آگے قدم  
بڑھائے جو عین دہن سامنے سر ایک  
صورت سامنے آکھڑی ہوئی۔

صورت۔ میری پیاری میری جان جوئی  
سلام۔

جوئی۔ جھجک کر۔ ہے ہے۔ توبہ ڈرا  
دیا اسوقت اسے تم بیان کہاں پرے  
حضرت ہو جی۔

ناصر۔ تمہارا شوق دیدہ کھینچ لایا تھا مگر  
سمجھ نہ سکا۔ تم کہو کہ یہاں آئین لے لے  
ترے قربان ہو جاؤں واہ کیا کار سازی  
کی ہے۔ قسم ہے مجھے امید بھی نہیں تھی  
کہ میں یہاں بھی مل سکوں گا ہاے پورے  
۵۔ ہینے کے بعد آج قسمت نے چک کر

یہ پاند سامنے دکھایا ہے۔ کہو اتنی عجیب  
جان نے تمہیں پردے میں چھپا کر خوب  
ابھی طرح سے دل کے بخار نکال لیے

ات

جوئی۔ بھئی بھکر کیا کر رہی وہ بیجاری  
دروازے کی طرت دکھ کر لوگ خدا  
جانے کیا کیا امان جان کو کہنے لگے۔  
انہیں لگا برا بلکہ راتوں کو روئی تھیں  
رو رو۔ یہ خوف تھا کہ اگر خدا نخواستہ  
خدا نخواستہ زیادہ بات بڑھ گئی تو اب جان  
او کی ناک چھلنی کاٹ لینگے کہ کبھی تو  
رہ کی کو ایسا اٹھایا بھئی اس مائے بخون  
نے ہمارا تمہارے بان آنا جانا بند کر دیا  
ہم تم سے مل نہ سکے نہیں تو یہ کہنے کو تھے  
کہ اب تم بھی اُن چھٹ پنے کی باؤں کو  
بھول بھال جاؤ جب نہیں تو اب غم رہے  
ہیں کہ آج سے تمہارا نام بھی نہ لیتے۔

ناصر۔ جی بجا۔ یہ تو ہم پہلے ہی جانتے  
تھے۔ انوس راستے پہرہ سے حسرت  
ٹپکنے لگی گردن بھی کر لی۔

جوئی۔ کیوں تھا ہر گئے کیا؟  
ناصر۔ خاموش۔

جوئی۔ مائیں ہو لو تو منہ سے۔

ناصر۔ بولیں کیا بولنے کے قابل نہیں  
رہے۔

جوئی۔ کیوں؟

ناصر۔ کیوں؟ تمام دنیا ہمیں نام  
دہرتی تھی۔ امان جان۔ چھوٹے بھائی



خدا جانے کون کون دیوانہ پاگل کھتا تھا  
 رہم خوش تھے کیونکہ ہمیں جسے مطلب تھا  
 اسکی طرف سے اطمینان تھا کہ وہ تو ہمیں  
 عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ لیکن اے  
 انوس۔ صدہارا انوس آج بھید کھلا کہ  
 وہ بھی ہمارا جانی دشمن ہے۔ واہ رسی  
 قسمت۔

جونئی۔ (مسکرا کر) اچھا وہ گویا میں ہوں  
 تو بہ کر تو بہ۔ میں تمھاری جانی دشمن کیوں  
 مرنے لگی تھی۔

ناصر۔ (دوڑ کر اسکی دونوں کلائیوں پر  
 لپتا ہے۔ اور اسکا دہنہ ہاتھ اپنے سینے پر  
 رکھ کر) بھلا جونئی سوچو تو تمھیں یہ مفید  
 ہے جہن سے ہوش سنبھالنے کے تمھیں

کو اپنی جان سمجھا تمھیں یہ ہمیشہ نگاہیں تھیں  
 ہیں جونئی ترے سر کی قسم جواب میں بھی اگر  
 دیکھا ہے تو کبھی کو۔ میں اتنا ہی بڑا مر جاؤں

اگر جھوٹ بولتا ہوں کہ میری زندگی تجھ  
 سے ہے۔ لاش سب پھر جائیں مگر تو  
 نہ بچو۔

جونئی۔ تو بہ تم تو ایسی بڑی بڑی باتیں  
 کرتے ہو۔ اچھا میں کہتی ہوں جب  
 میں باپ ہمارے تمھارے دونوں

آپس میں دشمن ہیں تو ہم تم کیونکر لاپ گھسنے  
 ہیں وہ ہیں بھی نہیں ایک جگہ بیٹھنے دینگے

ناصر۔ ہے ہے۔ دیکھو۔ میں ہیں  
 اے ہے تو بہ چھوڑو بھئی۔ قسم درہم  
 تو باتیں ہیں ابھی نہیں معلوم ہو ہیں

ناصر۔ ہے ہے۔ دیکھو۔ میں ہیں  
 اے ہے تو بہ چھوڑو بھئی۔ قسم درہم  
 تو باتیں ہیں ابھی نہیں معلوم ہو ہیں

ناصر۔ ہے ہے۔ دیکھو۔ میں ہیں  
 اے ہے تو بہ چھوڑو بھئی۔ قسم درہم  
 تو باتیں ہیں ابھی نہیں معلوم ہو ہیں



دیکھو اب ہم اما جان کو بچا رہے ہیں تو  
وہ بھائی مقبول اور احمد آگئے۔  
ناصر۔ تم کو بچھڑا کر دیتا ہے۔  
جوتی۔ ذرا دیر ہنر۔ مان بس یوں بات  
کر۔ اللہ کی قسم بھائی مقبول اب آنے ہی  
ہونگے میں نے اطمینان کو بھجیا ہے تم  
جاؤ اب یہاں سے وہ نہیں دیکھ لیتے تو  
پھر قیامت ہی ہو جائیگی۔ جاؤ سب اب  
نہیں ہماری جان کی قسم۔

ناصر۔ دیکھو جوتی۔ جیتے جی نہ مٹاؤ  
ابھی تو ہم نے نہیں جی بھر کے دیکھا بھی نہیں  
ہے۔ ایک ذرا تو اور آنکھیں سنیک لینے  
در۔ اسے نہیں ہم ترس نہیں آتا۔ جوتی  
یاد رہی کیا اب ہماری صورت سے ایسی  
نفرت ہو گئی۔ یہ تو دیکھو کہ ہم کس طرح تھانگ  
لگا کر بٹھارے میں بٹھو لیوں کے پیچھے پیچھے  
چلے آئے ہیں اب اتفاق سے جو اسد  
نے یوں ملا دیا تو تم ایسی رکھانی برتی ہو  
اچھا کیا ڈر ہے ہمارا بھئی خدا ہے۔

جوتی۔ رکھانی کی بات نہیں ہر تمھارے  
سر کی قسم بھائی مقبول اب آئے ہی رہے  
ہیں۔ نہیں تو یقین نہیں آتا۔

فقہ۔ نہ تمام کر کے بھاگی اور سیدھی  
انہیں پھوٹا یعنی انہیں گنجان درختوں  
میں جس میں ناصر چھپا بیٹھا ہوا تھا گھس نے

گئی۔ ناصر یہ دیکھ کر کب تاب لا سکتا تھا  
کہ جوتی یوں باتیں کرنے کرنے دھوکا  
دیکر چھپ جائے یہ بھی ساتھ ہی بھاگا  
وہ درختوں میں جا چکی تھی صرف آنچل  
اس کے ہاتھ میں آگیا۔ اب وہ ڈوہڑے کے  
پھٹ جانے کے مارے ٹھہر گئی سو اور  
یاسے باہر کھینچ رہا ہے۔ بڑے مزے  
کی کشائش ہے۔

ناصر۔ نکلو باہر قسم ہے نکلو نہیں میں بھی  
اند آتا ہوں نکلو۔ دیکھو۔

جوتی۔ اچھے خدا کے لئے سیر آنچل  
چھوڑ دو۔ نگور ڈا ڈوہڑے ہی کیا؟  
قسم ہے مسک جائیگا کہیں نہ کہیں سے  
تم چھوڑ دو تو ذرا۔ میں نکلتی ہوں۔ اچھا  
نکلتی ہوں اور کھلی تو ہے۔

یہاں سوال و جواب ہو ہی رہے تھے  
احمد آیا آیا بکارتا ہوا آگیا اور اس کے  
پیچھے پیچھے مقبول ان کی جھلک دیکھتے  
ہی ناصر نامراد کو اور کچھ بن نہ پڑی اور وہ  
ڈوہڑے چھوڑ کر دوسری طرف بھاگا ہوا  
جا چھا۔

احمد۔ ارے یہ کون تھا۔ کون مرودا ہے  
بھائی بھائی۔ اسے میان بھائی۔ بات  
تمھارے کی پہچان لیا ہے قسم ہے پہچان  
لیا ہے میان کیوں بھاگے ہو۔



## چھٹا باب

## بھانڑا پھوٹ گیا

باغ کی سیر سے واپس آئے ہوئے  
 آج تیسرے چوتھا دن ہے ناصر کا جوئی سے  
 باتیں کرنا یا وہاں موجود ہونا۔ سوائے  
 مقبول اور احمد کے کسی کو نہیں معلوم کہ جو  
 مقبول نے اس وقت ناصر جوئی کو ان دنوں  
 کے نیچے سے نکال یا تھا اور بہت ہی کبیدہ  
 خاطر ہو کر ان کے پاس بغیر ایک لفظ کے  
 پہونچا دیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ خاص  
 اپنی زبان سے ایسے شرمناک الفاظ کے  
 اور اگر کے کسی پہلو سے کہے۔ چنانچہ وہ بات  
 آج تک مخفی تھی لیکن جوئی روز در تری رہتی  
 تھی کہ آج کوئی کتنا بڑا کل کوئی امان کو کتنا  
 بارے میں چار روز تو ٹھنڈک سیلک سے  
 گذر گئے تھے۔ آج شام کے آٹھ بجے کی  
 کسی کو خبر نہیں تھی تاہم کھلے ہوئے  
 میں اور انھیں کی بہار دیکھنے کو آگاہی ملے  
 سخت پر۔ دو گھن بجے گاؤں کے سے  
 لگی ہوئی۔ پھولوں سے بالیاں بھرنے ہی  
 ہیں کہ اتنے میں یہ احمد باہر سے ایک  
 پھولوں کی گیند اور چھانٹا ہوا آیا۔ امان  
 اسے بی امان۔ امان جہان اور نڈبولتی

ہیں۔ دو گھن بجے۔ ارے کیا ہے۔ تو ہے  
 ایک ہان پکارے جاتا ہے کیا قیامت  
 آگئی۔ کیا بگلی تمھاری جان پر۔ کچھ منظر  
 سے پھوٹے تو سہی۔

احمد۔ ہنس کر۔ ارے بی۔ گیند کھینچی ہو  
 ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔  
 دو گھن بجے۔ بہت تیرا کھو جاتا ہے  
 کیسا بھی کچھ کہ گیند۔ گیند کا سگ۔  
 احمد۔ گیند میں بھائی ناصر نے دیا ہو  
 اور کہا ہے کہ آج کو دیدینا۔  
 دو گھن بجے۔ چل غارنی۔ کہیں کا  
 خبردار جو اس کے بچوں سے کھیلا ہوگا۔  
 کچھ ہزار دفعہ جتنے سمجھا یا لیکن کان پر  
 جوں نہیں چلتی ہے حبابے شرم وہ تو  
 کچھ منہ نہیں لگانے مگر تو جھک نہیں  
 میں میں لکھا جاتا ہے۔

احمد۔ ارے واہ سبحان اللہ ایک  
 سر سے خفا ہی ہونے چلی جاتی ہو۔ میں  
 کب اسے کھیلتا ہوں کچھ اُسے غصہ  
 ہی کیا ہے۔ ہیں۔ لو اور سوخدا جانے  
 کس بات پر بھری بیٹھی ہیں اور اُدھر کا  
 حصہ لکھیں بھیرا نہ لے۔

دو گھن بجے۔ (خود آفسی چلے سے)  
 کسی بات پر چلی بیٹھی تھیں (اور پھر)



اب یہ زبان ہو گئی ہے۔ اشد اشد ذرا ادھر تو  
 تو تم رہے بھاگا۔ سورہ بے ایمان۔ واہ  
 وہ دن اب ہم سے بھی لگا زبان لڑاڑی ہے  
 ہانگین چیر کے پھینک دو گلی ایک دن۔ کھڑ  
 غارتی (گلین تخت پر سے اڑھٹھنے) احمد  
 یہ دیکھ کر دروازے کے پاس جا کھڑا ہوتا ہے کہ  
 ادھر سے جوتی ہینکر میری طرف طبعین اور ادھر  
 بن بھاگ جاؤں۔

احمد۔ امان بھی کوئی بات بھی ہفت  
 کی ڈیان تو میں نہیں ہمارے کہ نہ وقت  
 دیکھیں نہ بوقت دیکھیں بس ایک سان  
 آپ کے ہاتھ سے پٹے جائیں  
 دو وطن بیکم۔ اور بھی جگہ موئے میں  
 کہتی ہوں تیری شامت تو نہیں آئی قسم ہر  
 یاد رکھ تو بھاگ کے مجھے کھانک جاؤ گا  
 آج ایسا مارا ہو جو کبھی چھ مہینے تک جاری  
 سے نہ اٹھے بے ایمان کہیں کا۔ بولیا تھا  
 دھیر اختیار کیا ہے۔ موڑ ڈھنگرا۔ دس  
 برس کا ہونے کو آیا ہے۔ ابھی بھین چر جیسے  
 اہمار

احمد۔ بی جج نو کہنے میں ہمارا کوئی تصور بھی  
 ہو خواہ مخواہ خفا ہوئے جلی جاتی ہو۔  
 مار دن گئی ماروں گئی لگائی ہے کیا ایک  
 پٹنے کو مہینہ رہ گئے ہیں ان کو کیوں نہیں  
 مار بن بھائی مقبول کو جو مزا چکھا دین الٹی

تھارے ہی ہاں خون میں چپٹ لگے  
 دیکھو تو نہیں کیسے بھول کے کیا ہوئے  
 میں میان صاحب یا انھیں مار دو جو نکلا  
 کھوے سے لگی بیٹھی ہیں اور جو باغون  
 میں جا جا کر بھسانی ناصر سے گل ملکر  
 باتیں کرتی ہیں ہم غریبون کو بیچاروں  
 کو مار کر کیا کر دگی ہم تو ایچی تھے جو ہم سے  
 کسی نے کہا وہ منے اگر تھے کہہ دیا ہاں  
 بلکہ ان سے بھی نہیں کہا دیکھ کر یہ تو حضرت  
 ذات شریف چھو ہو گئے اور غریب جوتی پر  
 آفت آگئی دولہن بیکم کے ملوون سے جو  
 لگی تو سوئیں جا بھی اور انھوں نے بیٹھ کر  
 جن کا ہون سے جوتی کی طرف دیکھا ہر  
 وہ اسکے نازک اور خوف زدہ دل کے  
 ساتھ بہت ہی برا سلوک کر گئیں اب اگر  
 اسے کاٹو تو خون نہیں جہان بھی تھی بس  
 وہیں بت بنکر رہ گئی۔ آنکھیں تخت میں گر گئیں  
 اور یہ کی سانس اور پرچھے کی نیچے رہ گئی ہے۔  
 دولہن بیکم۔ کیوں بی صاحبزادی  
 کیا سن رہی ہوں میں۔

جوتی بچپ  
 دو وطن بیکم۔ ہائیں۔ بولتی نہیں۔ اور دفعہ  
 تو باتیں کرتے امین بارہ اٹھ کی زبان ہی  
 اس وقت کیا کو کو لے گئی منہ سے کیوں  
 نہیں بولتی مردار۔



جونی سر سہر کر کیا پوچھتی ہو تم۔  
 دو وطن بیکم۔ اسے ننھی چھٹکو۔ ابھی نہیں  
 اضر بھی نہیں یہ ابھی کیا کہ گیا ہے۔ احمد  
 غضب خدا کا تجھ پر بجلی گرے ترے جونی  
 تو نے مجھ سے ذکر بھی نہیں کیا کہ وہاں  
 رہا ہے تیرا ناصر آیا تھا سچ بتا وہ وہاں  
 کیوں آیا تھا اور تو نے اس سے کیا کیا  
 باتیں کیں۔  
 جونی۔ رو دے لگی۔  
 دو وطن بیکم۔ کیوں بی صاحبزادی میں ایسے  
 شوے بہانے کہے نہیں ڈرتی قسم جو ذرا  
 تیرے مجھ سے سچ سچ نہ بتا ادا رکھنا میں جو کچھ  
 نہ کر گذرون وہ تھوڑا ہے۔ مولیٰ میں آج  
 اپنے ہاتھ سے تیرا اور اپنا بھگڑا پاک  
 کر دوں گی۔ لو ابھی سے اڑنا سیکھی ہے  
 اس در سے گھنٹی  
 جونی۔ ارز کر امان جان قسم ہے  
 خدا کی میں ذرا جھوٹ نہیں کہوں گی۔ سب  
 بتا ہے دہتی ہوں تم خضا نہوا بھی ذرا  
 ٹھہر دو تو  
 دو وطن بیکم۔ کہو ابھا کہو۔  
 جونی۔ یوں ہوا تھا کہ میں حیدر میں  
 تیسے پوچھ کر گئی تو وہاں بہت سے  
 تختوں میں ادھر ادھر بڑی بھری  
 احمد میرے ساتھ تھا کوئی بھی نہیں کھاتی ہوا

میں پھول توڑ کر۔ گود میں بھرتی جاتی  
 تھی۔ اتنے میں جب یہ کھیلتا کہیلتا میرے  
 پاس آیا تو مجھ سے کہنے لگا کہ آیا میں جاتی  
 مقبول کو بلا لاؤں (یہ بات جونی نے  
 ڈر کے مارے بدل دی ہے کیونکہ اسے  
 خیال ہے کہ میں اہل چل و قدم کہوں گی  
 کہ میں نے خود احمد کو بھیجا تھا تو امان جان  
 کہینگی کہ تو نے جا کر اسے اس لیے بھیجا تھا  
 مجھے معلوم ہو گا کہ ناصر یہاں آیا ہے)۔  
 بس جب یہ جلا گیا میں پھر انہیں درختوں  
 میں پھرنے لگی ایک جگہ بہت سے پڑتے  
 میں ادھر دو گئی وہاں بھائی ناصر بھی  
 پڑے تھے محبت نکل آئے بلکہ میں ڈر کے  
 بھاگی بھی اور بھوننے ڈر کے مجھے پکڑ لیا  
 میں نے تو بہتیرا ستیرا چاہا کہ کسی طرح  
 بھاگ آؤں لیکن مان جان اللہ  
 کی قسم ہے اور بھون بنے میرے ہاتھ  
 ایسے زور سے کڑے تھے کہ میں کسی طرح  
 نہ پھیرا سکی اس نے میں احمد آگیا میں احمد  
 کے آتے ہی وہ بھاگ گئے اور میں  
 ڈر کے مارے چپ لٹی یہ ڈر سی ڈر سی  
 باتیں تمام ہو رہی ہیں لیکن دو وطن بیکم  
 چھلی دم بخود بیٹھی خدا جانے کیا سوچ رہی  
 میں انکی کلامی جوں جوں فرحتی جاتی ہر  
 جونی مادم نکلتا جاتا ہے کہ دیکھ کیا ہونا



ہے ہاتھ پیردن میں سنسنیاں ابھی ہیں  
 دل دھڑک رہا ہے برابر ہلو بول بول  
 کر بیٹھ رہی ہے کسی طرح : چاہتی ہے کہ ذرا  
 اجازت ہو تو بیان سے یعنی ان کے سامنے  
 سے کسی طرح اچھ جادوں جو کل برطے  
 اور دھردھن بگم مارے طیش کے عطر ہر  
 کامپ رہی ہیں : جی میں آتا ہے کہ بہت کچھ  
 کہیں لیکن پھر اسکی قابل رسم صورت کچھ  
 چسپ چسپ ہو جاتی ہیں : غصہ کا جوش  
 تو بہتر چاہتا ہے کہ یہ کسی کے بھول سے  
 کالوں کو بالکل رُخ کر دین لیکن کسی کی  
 مامی بھولی بھولی چوتھین سفارش کر رہی  
 ہیں کہ بس رہنے دیجئے بس جو کچھ ہوا وہ  
 ہوا اسکا کچھ قصور نہیں ہو رہی ایسا  
 جالاک کہ خود وہاں جا ہو بچا ہو گا ورنہ  
 اسے لگوڑی کو کیا خبر تھی لیکن جیسے اس  
 پر چوبختی ہیں کہ سب کچھ ہوا ناصر خود ہی  
 ابھی گیا اسنے دودھ کرا سے پکڑا بھی لیا  
 یہ ہر خیدا پناہ تھ بھڑاتی رہی لیکن اسنے  
 اسے بھاگ جانے کی مہلت بھی نہ دی  
 مگر یہ اکیلی بیان سے گئی ہی تھی کیوں :  
 تو سارے درگزر کردینے کے خیال طے  
 رہتے ہیں اور از سر نو انھیں میں جہین  
 ہرگز جوتی سے سوال کر بیٹھے کا خیال پیدا  
 ہوتا ہے آخر منظر نہ ہو سکا اور

انھوں نے تیز لہجہ میں کہا :  
 دو دھن بگم : کیوں جی : سب ہننے  
 ان بیا کہ تم وہاں ناصر کا ہونا بھی نہیں  
 جانتی تھیں اور جب اتفاق سے جا بھی  
 پہنچیں تو اسنے تھیں وہاں روک بھی  
 لیا : لیکن : بتائے آپ وہاں اکیلی  
 گئی ہی کیوں تھیں :  
 جوتی : (خسکا اسکا جواب کچھ نہیں آتا تھا)  
 امان جان میں کیا بناؤں آپ کو یقین  
 نہیں آتا بھگے ذرا خیر نہیں تھی کبھی  
 ناصر وہاں ہونے : امان : میں اپنی  
 آنکھوں کی قسم جو میں انکا سالن گمان  
 بھی ہو :  
 دو دھن بگم : (زری سے) دیکھ تو  
 اچھی طرح یاد رکھ میں ابکی تو چوٹ سے  
 دیتی ہوں : زیادہ بکواس نہیں آئی  
 اگر پھر تھیں بھی میں نے ناصر کے سامنے  
 ہوتا ہوا پایا یا مات کرتا ہوا دیکھ لیا  
 تو ایک چھری تیرے بازو کی اور ایک  
 اپنے پس :  
 جوتی : کانپ ہی تو گئی تھی ہی تو اٹھی  
 اسکی کیا مجال تھی جو ان کے آگے  
 بول سکتی کہ وہ ایک صحیح نسب سداقی  
 کو جلال میں دیکھ رہی تھی : یہ کہہ کے  
 دو دھن بگم تو اسکی طرف سے بڑے سوز



## ساتواں باب

کیا تصور ہے دادرسی تصویر

آترائی ہر دلمین یاد کی آنکھ

خدا کی شان ہے جان طبیعت کسی برائی  
قیامت آئی۔ اس میں چھوٹے یا بڑے  
امیر یا غریب کسی کا اہار نہیں محبت جہا  
نام ہے یہ انسان تو خیر آخرت المخلوقات  
ہی ہے جو ان ملک میں ہوتی ہر اور سی  
ہوتی ہے کہ ہر جگہ اپنا رنگ الگ دکھاتی  
ہے۔ انسان کا تو پھر کیا ہی ٹھیک ہے  
یہ جتنا نہ بے چین ہو تھوڑا ہے کیونکہ  
جوان تو زبان سے سنیں کہ سکتا فقط  
حرکات و سکناات سے ظاہر کرتا ہے  
اور یہ تو زبان سے اشارے سے مانجھ  
سے غرض ہر پہلو ہر طریقہ سے اپنی  
یتا بیان دکھا سکتا ہے۔ ہاں بڑی  
جیز ہے محبت کسی کی خدا دشمن کو بھی  
نہ دے۔ یونانی۔ لاطینی۔ فرنگ۔  
انگلش۔ جرمن۔ عربی۔ فارسی۔ اردو  
ہندی وغیرہ تمام زبانیں شاید زمین  
کہ ہر زبان میں اسکا سکھ جا ہوا ہے  
آہ جس نے اسکا مزہ اٹھایا ہے کچھ  
دہی جانتا ہے دن تو خیر جس طرح  
گزرنا ہے گزر جاتا ہے سبک

ہو بھیجیں اور یہ غم کے گھرے دریا میں  
ڈوبنے لگی۔ ہاں اس محبت کو جو کسی سے  
برسوں کا قول و قرار کر چکی تھی اس طرح  
ایک فلم مان کے حکم سے مٹ جائے پر آمادہ  
ہوتے ہوئے دیکھ کر آنسو مچھل آئے  
جلد کی میس جو بچپن سے آج تک بڑھتے  
بڑھتے اب درد ہو چلی تھی نا کا سی  
کے پہلو میں جا بیٹھی۔ دو وطن ملک کا قطعی  
طور سے ایک حکم لگا دینا اسکے لیے موت  
سے بدتر ہو ا کیونکہ موت کے ڈر سے  
اس کی حالت نہیں تھی بلکہ وہ چاہتی تھی  
کہ دامن کا ایک دندہ ناموافق ہو کر حلق پر  
چھری پھر جائے کوئی پروا کی بات نہیں ہے  
لیکن ان کے حکم کے خلاف نہ کر کے دلیر  
جبر کئے کئے مر جانا قیامت ہو گو وہ مبت  
ہی کسن ہے اور ابھی اپنے حسن کی قدر کرتے  
کے قابل بھی نہیں ہوئی۔ پھر بھی بعض  
بعض "مانگی ادائیں" جو اس کسنی  
پر دیکھنے والے کو مٹائے دیتی ہیں۔  
بار بار اپنے محروم صورت دکھا کر  
اس سے افسوس افسوس کے لفظ  
کہوا دیتی ہیں کہ جب کوئی ہمارا دیکھے  
وہلا ہوا تو ہم اسے نہ دیکھ سکے۔



رات اس مریض کو بہت ہی بھاری ہوتی ہو  
 خایہ مہذب حضرات یہ کہیں کہ شاعر نے  
 محبت کے پوانٹ پر بہت بحث کی اخلاق  
 خراب کیا تو میں ضرور یہ کہہ کر اسی لفظ کا  
 پورا نقشہ کھینچے جاؤنگا کہ اول تو خشک  
 سے خشک شخص اس کا قائل ہے اور اگر  
 کوئی ذات خریف کسی طرح نمان تو میں جوئی  
 اور ناصر کی محبت بیک پر ظاہر کرنے  
 کے لیے اس قید کو نہیں چھوڑ سکتا  
 سحر و جمل ہے جس کا چمکے والا اسوٹھنے  
 و لاکھی چین سے نہیں رہتا محبت و دردم  
 سے جسکے داغ ہمیشہ بچے میں رہتے ہیں  
 محبت وہ نام ہے جو دیر نقش ہو کر اکثر  
 نقش ہستی میں مسطدیا کرتا ہے محبت  
 وہ سن ہے جبکا نظارہ کرنے والا قیامت  
 کی شرحیاں ہمیشہ اپنی نگاہوں کا حصہ  
 جاتا ہے۔ یہ وہ داغ ہے جس کی ہوا خدا  
 نہ کرے جو کسی کے مشام جان کو طراوت  
 پہنچا سے اسے زہر کی تاثیر اسی ہوا میں  
 ہے وہ کاغذ ہے جسکی غلش تیرہن جا کر  
 مٹی ہے گرا دسی حالت میں کہ بچے  
 دل سے ہو۔ ہم نے اکثر ایسے بیمار کو  
 ترہیتے ترہیتے ٹھنڈا ہو جانے ہوئے  
 دیکھا ہے بڑے بڑے صاحبِ جِمل  
 زبان سے کہہ کر تنگ طرفت ہن گئے

پھر ایسی شکایت کی اگر ناصر سے شکایت  
 کیجائے تو بجا ہے یا نہیں ضرور بجا ہے  
 بیشک وہ محض بے تصور ہو اگر وہ جوئی  
 کی محبت میں بالکل دباؤ نہ ہو جلا ہو تو یہ  
 کوئی تعجب نہ سمجھا جائے ہاں اگر اس کے  
 مان باپ ایسا موقع دیکھ کر اسکی طرف  
 خیال نہ کریں تو یہ ادن کی کم نظری  
 ہمیں تو کیا ہے۔

ناصر بیون بارغ سے قریب شام آیا  
 ہے اسی وقت سے بخار بھی چڑھا ہوا ہے  
 اپنے کمرہ میں جواب نے منتظر کے  
 لیے اس کے واسطے وقت کر دیا تھا ایک  
 چھوٹی سی پینکوسی پر پڑا ہوا بے خبر  
 سو رہا ہے مات کے کوئی "ابجے ہونگے  
 میر پر برقی لمب جل رہا ہے ایک کتاب  
 بھی گھٹی ٹپسی ہے اسے کاغذ بھی تو کوئی  
 پڑا ہے اس میں کیا لکھا ہے دھین تو وہی اوہ  
 یہ تو شعر ہیں کچھ۔ کہا جوش جوش نے شعر  
 موزون کرنا بھی سکھا دیا ہے یا کسی دوسرے  
 استاد کے شعر اپنے حسب حال نکال کر  
 وظیفہ بنائے گئے ہیں صفحہ کی پیشانی  
 پر کیا لکھا ہے۔

غریب ناصر۔

جئے مانا سیر گلشنِ خوب بھی اتنی نہ تھی  
 ہم نہیں دیکھا کئے اور تم ادھر دیکھا کئے



اس سے تو بچیں ہی اچھا تھا بت ظالم ترا  
 کوئی پرسان ہی نہ تھا او دو پہر دکھا کیے  
 مصرعہ ہم دماغ صن یوسف عرش پر  
 دو ضرور دن کے بعد ایک مصرعہ ہے اور دو  
 ایک مصرعے اور کئے ٹپکے ہیں جو اچھی  
 طرح پڑھے بھی نہیں جاتے لہذا قلم انداز  
 کیے۔ جہاں تک اس نظم کا غرض ہے وہ یہ ہے  
 کہ ناصر نے اپنے حسب حال یہ اشارے کئے  
 اور اب بھی شاید اسی فکر میں ہیں آگئی ہے  
 اس واسطے بشکل سو رہا ہے۔ دیکھئے رہنا  
 ہاتھ کیلچہ پر ہے گروں ایک طرف دھلکی  
 ہوئی ہے سانس جلدی جلدی لے رہا ہے  
 آنکھوں کی پتلیاں گڑگوڑ پوٹوں سے بند ہیں  
 لیکن گردش انہیں کبھی بھی ہو جاتی ہے شاید  
 اسکو آب بے چینی کہیں اور ہم بھی لے  
 اضطراب سے تعبیر دین آبا کر دہ بدلی  
 ہوٹ ہے انگلیوں میں حرکت پیرا  
 ہوئی بھٹی ہو نہ اس وقت تو ضرور کسی  
 خواب کے مزے لوٹ رہا ہے بیشک خواب  
 ہی دیکھ رہا ہے دیکھو وہ پھر ہو نہ  
 ہے اور وہ پھر انگلیوں میں حرکت پیدا  
 ہوئی خواب میں بھی کسی سے باتیں  
 کر رہا ہے اور ہاتھ کا اشارہ بھی فقرہ بہت  
 ہونے کے لیے کرنا جاتا ہے۔ خیر، تو ہم  
 سمجھ گئے کہ ضرور یہ کوئی خواب دیکھتا ہے

ملین کیڑا کر بتائیں کہ وہ کیا خواب دیکھ  
 رہا ہے اس میں تھوڑی فکر پیدا ہوئی تھی  
 خواب و خیال دو صورتوں کا نتیجہ نکلا کہ  
 حقیقت میں انسان کسی حالت پر سوچتا  
 سوچتا اگر سو جائے تو اکثر وہ اپنی خیالی  
 صورت کو خواب میں دیکھتا کرتا ہے اور  
 ہم بھی ناصر کی طرح اسکے ہم خیال ہیں  
 لہذا۔ جو خواب وہ اس وقت دیکھ رہا ہے  
 ہم ناظرین کی خاطر سے خیال تصور میں ہے  
 لیکن لفظوں میں نقل کر دیتے ہیں وہ دیکھ  
 رہا ہے کہ جیسے اسکی جلی جان وانا گرا بھل  
 اکیلا ہوا اور اسکی باتیں ہیں پھر بھی نہیں  
 گئی ہوئی ہیں اور یہ تمام مکان  
 سنان دیکھ کر اپنے دلی نگار کی جان  
 والے مکان میں چلا گیا۔ پر وہ آنکھوں کو  
 اندر جانا تھا کہ اپنی پیاری جوتی کو کون  
 کے سامنے سودنی پر گردن جھکا لے  
 ہوئے بیٹھے دیکھ لیا۔ یہ تو بکرا کے  
 بڑھا پاس ہو نکلیا لیکن جوتی اس طرح  
 بیٹھی تھی اس طرح بیٹھی ہی اسے گردن اٹھا کر  
 بھی نہیں دیکھا کہ کون آگیا خیر شائے  
 جا ہوا پس پہلے آئے لیکن محبت ملامت  
 کرنے لگی کیا ہوا اگر وہ ملین بولتی تو  
 کس مرض کی دوا ہے خود کیوں نہیں  
 پوچھتا۔



ناصر - جوئی - سلام -

جوئی - اسی طرح خاموش -

ناصر - ہم کھڑے ہن خدا کے لیے

کیا اب نظر اٹھا کے بھی نہیں کھوگی

اللہ کو سنی ایسی خطا ہونی ہے

اگر ہم اپنے ہن تمہارے بغیر اجازت چلے

گئے تھے اور اتفاق سے تمہیں ملنے ہی

تم سے کچھ باتیں بھی کرتے لگے تھے کہ سننے

ہن تمہارے بھائی آگئے اور ہم چھپ

گئے اگر صرف ہماری وہ حاضری ملاں

خاطر ہے تو لہجہ دل صاف کر داب بھی

ایسا قصور ہوگا ہم صبر کر لیتے تھیں ہے

نفرت ہے خبر جو تمہاری خوشی لیکن اگر کوئی

اور خطا سمجھی گئی اسکی وجہ یہ ہونی کہ آپ

منہ سے نہیں دینا دوست دامن کا ہر

جوئی - بڑی شکل سے گردن اونچی

کر کے زوری چڑھا لے ہوئے بھی تم

جاڑ ہرسان سے بس ہم ہی سکتے

ہیں -

ناصر - کیوں ؟

جوئی - اس لیے کہ ہم تمہاری بدولت

آج بہت کچھ ذلیل ہوئے ہم نہیں چاہتے

ہیں کہ آپ ہم سے بولیں یا بات کریں

ہو اسی میں خیر ہے کہ آپ سیدھے شریف

بھائی ہن جان آئیں تو ہمارے

اپنی جان ایک کر دینگے -

ناصر - یہ کیا یہ کیا - میں سمجھا ہی نہیں تم

کیا کہتی ہو دیکھو جوئی اتنی بھی سخت دل

نہ ہو پہلے تو تمہاری ایسی عادت نہ تھی

اب تو غضب کی سنگدل ہو گئی ہو - ایک

ذرا اس وقت کوئی نہیں ہر میں تمہاری

صورت دیکھنے چلا آیا ہوں تو اب بھی

ہنیں کھڑا رہنے دیتیں - جوئی تم تو

ہم سے بڑی محبت رکھتی تھیں آج کیا ہو

جو بچنے کا ساتھ بھی تھیں یا دہنیں البتہ

اتنی جلدی تمہیں اپنی امان جان

کے کہنے سننے کا اثر ہو گیا ہن تو دیکھو

کہ ہمیر کیا کیا تھرٹھٹھتے ہیں اب جان کے

دھمکانے ڈرانے کے پیغام سنائے

جاتے ہن گھر سے نکال دینے کی قسمیں

کھائی جاتی ہیں لیکن ہم کسی کو نہیں گردانتے

قسم ہے ہاں تک ٹھان لی کہ کلا گر لاجان

کو اچھی طرح لوگ لگا کچا بھی دین گے

اور وہ ہم پر خفا ہو کر مارینگے یا گھر سے

نکال دینگے تو دامن فوراً اکل جائینگے

لیکن پیاری جوئی - تیرا دروازہ نہیں

چھوڑینگے لہذا تو نہ بگڑ جا ہے زائد

بگڑ جا ہے -

جوئی - بھئی ایک بات سین لو میں

سب کچھ جانتی ہوں لیکن میری تمہاری



آپ سے بولوں یا کھیلوں تو وہ میرا کیا حال کریں گی دوسرے یہ کہ ہمیشہ کھیلنے کے دن نہیں رہتے اب ماشاء اللہ تم بھی سمجھ دار ہو ہم بھی تھوڑی بہت باتیں جانتے ہیں شریفوں میں یہ عمر اب لڑکے لڑکی کے ساتھ کھیلنے یا بیٹھنے اٹھنے کی نہیں ہے۔

ناصر۔ تھوڑی دیر چپ رہ کر تو اب تم بالکل ہی ہمارا خیال نہیں رکھو گی کیون صاحب تو اب تم سے کوئی امید نہیں رکھتی چاہئے جوئی۔ ہاں بیشک۔

ناصر۔ (بچپن کے طریقے سے) اچھا اچھا صاحب تو تم اب تم سے میں دغہ کھواتے ہیں۔ اگر قینون دفعہ تمہیں اکھاڑ کیا تو ہماری آج سے کھٹی۔

جوئی یا تو تمہیں ادھر کبیدہ خاطر بیٹھی تھی یا اس کے اس فقرے پر میا ختم مسکرا دی۔ واہ جیسے بڑے ننھے بچے ہیں۔ کھٹی کر دینگے آپ اب کدو نہ جھوڑ سودو کھٹی کر دیجئے جب ہماری جان برآئے لگے گی تو ہم آپ کی کھٹی اور نہ کھٹی کو کہا سمجھنے لگے تھے۔

ناصر۔ (چہرہ پر ذرا بھی ہنسی نہ ظاہر کر کے)

برابری کسی طرح نہیں مر سکتی اب صاف صاف سن لو۔ تم مرد کی ذات ہو۔ میں عورت۔ تم چاہے جس سے نہ ڈرو لیکن میری تو مجال نہیں میری امان تو مجھے جان سے مار ڈالیں گی وہ کہہ چکین ہیں اللہ جاؤ اب تم بیان سے۔

ناصر۔ (اپنی ٹانگیں ہاتھ جوڑے ہوئے) اے جوئی خدا کیلئے اتنی بیدار نہیں بن سکتے دل ہوں۔ جوئی میری قسمت پٹ گئی جوئی تو نہیں خفا میری قسمت مجھے خفا ہو گئی کفر میل کوئی تصور بھی تو ثابت کر دے اُف تو تو بڑی محبت کرنے والی لڑکی تھی۔

جوئی۔ ناصر تمہیں سودا تو نہیں ہو گیا ہے۔ تم کیسی سبکی سبکی باتیں کر رہے ہو۔

ناصر۔ سودا تو ہو ہی گیا ہے۔ سودا نہ ہوتا تو ہم سے بولتی ہی نہیں اپنے پاس ہی نہ اٹھتا میں۔ جوئی کیا اب تو وہ جوئی نہیں رہی جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔

جوئی۔ اُدنی تو بہاؤ میں کہتی ہوں سڑی تو نہیں ہو گئے اچھا صاحب میں کہتی ہوں۔ ہاں کھیلا کرتی تھی پھر کیسے مقصد۔۔۔ میری امان منع کرنی میں اونسکے اختیار میں ہوں



مان تو مطلب یہ ہے کہ آپ سے کوئی امید  
نہیں رکھنی چاہیے۔ آپ ہم سے اب بھی  
بولیں گی۔

جونی۔ جی مان نہیں بولیں گے۔  
ناصر۔ بہت اچھا اب کی سب نہیں بولیں گی  
آپ۔

جونی۔ نہیں۔  
ناصر۔ نہیں بولیں گی آپ۔  
جونی۔ نہیں۔

ناصر۔ بس دوسری دفعہ ہے نہیں  
بولیں گی آپ۔

جونی۔ خاموش ہو گئی۔ گو جونی اکل  
اشا اور سہجہ ار ہے۔ مگر تھا کہ وہ ان بھلاؤ

عہد ویمان کا ذرا بھی نہ خیال کرتی  
لیکن ناصر نے اپنی صورت اس وقت ایسے

ایسوں کی سی بنائی ہے کہ خواہ مخواہ دیکھنے  
والے کا دل کر دھتا ہے وہ سمجھ رہی ہو کہ

مگر ہنس اسکے خیالات ابھی ایسے ہی  
ہوں جیسے کہ بچنے میں ہماری طرح

کہ جان دوسری دفعہ کسی نے کسی بات پر  
نہیں کر دی اور بس قیامت آگئی۔ کھٹی

کیا کر دی کہ مہینوں اس کی صورت سے  
نفرت ہو گئی۔ تو کہیں ایسا ہو کہ یہ واقعی

ٹھیک کہتا ہو۔ میں تو نہیں سے اس سے  
اتنا بگڑ رہی تھی دوسرے بچے اپنی معیشت

نہیں ظاہر کرتی تھیں۔ ہے اپنی دھن میں  
اس سے بہتر ہے کہ خاموش ہی ہو جاؤ۔  
ایک چپ ہو کر ہر ادب سے آپ ٹھک کر  
سیان چلے جائیں گے۔

ناصر۔ جو پہلے ابھی تھڑی دیر جونی  
کیسی بک پنے کی باتیں کر رہا تھا۔ اکیون

بھڑک جونی چپ کیوں ہو گئیں کہو نہیں  
نہیں کہو بس جی اس کی سند نہیں ہر

کہو نہیں۔  
راوی کیا ماشاء ہے۔ اپنے چاہنے والے

کا دل بھی کتنا چھوڑا ہوتا ہے اور پر کی سطرین  
تا گئیں ہیں ناصر باوجود بچنے کے بھی

کتنا چلتا پرزرا ہے اور جونی در اٹھانیکہ  
وہ اپنی مان کے سخت تشدد میں ہر لیکن

کتنی سیدھی سادی اور بھولی بھالی ہے  
کہ پہلے تو بہتر اگڑا بگڑا کے گستی رہی

لیکن جب اس نے بچنے کے پردے  
میں ایک جال چلی تو یہ اسے حق پر بھڑک

کیسی خاموش ہو گئی ہے اور سکا دل نہیں  
چاہتا کہ اپنے پیارے ناصر کو اپنے دروازے

سے ۱۳-۱۴ برس بعد مایوس بھیجے  
آہ یہ وہ "نہیں" ہے جسے موسیٰ جیسے

پیہر کے دل میں این ترانی اسنو آکر  
گھاؤ ڈالوا دیے تھے یہ وہ "نہیں"

سے جس نے "زلخا" سی حسینہ جمیلہ مالک



کام لیتی تو اس کے خیال کے موافق ذرا  
 شک نہ تھا کہ ناص کے دل پر غضب کا صدمہ  
 ہوتا اور خدا جانے وہ مایوس ہو کر  
 کیا کچھ نہ کر بیٹھتا۔ دیکھئے نا ابھی تک  
 تجھے بے رحمی سے برابر اس کی طرف جواب  
 کو نظر ہو ہو کر دیکھ رہا ہے اور بیہوشی  
 نگاہیں اس کے گردن جھکا کر زمین کو  
 ماحصر۔ جوئی پر وہ بہت دیر ہو گئی  
 کہیں ایک دفعہ اور نہیں کہ چکو۔ جو  
 جھڑا چھوٹے۔

جوئی۔ مسکرا کر۔ چلو جانے دو کہنے کو  
 تو ابھی کہہ دوں لیکن تم سے بہانے  
 لگو گے اور نہیں تو ماحصر اس کی پیاری  
 پیاری جیسی اور تیلے تیلے ہو ٹھٹھون کا  
 نظارہ چمکتی ہوئی ریلی آنکھوں کا جو بن  
 دیکھ ہی رہا تھا بلکہ قریب تھا کہ یہ اب  
 اور کچھ ذکر چھڑے جو دروازہ کھلا اور  
 دو دھن بگم آتی ہوئی دکھائی دین اب  
 چور کے پیر کھان بھاگا دبان سے  
 لیکن اب جا لے تو کہ صدمہ سے جا لے  
 رستے میں دو دھن بگم میں ایک ہی دروازہ  
 آخر جلدی جلدی رادھو رادھو دیکھ کر سب بھا  
 نیم کی طرف بھاگا دبان دیوار سے ٹکی  
 ہوئی صندلی۔ کھلی ہوئی تھی بھٹ لو سپر  
 چودھ دیوار کے دوسری طرف دھڑ سے

سے ہاتھ جڑوا لے منتیں کر رہی اور آخر  
 اسی مدہ نہیں کے عاف کر رہے رہا ہے  
 ہاتھ نے ہماؤ شرم کے دھن کے پرچھے  
 اسی کے ہاتھ سے اوڑھ دیا ہے اور تمام  
 زمانہ میں رہا کیا۔ اسے حسن معانی کے  
 دیکھنے والو۔ مجاز سی کا جلوہ حقیقی  
 کی سیڑھی ہے دیکھنا وہ ایک  
 نقشہ روزگار بنا سنورا۔ بار بار آئے  
 کی سیر کر رہا ہے اور اسکا عاشق اٹکے  
 سامنے بیٹھا ہوا ہاتھ جوڑ رہا ہے جسے  
 وہ کبھی تو ایک طویل دیکھ رہا ہے  
 بھٹک کے نورس چڑھا لیتا ہے میں ادھر  
 سے منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھ رہا ہے  
 غرض سے

یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن منظر اب میں  
 دان ایک عاشق تری سب کے جواب میں  
 یہ قدموں پر سر رکھنے کو مجبور ہو گیا لیکن  
 اوس نے پیر سے ٹھکرا یا بھی نہیں اور  
 ایکا ایکی بہت ہی جین بہ جین ہو کر  
 کہہ گیا نہیں نہیں کبھی نہیں ان دشمن  
 لفظوں کا سستا تھا کہ کسی کے دل پر بجلی  
 مگری اور کلجہ تھانے ہوئے خون کے  
 آنسو دن سے روتا ہوا سامنے سے اٹھ  
 گیا۔ اس طرح ناص اور جوئی کا معاملہ ہے  
 جوئی اگر ابھی دفعہ بھی "ہلین" سے



کو دگیا اس کو دلے پچا نہ نے سے پرن  
مین تکلیف معلوم ہوئی اور اس نے  
دھما سے سے آنکھ بھی کھل گئی  
یہ شعر زبان پر جاری تھا۔

کیا تصور ہو واہ رمی تصویر  
از آئی ہر دلمین بار کی آنکھ

## آٹھواں باب

چپہ دل ناظر صبر کیا کر

دو پہر کا وقت ہو بارہ بجے کی توپ چل چکی  
ہے سناتا جو گرمیوں کے دنوں میں  
ایسے وقت ہوا کرتا ہے بہت زور و زور  
پر ہے۔ اکثر آدمیوں کا قاعدہ ہو کہ کھانا کھا کر  
ان دنوں میں سر جایا کرنے ہن جیا پنچم  
دو لہن بیکم بھی سو رہی ہن۔ احمد بھی سونا  
ہے۔ مقبول خواہد رہے میں ہے امان جی  
کچھ اور اس اور اس ہی ایک پلٹا رہی پر  
پڑی جاگ رہی ہے ڈو پٹہ کبھی آنکھوں پر  
ڈال لیا جاتا ہے کبھی پھر شایا جاتا ہے چپکے  
چپکے دل سے باتیں ہو رہی ہن۔ طوطے  
کا پنجر سامنے رکھا ہے جب زیادہ سنا  
دیکھتا ہے تو وہ طاثر بنر پش اپنی زبان  
میں گرم سخن ہو کر اس سے پوچھنے لگتا ہے  
کہ جو یں ہم آج اتنی چپ چپ کیوں ہو

لیکن وہ جاندہ ہے اسکی زبان اتنی فصیح اور  
قابل فہم کمان جو کوئی سمجھ لے۔ اور اگر  
ہوتی تھی۔ تو بھی جوئی بندی جو اپنے ضد  
کی ایک ہے کبھی نہ سنتی جس دمن میں لگی  
ہوئی تھی اس میں لگی رہتی۔ وہ کر وٹ  
بدلی اور طوطے کی طرف دید و بدل کے بکھا  
”یہ مو اکیا ٹین ٹین کئے جاتا ہے تو بہ سوز  
چاٹ گیا۔ ابھی لات مار دنگی پنجر اور پنجر  
سب تمام انگنائی میں روتا کتا پھر لگا۔ یہ  
کمرہ سے دلی تقریر جہین یہ پہلے سے ابھی  
ہوئی تھی اور طوطے کا بے محابا قین تین  
کرنا اور سکا سلسلہ توڑ دیتا تھا پھر شروع  
کر دیا لائے اب کوئی مینہ ڈیڑھ مینہ میں  
اب جان آجا کنگیے۔ بس امان اُسے میری  
سب باتیں کہہ دینگے لائے بس کہنے کی  
دیر ہے وہ کبھی جیتا نہیں چھوڑے کنگے اسٹ  
میں امان سے کیوں کر کہوں کہ تم اب جان  
سے نہ کہنا اور اگر میں کہوں بھی تو وہ  
ماننے والی کب ہن وہ ایک حضرت  
ہن سعدان سے آج تک تو سیدھی مست  
سے کبھی بات نہیں کی بس تو بہن لگے  
سر گئی۔ دیکھو اس احمد بے ایمان  
نے کیا قیامت ڈھائی ہے لو اور مسنون  
یہ سوز ہمارا بھائی ہے جانی رہتی کہیں  
کا دیکھو جی اگر یہ نہ کہتا تو کیا ہوتا



کہ مجھے کیا کرنا چاہیے تھا اور میں نے کیا کیا۔

جونی تھم گئی۔ پھر کہنے لگی۔ ہاے  
بھئی اب سمجھو ہم سب قصور میان ناصر  
کا ہر بالکل اوہو۔ تو وہ کیوں اس قدر  
بارغ میں (آپ ہی آپ) سمجھے دیکھنے  
آئیں۔ اس واسطے کہ سنئے انھوں نے  
پردے میں بیٹھا ہوا سمجھا تو کیا آپ سے  
باہر ہو جانا تھا؟ بہت برا کیا اگر وہ  
بارغ میں نہ آنے تو کبھی امان کے سامنے  
ایسی ذلیل نہرتی جیسی کہ ابکی دفعہ بول  
ہوں کہ ہر امان نے مجھے وہ وہ باتیں  
سنائیں کہ میں زمین میں گرا رہا ہوں  
الان اے۔ بیشک بھائی ناصر سے اب بڑا  
چاہیے اور نہ بولنا بھی کیا بھی انکا نام بھی  
لینا اچھا نہیں۔ اب وہ بڑے بڑے  
ہم بھی بڑے ہوئے وہ مرد ہم عورت  
ہمارا انکا کیا ساتھ۔ (آپ ہی آپ)  
لیکن وہ برائیاں میں گئے یہ شکر کہ میں نے  
ان کی محبت کو دل سے نکال کر بیرون  
سے مسل کر پھینک دیا۔ ایسا ابکی محبت  
کراؤ میں "محبت" مرے یہ محبت  
کیا چیز ہے۔ اُٹ جونی کیا معنی  
محبت "کیسی محبت مرد کو عورت  
کے ساتھ بھی ہو جاتی ہے۔ جو ان

ہاے جسدن سے سنا ہر کہ اب جان ابکی ہینہ  
گذر کر دوسرے کی ہا کو آ جائیگے قسم ہے روز  
روفتا ہوتی جاتی ہر! میں ہی بچتا تھی انکے  
آنے کے دن گنا کرتی تھی۔ ہاے ہاے  
کیا ہو گیا مجھے۔ یہ ساری باتیں اس بے ایمان  
احمد کی ہیں۔ میں تو پھر یہی کہو گی ایسے  
نہ کہتا تو کچھ بھی نہ ہوتا بھائی مقبول نے  
بھی دیکھ لیا تھا لیکن انکا پیٹھ پیچھا ہے  
اور انھوں نے بیچارے نے سوا سے  
منہ سے نہ بولنے کے مجھے کبھی کبھی نہیں  
کہا اور نہ امان سے کوئی ذکر کیا۔ یہ تو  
بیس کی گانٹھ احمد ہی ہے متفنی کہیں کا  
اور دیکھنا کس مزے سے آکر کتا ہے  
امان جان لو۔ بار بھائی ناصر نے دیا  
احمد کہا ہے اپنی آپ جونی کو دیر بنا ہر  
دل دھڑکا اٹھا ہے حیوت بچے  
وہ وقت یاد آ جاتا ہے۔ ہاے وہ امان  
کال پلا ہو جانا۔ ہے ہے۔ وہ  
ادنی غور غور نکالیں۔ تو یہ ہر بھی ایسی  
تو مجھ پر کبھی نہیں غصا ہو میں۔

میں تو قسم ہے۔ یہ سمجھی کہ اب بیٹی اب  
انھوں نے مارا شروع کیا ان اشد  
میان تو خوب جانتا ہر میرا میں جو قصور  
تھا وہ کہ با عین ناصر عیا کو دیکھ لیا  
اور ظہر گئی۔ ورنہ اور مجھے کچھ خبر نہیں تھی



ہو کر۔ جوانی کا اجارہ ہو "دآپ ہی آپ"۔  
 ماہین بچپن۔ جوانی۔ بڑھاپا۔ انسان سے  
 لیکر حیوان تک سب کی محبت کا وقت ہوتا  
 ہے۔ ایسوجہ سے ناصر کو مجھ سے محبت تھی اور مجھے  
 اسے اچھا میں نے انکی محبت کو دل سے مٹا دیا؟  
 نہیں۔ یا ممکن ہے میں نے اپنی عمر میں سب سے  
 پہلے محبت کرنا سیکھا ہے تو اپنی ماں سے اسلئے  
 بعد بھائی ناصر سے اب نہ امان ٹھٹھ سکتی ہیں  
 نہ ناصر کروں تو کیا کروں ہاں پہلے جو کچھ  
 میں انکی نسبت کہہ ہی تھی اور سکی معافی  
 چاہتی ہوں۔ ہاں "محبت" جس سے  
 میں پہلے واقف ہی نہیں تھی ضرور کوئی  
 چیز تھی اور چیز ہے جی بھی تو ہر دفعہ ناصر  
 ناصر کہہ دو تھکتی ہوں اور حکم نہیں دے اسلئے  
 بولنے کا بلکہ بولتا تو جب ہر جب اسلئے آئیں  
 وہاں سے سے سامنا ہی نہیں ہو سکتا  
 پر دے لک گئے ہیں۔  
 مگر ناصر تری وہ سچی باتیں خبکو تو اکثر  
 اپنی زبان سے کہہ چکا ہے مجھے تری نسبت  
 و صنداری سی معلوم ہوتی ہیں۔ اُن تو  
 بڑا بچا وعدہ بنا رہے والا ہے میں نے  
 مجھ سے بچپن میں محبت پیدا کر لی لیکن  
 تو نے میرے نرم نرم ہاتھوں کو اکثر نیچے  
 کی ڈنڈیوں سے بچایا تو نے بیسویں  
 دفعہ۔ مجھے سبق یاد کرادیا کہ میں اپنی

بچہ بھی سے نہ ہوں تو نے میری ہاتھوں  
 کے وہ نیل دوبار ازخون سے بچا دیے  
 ہیں۔ میں سب سے بڑی قدر کی نگاہوں  
 سے دیکھتی ہوں ہاں وہ ابا جان کو  
 یاد کرتے وقت تیرے دلا سے اسے  
 مونس طفلی تو نے میرے دلا سے  
 اپنے بہت سے وقت کو جو محبت سے  
 بچتا تھا میرے غلیمین دلی تسلی و نشانی  
 میں حسرت کیا تیرا کیا کہنا الا اب۔ نتیجہ  
 پیدا ہو گیا کہ ہم کچھ سے نہ بولیں اور تیری  
 صورت کو نرسین در کمر آت جوئی  
 بعض دفعہ تو بڑے اچھا دکھانے  
 والے لفظ بول جاتی ہے مجھے انکی  
 صورت دیکھنے کا شائق ہوتا ہے  
 اور نہ بنا دے یعنی عاشق۔ اُن تو کیا میں  
 صر کی عاشق ہوں ماہین۔ میں نہیں  
 مجھے ایسا کبھی نہیں کہنا چاہیے ایک کنواری  
 لڑکی پڑھی لکھی ہو کر اپنا نفع و نقصان  
 سوچے ایسے غیر وضع لفظ بولے۔ ہرگز  
 ہرگز مجھے کسی کا عاشق نہ بننا چاہیے ان  
 برسی بات دیکھ کر گئی دلیر بھر جاتی تھیں  
 لگی۔ ماں ٹھیک ہے کبھی ماں سے حکم کے  
 خلاف نہ ہوتا چاہئے۔ اُن تو بہ میری  
 خوب ہے۔ چپ رہ دل ناصر ناصر  
 کیا کر؟



## نوان باب

کشمیری دروازہ والا کالج

محسن اور ناصر

شباب آنے نہ پایا کہ عشق نے مارا  
 بہن ہمارے لالے بڑے خزان کیسی  
 آج آفتاب قریب غروب ہو نہیں کھیلے  
 کھیلے دوڑ کے کالج کی سڑ پر آ بیٹھے  
 اس طرح کہ پردن۔ تا ان کے سبزہ ہے  
 اور وہ آہستہ آہستہ اسے جھپین  
 کر رہے ہیں۔

ہیلا۔ (محسن) اے۔ تم تو آج کل ہوش میں  
 ہی نہیں دکھائی دیتے ہو میں تم سے کئی دفعہ  
 پوچھ چکا ہوں۔

ناصر۔ (مسکرا کر) نہیں میان تمہارا نوا  
 خیال ہی خیال ہے۔

محسن۔ تمہارے سر کی قسم میں جھوٹ نہیں  
 کہتا تم ہو کسی بزرگ میں۔

ناصر۔ کیا خوب میان مٹری ہو۔ بزرگ  
 کیا۔ واقعہ کچھ اور بات ہے۔

محسن۔ بہت کمی کچھ اور بات ہے مگر اچھی  
 طرح بتاؤ تو سہی۔

ناصر۔ یہ الٹی پھر بھی پر خوب دی میں  
 سچ کہتا ہوں بکے کوئی سودا نہیں میں

بہت اچھی حالت میں ہوں تمہیں شبہ  
 ہے چونکہ تم میرے ہم کتب ہو ایک  
 عرصہ سے تمہیں ہم سے محبت ہے اور  
 ہمیں تم سے اس واسطے تمہارا شبہ تمہیں  
 یقین معلوم ہوتا ہے۔ تم یقین جانو میں  
 بالکل اچھا ہوں۔

محسن۔ اچھا تم ایمان سے کہتے ہو پہلے  
 بھی ایسے تھے جیسے اب ہو۔

ناصر۔ اب میں تو یہ نہیں جانتا کہ پہلے  
 کی حالت اور اب کی حالت میں کیا  
 فرق ہے۔

محسن۔ واللہ میں سچ کہتا ہوں تم کی  
 بر ضرور عاشق ہو۔

ناصر۔ (عاشق کا لفظ شکر) نیچی  
 نظر کر لی۔

محسن۔ بولو۔ جھوٹ ہے۔ یا سچ۔ کیوں  
 کیا سچا نا ہے۔

ناصر۔ پھر وہی (مسکرا کر)  
 محسن۔

بیخودی بے سبب نہیں غالب  
 کچھ تو ہر جہاں پردہ داری ہے

ناصر۔ پھر ہی دیر سکوت کئے بعد  
 نہیں میان کیا عشق اور کسی پردہ داری

میں تو ان دونوں سے بری ہوں۔  
 محسن۔ پھر وہی۔ کبھی کیا ہم تمہارے



ایسے دشمن ہیں کہ خواہ مخواہ تمہیں ایک ایسے  
ازک حالت میں دیکھیں اور حال بھی نہ  
پوچھیں خدا کی قسم میرا صاحب تم آجکل بہت ہی  
اوترے ہوئے ہو اور آجکل کیا میں کی ہینے  
سے خیال کر رہا ہوں کچھ کچھ سے جھڑپ  
جاتے ہیں۔

ناصر۔ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر پانی  
کھین تو بھڑکی گئے! اس کئے سے خدا جانے کیا  
اثر ہوا کہ بے اختیار آنسو بھی نکل آئے۔  
محسن۔ دیکھا۔ ہم کئے نہ تھے۔ دوست  
تمہیں ہمارے سر کی قسم اب نہ بھیاؤ آخر  
کون ایسا مرحلہ ہو جو طے نہیں ہوتا بھئی ہے  
بھاتا تک ممکن ہو گا ہم مدد دینگے چاہے  
تمہاری طرح ہماری تعلیم بھی کمزور ہو جائے  
بلایے۔

ناصر۔ آپ کی مہربانیوں کا کھانا تک شکر  
ادا کر دین عام قاعدہ ہے جب کوئی تسلی  
دینے والا ملتا ہے تو ڈکھیا آدمی سے غلط  
ہو سکتا، چنانچہ محسن کی دردمند از کفنگو  
شکر کے آنسو دن کی لڑیاں بند  
گئیں۔

محسن۔ اپنے جیب میں سے رو مال نکال کر  
اسکے آنسو پونچھتے ہوئے، بھئی تمہیں ہاں  
سر کی قسم یا جو تم اب روو۔ خدا کی قسم  
یکو بڑا صدمہ ہوتا ہے ات معلوم ہو گیا

کہ تم تو کسی پر عاشق ہوئے ہو ہم جانتے ہیں  
آجکل تم نے اس راز کو اپنے ہی دل میں  
رکھا ہو جب ہی تمہارا پ حال ہو کہ کئے  
سے پہلے دھارون روئے جاتے ہو لگتہ  
نہ روو۔ اب تو تم اطمینان سے اپنے  
دلی بھڑاس نکالو۔ ان اچھا تو کون ہو  
عورت ہم بھی تو سنیں۔

ناصر۔ آسو پونچھ کر۔ میان کوئی بھی نہیں  
ہی اسوقت آپ ہی آپ کچھ میرا جی بھڑا یا تھا  
مٹری تو ہوں ہی روئے لگا۔

محسن۔ بھئی تمہیں اسی کے سر کی قسم ہے  
تم چاہتے ہو مجھے کہہ دو کہ وہ کون ہے  
اس قسم نے ناصر کا دل بہت ہی بھین کر دیا  
اور بے چین ہو جانے کی بات تھی تو کون  
جوئی کے سر کی قسم دی جائے اور وہ پتہ  
راز دل چھپا سکے کبھی نہیں ہو سکتا۔  
تعلی نامکھن ہے بس اسی سے اسکا  
اضطراب بڑھ گیا ہے۔ آخر لاچار  
اسنے اس ڈھنگ سے اظہار کرنا شروع  
کیا۔

ناصر۔ تو ہے۔ یا تم ہو  
بڑے حضرت خدا جانے کہاں سے  
تھا تک لگائی میں کہتا ہوں۔  
بالفرض میں نے بتا بھی دیا تو آپ کو  
نسا بدہ۔



محسن - فائدہ یہ ہو کہ دوست دوست کا  
درد دکھ سنا ہی کرنے میں شاید کوئی صورت  
ہمارے سبک تمھارے حق میں ابھی پیدا  
ہو جائے۔

ناصر - دیکھ ایک ٹھڈی سانس بھر کر نہیں  
بھائی اچھی کمان قسمت میری مدد سوائے  
خدا کے کوئی نہیں کر سکتا۔

محسن - خیر بیان تو کر دینے تو ہلو نہیں  
ڈال دیا۔

ناصر - ادھر ادھر دیکھ کر۔ بھئی اب کل  
تائین گئے۔ شام ہونے آئی ہے گھر چلو  
نہیں۔

محسن - (چین پر چین ہو کر) کیسی شام  
میان چاہے سناؤ اللہ تعالیٰ قیامت  
آجائے مگر بغیر سے نہیں تھوڑا ہی چھوڑنا  
ہون ان کیسے۔

ناصر - یار تم تو شاید سمجھ رہے ہو کہ یہ جانتے  
کرتا ہے یا غرے کرتا ہے جو اتنا اصرار  
ہوتا ہے اور یہ مائلے جانتا ہے اور میری  
عجیب کیفیت ہے میں کہنا چاہتا ہوں  
اور کوئی اندر سے کچھ ملتا ہے کہ نہ کہ قسم  
ہے شرم بھی آتی ہے بھئی نہ کہوں گا  
چاہے کچھ بھی ہو۔

محسن - دیکھو مجھے اسی کی قسم دلائی ہے  
جسے تم چاہتے ہو۔ آئندہ تمہیں اختیار

ہر پھر ادسی طرح بتیاب اور باد لا بسا  
دینے والا فقرہ تھا۔ ابکی نہ ضبط ہو سکا  
اور اسے کہ دیا۔

ناصر - سنو بھئی۔ اپنی ہی ٹانگ کھولنا  
اور آپ ہی لاجون مزا۔ ہم ایک زمانہ  
سے قتلے سے بلا ہیں اور اپنی چھپری ہیں  
کی باری صورت پر مرتے ہیں اب چاہے  
برا کہو یا اچھا۔

محسن - ادنیٰ شادی ہو گئی ہو  
ناصر - نہیں جی۔ شادی کیسی میان  
ابھی تو وہ بچے سے میں برس چھوٹی ہے  
میری بھی شادی نہیں ہوئی انکی بھی  
نہیں ہوئی۔

محسن - اچھا توہ کیا تمھارے ساتھ  
کہیں رہا کرتی تھیں۔ یار ہنسی  
ہیں۔

ناصر - ساتھ کیا میان ایک ہی تو  
گھر ہے۔

محسن - مدے میان کہیں انکی بیٹی  
نہیں وہ جو بہت ہی کالے سے ہیں  
چٹلی ناک ہو۔ دیکھو بھلا سا نام ہو۔

ناصر - میر خورشید علی۔

محسن - میر خورشید علی میر خورشید علی

وہ تمھارے سے چچا ہیں۔

ناصر - ان سے چچا۔



محسن۔ بیان پہلے دفتر میں کسی زمانہ میں نقشہ  
نویس بھی تھے شاید کینز کمہ میں سے انجمن اکثر  
ادھر سے آتے جاتے دیکھا ہے۔  
ناصر۔ بان بان یہیں نہر کے دفتر میں  
ہیڈ ڈرائفس میں دسر دفتر نقشہ نویسان  
تھے۔ بیشک تم نے خوب پہچانا پس وہی  
رہی۔  
محسن۔ یار کنواری لڑکی اور پھر وہ شہسوار  
اور رشتہ دار بھی ایسے قریبی۔ بھئی ہوا بڑا  
بری ٹیڈھی کھیر ہے۔  
ناصر۔ اے کیا پوچھتے ہو عجیب شکل میں  
جان ہے۔ میان ایک گھر میں رہتے ہیں۔  
ایک زمین و آسمان پر ہیں ایک شہر میں  
بستے ہیں لیکن تو بہ محال ہو جواب انکی صورت  
ہم دیکھ لیں اور ہماری وہ  
محسن۔ کیا جھٹ پن ہی میں تھپا دیا  
تھا۔  
ناصر۔ نہیں جی۔ جھٹ پن میں تو برون  
ہم اور وہ ساتھ کھیلے ہیں۔ محسائی  
بلا اب نازل ہوئی ہے کوئی چھو  
ہینے سے۔  
محسن۔ یار مجھی میں دیکھتا ہوں ہمیشہ  
اُداس اُداس رہتے ہو۔ بھئی تو پھر  
اسکا ذکر فکر تم نے کچھ اپنے گھر میں  
نہی کیا۔

ناصر۔ میان ایک گھر والا کیا بھی  
جانتے ہیں کہ یہ جوئی۔ اُت۔ غضب  
ہو گیا۔  
محسن۔ بان۔ کوکو۔ جوئی کیا؟ کیا  
جوئی اسی کا نام ہے۔ بھئی حقیقت میں  
نام بڑا پیارا ہے یار وہ بھی ضرور پیاری  
پیاری ہونگی۔  
ناصر۔ مسکرا کر یار تم بڑے ہی چلتے  
پڑے ہو تو یہ میری زبان سے نکلتا تھا  
کہ لے اڑے جھٹ۔ غرض یہ کہ سب کو  
حال معلوم ہے۔  
محسن۔ اور پھر کوئی کوشش نہیں کرتا  
کہ بھاری انکی شادی ہو جائے آخر ہمیں  
برج کیا ہو۔ عیب کونسا ہے میان گھری  
کے گھر میں بیاہ ہو جانا تو سب سے اچھا  
ہو ایسا تو لوگ برسوں ڈھونڈتے ہیں  
اور نہیں نصیب ہوتا۔ خیر تا بھی جائز قانونا  
بھی درست پھر کیا معاملہ ہے۔  
ناصر۔ اے تمہیں ہی تو خبر نہیں میان  
گھر والے ہی تو اندھے ہو گئے ہیں سب  
ہی کچھ جانتے ہیں اور آنکھوں پر پٹی  
باندھے بیٹھے ہیں۔  
محسن۔ وجہ۔  
ناصر۔ وجہ کیا۔ جی جان سے ہماری  
امان جان اور بچو بھی امان جلی ہوتی ہیں



اور چچا جان گویا ابا جان کی دشمن ہیں۔  
محسن۔ ہائیں۔ یہ کیا بات بھئی۔ کیا  
بھائی بھائیوں میں۔ یہ پڑے ہوئے  
ہیں۔

ناصر۔ جی ہاں وہ انکی صورت سے جلتے  
ہیں وہ انکی شکل پر لا حول نہیں بھیجا  
چاہتے۔

محسن۔ اوسے میان آمد کوئی سبب بھی  
تعلیم ہو۔ لا حول و لا قوۃ میر خورشید علی  
کو زمین سے نہ کھینچا ہے بڑے حکیم الطبع اور  
یہ رنج آدمی ہیں کیا کچھ پڑھے نہیں کہ  
ہم جانتے تعلیم کا اچھا اثر نہیں پڑتا۔

ناصر۔ میان کوئی شہری ہو۔ دونوں  
بھائی عربی کے منتہی۔ فارسی میں عمدہ  
دستگاہ۔ انگریزی بھی معمولی نہیں پکڑ  
کہا جاسکتا ہے۔

محسن۔ استغفر اللہ۔ بھئی بار کمال کہ  
تعلیم یافتہ ہو کر ایسے تاریک خیالات اور  
ہاں تمھارے والد تو شاید افواہ ارسے میان  
شاید کیا؟ وہ تو پروفیسر ہیں سیٹ سٹیفن  
ہائی اسکول کے لا حول و لا قوۃ ۶

جو کفر از کعبہ رنجور کجا ماند سلمانی۔  
ناصر۔ بھائی وہ کیا کریں۔  
عورتیں بڑی بے ڈھب ہوتی ہیں  
ان کی عقلیں اور خالص کردہستانی

عورتوں کی عقلیں وہ گدی کے نیچے  
ہو کر تی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ بس بھائی  
بچی امان اور امان جانو ہر وہ اپنے  
قانوندے کے کان بھرے جاتی ہیں  
ادھر وہ اپنے شوہر صاحب کو درغلا  
جاتی ہیں۔ آخر اس رنج کا بڑھ  
پڑھتے۔ یہ بیچہ ہوا کہ دونوں بھائی  
ایک دوسرے کے خون کے پیاسے  
ہو گئے۔ وہ انکی صورت نہیں دیکھنی  
چاہتے وہ انکی اس حرص میں ہمارا  
بھی حال کھل گیا بس ایک تو کڑوا  
کر بلا دوسرے چڑھا تاں ہم پر۔ وہ اور  
بھی کڑوا ہو گیا۔ اب چھ چھ بیٹے سے  
پر دے لگ گئے ہیں۔ ادھر کا آدمی  
ادھر نہیں آتا وہ تو سب پھول پھول  
سوج سوج کر الگ الگ پھل رہے لیکن بنارہا  
محسن۔ اڑ گیا۔

محسن۔ تو گویا اب مدت سے جوئی تھک  
سانے نہیں ہو تین۔

ناصر۔ ہاں۔ کوئی آٹھ دن ہوئے  
جب تو میں نے انھیں ایک ترکیب سے  
دیکھ لیا ورنہ آسانی سے تو کبھی ممکن نہیں  
اور انکی تو وہ کچھ ایسی رکھائی سے پیش  
آئیں کہ پچھلے پچھوٹ گئے پھر صفائی کا  
اونسے موقع ہی نہ ملا۔ دوست انھیں



فکرون میں جان آوھی ہوئی جاتی پہلے  
رے تقدیر۔

محسن۔ میان کچھ وہ پڑھی لکھی بھی ہیں۔  
یا نہیں۔

ناصر۔ ہاں ہاں۔ لو۔ خوب اردو تو اردو  
فارسی کی بھی کتابیں دو میں نکل گئیں ہیں  
خاصہ خط ہر کچھ ایسا براہین لکھتے ہیں  
مورتوں کو اور چاہے ہی کیا سدرسی کلرک  
نوا نہیں کرتی ہی نہیں۔

+++++

محسن۔ اری میان تو آجک تم فقط دیداری  
پر رہے رہ کر کہ کتبہ اتفاق سے آجائز بھارے  
سائے پڑ جائیں اور تم دیکھ لو۔ لا حول لا قوہ  
تم بھی کہو گے کہ میں آدمی ہوں میان جتنے  
دن سے تم انکی صورت دیکھنے کو ترس  
گئے ہو اور اپنی زبان سے باتیں کرتی ہیں  
نصیب ہو میں اتنے دن سے زبان قلم

ہی سے کام لیا ہوتا وہ محبت جو بچنے سے  
آج تک بھارے ساتھ رتی کرتی چلی  
آئی تھی اس بے غوری میں اسکا شہ تو

نہڑتا۔ استغفر اللہ تم بھی عجب بودہ مرادال  
ہو۔ میان خط کہیں نہیں لکھتے انھیں  
بھی محبت ہے تو وہ ضرور جواب

دیں۔  
ناصر۔ (چونک کر) اسے بار بھی دہ

میر صاحب! بات تو ایسی بھی سمجھائی ہو  
کہ قسم ہر منہ ہی جوم لے بھارڈ۔ مگر بارہے  
منکل۔

محسن۔ کیوں منکل کیا ہو

ناصر۔ ارے میان منکل یہ ہو کہ ایک دن  
بچے بھولوں کا ہار انکے چھوٹے بھائی  
کے ہاتھ بھجواتھا۔ اور آپ پردے کے  
پاس سے کھڑی ہوئے بھائی کے رہے تھے  
تو آپس بھی بہتری کچھ قیامت نازل ہوئی  
تھی انکی ان صاحب ایسی ایسی بگڑدین  
کہ خدا کی پناہ اب خط کبھی دیکھ لیا تو خدا  
جائے انکے ساتھ کیا سلوک کریں۔

محسن۔ تم بھی بڑے چٹو ٹھو ہی ہو اب  
خط سے میرا یہ تو مطلب نہیں ہو کہ تم ڈاک  
میں لفاظہ ڈالو۔ یا انکے بھائی کے ہاتھ  
بھججو۔ اس طرح تو نہ کھلتی ہوگی بات تو  
آپ سے آپ کھلے گی۔

ناصر۔ پھر کیا کروں۔

محسن۔ میان بھی کتکو ابھی گویا ہاں  
یا نہیں۔

ناصر۔ ہاں بیویں دفنہ۔

محسن۔ بس تو کسی دن ایسے وقت آئی  
کہ گھر میں تھا اسے والد بھی ہنوں اور  
اور مرا نکا کوئی بھائی دانی بھی نہ ہو کچھ  
پڑھ پڑھا سکتے بس ایک کھگوے پر



خوشخط دو ایک سطرین اپنے مطلب کی لکھو  
اور غوطہ دینے دیتے تھے ان کے گمیزیں کھلوا  
گراٹے تھوڑی دیر پڑا رہے دو۔ اگر کسی نے  
کھینچ لیا تو پڑ لیا تو تو غل بچا دیا کہ بھٹی کون  
ہو ہمارا کھلوا کون توڑتا ہے اور اگر اسطرح  
تھوڑی دیر اور پڑا رہے تو اسے آپ کھینچ  
لیتا۔ ہزار سہواگر اٹھین بھٹا را خیال ہے  
تو ضرور اسی پر جواب میں کچھ نہ کچھ لکھا ہوگا  
اور یا بھٹی کسی کا کیا انکا دھیان نہ پڑا تو  
تو بھٹا یا پیغام الٹا بھٹا رہے ہی پاس جا بیگا  
اور کسی کو کا وزن کاں خبر بھی نہوگی اسطرح  
دو ایک دفعہ کرنے سے ایک نہ ایک دم  
وہ ضرور تمھیں جواب دینگی اور بر تقدیر  
میان جواب نہ دین گی تو بھٹاری  
حالت دوسرے دوسرے پر پڑے تو لیا  
کریں گی۔

ناصر۔ بھٹی وہ دوست خوب بات بتائی  
تسم کہ لک لیا تو تیر نہیں تکا تو ہی سی اللہ  
خواب بھی پڑے حال ہی ادھر تھا نا بھٹا کرے  
بھائی۔

محسن۔ بیکر دوست اس مکان میں رہتا  
سے تو آدمی نہیں ہیں کہیں۔

ناصر۔ نہیں نہیں میں سے تم خاطر جمع کرو  
بس فقط جی جان میں اور مقبول ان کے  
بڑے بھائی اور ایک چھوٹا بھائی احمد

بس ایک ماما۔

محسن۔ بس تو کھٹے پڑے وہی بکرتا بول  
ہونے میرے خیال سے شاید۔ اور وہ احمد  
تو بچہ ہی ہوگا۔

ناصر۔ ارے میان نہیں مقبول تو خیر  
ہوے ہیں یا نہیں وہ تو بالکل سیدھے  
آدمی ہیں بھائی وہ احمد جسے بچہ سمجھ رہے  
ہو وہ بڑا حضرت ہے وہ تو پڑھ لے تقدیر کا  
لکھا تک وہ بڑا چلتا ہو رہے۔

محسن۔ (مسکرا کر) بھلا نہ جانی ان ذات  
شریف سے ڈرنا چاہیے ذرا دیکھ بھال کر  
جب وہ گھر میں ہوں آخر کھینچنے دینے بھی  
کہیں جاتا ہوگا یا نہیں۔

ناصر۔ ان ہاں جاتا کیوں نہیں آتی  
انشاء اللہ ایسے وقت تو بہت سے ملے  
جس میں صرف جی جان ہی ہوں اور جوتی  
ہیں۔ بلکہ جی جان بھی دوپہر کو سو رہا  
کرتی ہیں

محسن۔ بس بس تو وہ پہر ہی کو ٹھیک  
ہے تسم ہے بالکل تیر بہت ضرور ہاں  
کرتا۔

ناصر۔ ضرور۔ جواب کیا اس میں کچھ تامل  
کرنا لگا بھی نہیں۔

محسن۔ ان بس اسطرح کوشش کر  
انشاء اللہ وہ ضرور تمھیں جواب دینگی



اور جب جواب آئے تھے بھی بیان کرنا پھر ہم کوئی اور تجویز سوچیں گے۔

ناصر۔ اچھا۔ لیکن یہ جواب کیا آئے گا وہ قید ہی میں بجا رہی قید میں۔ اپنی ان سے وہ اتنا ڈرتی ہیں کہ تو بہ ہو۔

محسن۔ یہ تو سب شریف زادہ لڑکا قاعدہ کے وہ اپنے بزرگوں کا رعب بحفاظت خون کیا کرتی ہیں۔ کیا تم اپنے والد اور والدہ سے نہیں ڈرتے۔

ناصر۔ والدہ سے تو نہیں ہاں اباجانے بھشاک۔ وہ نکلتی ہو۔

محسن۔ جس تو وہ بجا رہی تو ایک لڑکی کی حیثیت سے ہو۔

ناصر۔ لیکن دست ہم تو بھر بھی کچھ نہ کچھ کوستش کیے جانے ہیں ان کی جوت سے ہاتھ لگا بھی نہیں جوتا۔ یہ جڑا غضب ہو۔ محسن۔ لا حول و لا قوت تم کہتے ہو قوت ہو

میان وہ عورت ذات محض نا بکر بہ کار یا بند خرم۔ بھلا وہ اور اشارا کتا یہ کو کیا جان سکتی ہو۔ بجا رہی دل ہی دل میں محسن۔ مولیٰ تم سے کہہ دو۔ تم نہیں کہتے اور اگر وہ اور جب موقع دیکھو یہی دہا

ناصر۔ خیر۔ تو کہیں ہی گے لیکن مشفق بچہ بھی بات اپنی حالت پر بہت افسوس

ناصر۔ خیر۔ تو کہیں ہی گے لیکن مشفق بچہ بھی بات اپنی حالت پر بہت افسوس

آتا ہو۔ تم دیکھتے ہو اب میرے منہ میں دن بدن کمزور ہوتے جلتے ہیں۔

ہیڈ، مٹر صاحب پر سون بھی پوچھ رہے تھے کہ تم کیسا ہو۔ دیکھو یہ تو نہیں رہتا ہو اسکول میں سے بھی اب غیر حاضر بہت رہتا ہے لا

محسن۔ آہن تو شک نہیں تمہارا اشدی اب ایسی نہیں ہے۔ صرف حافظہ ہی حافظہ تمہارا ساتھ دے رہا ہے نہیں

تو حضرت بالکل چپٹ ہو جاتا وہ تو بار اللہ نے تمہیں ایک جوہر یہ حافظے کا ایسا دار

ہو کہ یہ سب بنا ہی جاتا ہے ورنہ اتنی قیر حاضری اور یہ آگے بڑھتے ہوئے سبق

اور تم کلاس کے برابر ہو اسل لیے چھو تو یا تمہارا ہی کام ہو۔ خدا چاہے کس بلا

کا حافظہ ہے کہ دوسرا پڑھتا جائے اور تمہیں یاد ہوتا جائے۔

ناصر۔ ارے میان اب وہ بات نہیں کہ دیکھئے اب کی انٹرنس میں کیا ہوتا ہے

بھئی ہم اپنی کہیں قسم ہے ہمیں امید نہیں۔

محسن۔ اسکی نہ کہو یا راز ہم ابھی سے پیشین گوئی کیے دیتے ہیں امتحان میں تو تم پاس رکھے ہو سہ ہو۔ ماشاء اللہ وہ

وہن یا ہر کہ اسکول بھر میں ایک لڑکے



شیابہ آنے نہ پایا کہ عشق نے مارا  
میں بہار کے لہر سے ترے ذرا کیسی

## دسوان باب

کیا "ناصر" جوئی سے محبت کرتا ہے یہ  
سوال تھا جو منشی میر نظام علی صاحب نے  
رات کے دس بجے اپنی بیوی سے  
کیا ہے۔

حیدری خانم - اگر وہ عجب کرمان  
معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

منظمر علی - معلوم ہوتا ہے یا یقینی ایسا ہی  
ہے۔ تم صاف صاف کیوں نہیں کہتیں  
جی، افسوس تم نے پہلے سے سمجھنا ان باتوں  
سے خبردار نہ کیا۔ اب تو وہ دن جو ان  
ہو گئے مجھ میں بھی جو ان ہو گئے ہوتی  
یہ سمجھ کر کیا واقعی ناصر جوئی سے محبت کرتا  
ہے؟

حیدری خانم - دراجی کو اگر کے مجھ  
معلوم تو مدت سے ہے لیکر میرنٹھاری  
نظری کے بارے آج تک کہہ نہ سکتی۔

منظمر علی - وہ کیا اچھی نکلی تھی اب  
کیوں کہا۔ اب بھی نو ذرا ہی گزرتی ہوئی ہے  
نہ سو راتوں کے دن کے چھپا سنا ہے یہ  
فائدہ بیشک ہوا کہ بچہ شاید ادا کا تھا

کا تو ہر نہیں طبیعت کہ نظام دریاہ کیسے  
رکاوٹ ہی نہیں۔ کوئی سبکدوش (مضمون)  
ہو کیسے سے کیسا ہی شکل پرچہ ہو یا نہ تھے  
مجھے ہزار دن ہی دفعہ آزار یا بچہ اس طرح  
صاحب کرنا کی طرح سے اس میں سے کلنا  
چلا جا رہا ہے کہ قسم ہے رشک ہوتا ہے  
رشک۔

ناصر - میان میں رہنے دو بھی (عسکر کر)  
کیا آہن پر خڑکایا۔ بھائی وہ جیجی تک  
تھا۔ جب تک داغ بھیج تھا اب داغ ہی سر  
سے ٹھیک نہیں اسے اس سر میں جس کا  
سودا ہے اسی نے تو دیر بھی بعد کر لیا  
دوست پڑھائی کیا ہوگی دل و دماغ  
وہی چیزیں انسان کے جسم میں اعلیٰ ترین  
اور عظیم اور اشد تحصیل حاصل انہیں  
سے تعلق رکھتے ہیں پس وہی ٹھیک  
نہیں۔ پھر اس کیا ہو گئے خاک۔ لپٹا  
کیا بڑے موسم میں عشق کا بھوکھا آیا  
ہے۔ اسے میری کشتی باراد ہاتھ  
جاتے کہ شکار میں چوٹی سے۔ اٹک کیا  
موسم سے گذرتی تھی۔ وہ سے میں بھر  
جی اپنی فکر سے کے نعتیں بھی ہوتی  
عین اب سب نعت کرتے ہیں۔ ہم منہ  
دیکھتے ہیں اٹک جوتی کیا شروع ہوتی  
رات کا پتہ نہ آیا۔ سے رہی لکھتے



کچھ ہو جاتا لیکن اب پانی سر سے گزرنے والا ہے اب کچھ نہو سکیگا۔ باہر ہی عقل دیا۔  
خاتم صاحب واہ۔

حیدری خاتم۔ سخت شرمندہ ہو کر بہت ہی دبی زبان سے کیا بتاؤں ہوں تو بیوقوفی یہ مجھ سے۔ باجی ہمارا دم نے اور نہیں کہنے دیا ورنہ میں تم سے کسی نہ کسی دن کہہ تو ضرور دیتی کیونکہ میں نے بار بار جا ہا تھا لیکن اونکی رائے نہوئی۔

منظہر علی۔ اسے سبحان اللہ فیہ دہری ہونی کہ او نکمہ کہنے سے میں نے اسے غلام گنوا لئے۔ تو پھر اب بھی انھیں سے پوچھو جا کے اب بتاؤ اب کیونکر میں لڑکے کا خیال ادھر سے ہٹاؤں۔ واہری دور اندیشی اول تو سر سے مجھے سیانہ صبر کا رجحان ہی اوجھڑا معلوم ہوتا ہے بہت کدھر گرا ہوا ایسی تو جوئی کچھ صورت شکل والی بھی نہیں اور آرا سے ایسی ہی بھی معلوم ہوتی تھی تو ساس کو بھی رکھ لیا تو لالہ ولا قوت۔ ایک جوش نظام۔ بیوردہ جاہل شخص کہ دراز عورت۔ اسے وہ تو برسے لڑکے کو کوس کہ کھا جائیگی دوسرے شہر سے صاحب وہ نور علی نور۔ کہ سبحان اللہ ماشاء اللہ ہر بات میں دوسرے صورت نامی نہایت ہی ذیبا سیرت نامی

نہایت ہی قابل قدر عزت انکی جہانجانی کے قیروں سے کم نہیں وہ اعمال کیے کہ آخر کو ڈیڑھ برس کی کاٹے بیٹھے ہیں افسوس کدھر مائل ہوئے ہیں آپ یہ بھی نہیں ہو سکتا میں اسکی شادی کبھی ایسی ذلیل جگہ نہیں کروں گا چاہے وہ غریب یا سہوین لاجول ولا قوت انھیں یہ نکرہ میں ہیں مجھے انکے امتحان کی پڑی ہوئی کہ دیکھیے اب کی انٹرنس میں کیونکر پاس ہوئے ہیں کہیں میری کی کرائی محنت نہ غارت ہو جائے اور سال بھر یہاں پھری جانت میں اچانک دگر میں نہیں جی ہاں تنگ فکری ہو اب تم اس بات کو اسطرح گول رہنے دو۔ بلکہ باتوں باتوں میں انھیں سنا بھی دو کہ میں نے تمھارے ابا جان سے جو اسکے بارے میں ذکر کروا دیا وہ بہت ہی ناراض ہوئے انکی ہرگز ہرگز مرضی نہیں ہو اور خلافت دہلویں کرنا شرعاً ممنوع ہے اس آیتنے شرع کے خلافت کیا تو مرتد ہو گئے مرتد اور کافر فریب فریب ایک ہونے میں ہیں گویا دین و دنیا سے جلتے رہو گے اگر انکے خلافت تھے اپنا خیال بٹھا یقین ہو تم جب یہ تقریر لفظ لفظ کے سامنے بیان کر دو گی تو ضرور اس پر اثر پڑے گا افسوس۔ کیا ۲ معقول حرکت کی



جوتے اتنے دن تک چھپا رکھی۔ ہرگز ہرگز  
آئندہ کبھی ایسی غلطی نہ کرنا۔

حیدری خام۔ نہیں صاحب اب کوئی  
ہمیشہ ہمیشہ میں ایسی ہی بر قوفی کی پابند  
رہو گی۔ لیکن ایک بات کہوں اگر تم  
خفا نہ ہو۔

میر منظر علی۔ نہیں نہیں کہو کیا کوئی اور  
قیامت ہے اس سے بھی بڑھ کر سننے  
آجی ایک معاملہ سن کر لفظوں میں نکائی  
تھی۔

حیدری خام۔ مسکرا کر نہیں وہ اور  
بات ہو میں یہ کہتی ہوں تو انھیں بیان  
سے اٹھا ہی کیوں نہیں دیتا نامہ کا اسمین  
کیا قصور ہے نہ کہنا دیکھنا نہ بھونکے گا۔

میر منظر علی۔ (باوجود کیہ نہایت ہی  
سجیدہ اور نکتہ رس ہیں لیکن ہوی  
دم میں آگئے کیا انھیں خورشید علی کی  
ہوی کی ہوں کو؟)

حیدری خام۔ اور کیا۔

میر منظر علی۔ (ان خیال تو سنا کہ میر منظر علی  
کو ایسا ہو۔ دوسرے نکات قبضہ میں بیان  
سے اول اٹھانا ہی آخر اٹھانا ہی اس سے  
بچا ہوگا جو میں دھوکے کزدون بھی آجکل  
میں انھیں سے مکان ہو جائے تو شاید  
کچھ دنوں بعد بیان نامہ بالکل ٹھیک

ہو جائیں! حقیقت میں اب ان لوگوں  
کا ہمارے مکان میں رہنے کا بھی کوئی حق  
نہیں۔ کیونکہ سوا ہزار روپیہ میر منظر علی  
کے بناؤ بگاڑ میں بند کج لگ گیا اگر وہ  
میں تو دہ ہزار میر سے سیدت با تھ سے  
بیان رکھیں پھر میں شوق تو انکا ٹھہر  
نہیں تو انہیں اپنا نام تو بڑا چلتے  
چرنے نظر آئیں

حیدری خام۔ (میں ان سے تو میں جے  
بھی سوچ کر کہا تھا کہ میر کا روپیہ  
ہمارا لگا اور پھر شریک کے شریک ہر  
مانا کہ یہ مکان! یہ ہاگس! جان کی ہر  
اللہ کشتے لیکن مجھے تو جیسے ہے ایسا  
ایسا نئے سرے سے گرا کر گرنا یا ہے

کہ وہ لمبہ بھی تو اسمین نہیں رہا پھر ہوں  
حقدار بنے بیٹھے ہیں۔ اور جب بڑا ہوتی  
ہو بی دوطن بگم۔ چک چک کر کہتی ہیں  
اسے نکال دو جب جائیں جیسے تمہارا ہی

تو مال ہو۔ یوں نہیں جائیے ہم مکان  
کی اینٹ سے اینٹ بجا کے جائیں گے  
غضب خدا کا مال کا مال لگا یا اور اسے  
دھونس میں آتے ہیں جب مکان کی اینٹ  
سے اینٹ بجا دی تو انھوں نے ہمیں  
بھی خاک میں ملا دیا نہیں صاحب میری  
جی اتنی ہی طے ہو کہ تم کل آپسوں سے



کوکے ناش کر ہی دو۔

راوی۔ اللہ اللہ کیا سہرا تھا ہر اور  
کیا نیک کام۔ منہ میں۔ دنیا کے خون  
سغیر ہونے انھیں لوگوں میں دیکھے

میں۔  
میر منظر علی۔ بچا صاحب کل ہی نشا  
لاؤ کھا نا تھا۔

حیدری خانم۔ اسی ملا گیر۔ ادلا گیر وہ  
ارمی لود و۔

ملا گیر۔ (سولگی تھی) آئی بیوی آئی۔

میر منظر علی۔ داہ۔ ابھی سے سو جا  
کرتی ہو خیرے۔ لیکن آج وہ کمان  
کر رہی۔

حیدری خانم۔ وہ۔ جی ان کے  
خیر سے بہت بیمار ہیں وہ کل سے  
ان کی دوائی ٹھنڈائی میں ملی ہوئی تھی  
آئیں ہمیشہ اب یہ ہی بی بی وہ  
رہی ہیں۔

ملا گیر آ جاتی ہے۔

حیدری خانم۔ لے کھا نا لاؤ کیا  
سوئیں تھیں۔

ملا گیر۔ کیا بتاؤں کبھی غنہ دگی سی  
آگئی تھی سو نہت ابھی تک آگال ہی  
تھی بس تاکے بکارنے سے نہ رہی تھی  
لکھنا کی تاکہ چھپ گئی تھی۔

حیدری خانم۔ چلو جاؤ۔ کھانا لاؤ۔

جلدی سے۔

میر منظر علی۔ لیکن یہ تا سر جوئی کے

پاس دن کو اکثر جایا کرتا ہر کیا؟

حیدری خانم۔ اب کمان جاتا ہے  
او خون نے اپنی رٹ کی کو چھپا بھی دیا  
اس سے ہان پٹے جایا کرتا تھا۔

میر منظر علی۔ او ہو۔ دو لکھن بیگم کو  
بھی معلوم ہو گیا۔

حیدری خانم۔ لو کبدا ہیں تو معلوم

ہو گیا۔ اور انھیں انہیں معلوم ہو تا

وہن تو جا جا کر دن دن بھر بیٹھا کرتا تھا  
ازار کی چھٹی ہمیشہ وہن منہ تھی۔ خواہ

میں والدین کے چاند جو اس سن داسے

چیرا سی کے بکارنے پر روانی ہوئی

تھی اور آبا امراؤ بیگم نے عدتہ دیا تھا

کہ سنے اپنی بیٹا کی تو خیر دوان پر

جانی ہو۔ ابھی سے بن بن کر بھاتی آگے

سامنے بچتی ہو۔ وہ لوٹتا ہی ایسا سمجھتا

ٹھنڈی مٹی ہو جو اس میں دیکھنا نہیں

تو صاحبزادی تو بیوی و فقہ و بھاپا جکی

موتیں۔ بس اسی دن سے انھوں نے

اپنی راکھ کو چھپا دیا۔

میر منظر علی۔ استغفر اللہ! ابھی غنہ

کرتی ہیں انہیں دیا انہیں چاہیے تو نہ



ہے بالکل ساکن ہیں نام کو بھی تو کوئی نہیں  
 ملتا۔ پہنچ رہے ہیں جنہوں سے کوئی دن جو یوں  
 شان طوطوں وغیرہ کی تو ہم آواز سن  
 سکتے ہیں لیکن بعض بعض سی  
 انوکھی ہیں کہ ہم اسے نہیں قائم کر سکتے  
 کہ وہ گئی ہیں۔ ان اتنا ضرور ہے کہ  
 جہان میں جل کر ایک آدھ بھیا نکلی  
 ہو جاتی ہے۔ ان بہت سی سرسری اور شیریں  
 جی میں سبز و سیاح میٹھی نیند سو رہا تھا  
 ذرا بھی تو کر دے نہیں لیتا۔ ایک سرسری  
 نظر ڈالنے سے ہم اپنے موجودہ مقام کو یوں  
 بتا سوار کر دکھا سکتے ہیں کہ مغرب کی لہروں  
 جہان درختوں کا چکر آسمان کے پیچھے ہے  
 بندھتا چلا گیا ہے۔ اس کی سرخی چھلکنی جاتی  
 ہے۔ جسکا نظار کسی پر بچہ دست نازکے  
 آنکھوں کے ڈور دن سے کم نہیں اس  
 سے ذرا اور نیچے ہٹو تو ہرے ہرے  
 درختوں کی گنجائش اور کہیں کہیں پریشان  
 صورتیں اپنی اپنی قسمت کا نمونہ ہیں  
 بعض شاخیں بٹھکان جوں بل کھا کر  
 ہماری آنکھوں کو متوجہ کیے جیتی ہیں  
 تو ہم انہیں اسلئے پیار کی نگاہوں  
 سے دیکھتے ہیں کہ وہ گونا گونا جلی  
 لسن غریب زدگی کے گرد و پاں میں  
 دبے ہوئے بال ہیں جو رات بھر کی

اس طرح انہیں اور مند دلاتی ہیں کہ نہیں چھپاتے  
 تو بھیاؤ۔

حیدری خانم۔ بے چارہ بچا ہوا گل جھل  
 پارہ اور جھل خوب ہوا پردہ ہو گیا بس  
 اب بے تدبیر ہو کہ وہ لوگ  
 یہاں سے ٹھڈے بیٹوں چلے بھی  
 جاتے ہیں۔

میر منظر علی۔ ٹھڈے سے کیا گرم ہو کہ  
 وہ یہاں وہ بھی سکتے ہیں ابی تو بہ ہیں  
 نشہ اللہ کی ہی درخواست دیتا ہوں  
 رکھا آئیہا دسترخوان بچہ لیا اور میر  
 کھانے لگے۔

## گیارہواں باب

دوسرا سینہ ختم ہو چکا ہے۔ سردی جیسی  
 ہوتی چاہیے وہ آج نہیں ہے کیونکہ  
 دوسرے جان شریع ہوا اور دانت سے  
 دانت بجنے لگے بیان آجکل اس حالت  
 میں بالکل غمراہی ہے کیونکہ اس وقت صبح  
 کی صبح ہر ٹکڑے تھا کہ دزائون میں سے  
 آنکھ نہ مل سکے۔ آسمان آبی رنگ کی  
 لے چادر کی طرح درختوں پر چھایا ہوا ہے  
 شرق میں کچھ یوں ہی چلتی ہوئی رنگت  
 ہے۔ دوسرا ایک رنگ درختوں کے



تہیست چھوٹ کر پھر سے سر سے سوار نے  
 کے قابل بھی نہیں کہہ کر وہ بیچاری خود  
 اپنے کام دھند میں جا گئے تھے انہیں بچا  
 یا سوار سے کون بچا اور پچھلے پر نہیں  
 تو کھیتوں میں ندو زر د خور د و گسندنی  
 رنگ کے بھول اس سر سے اس  
 سر سے تک لہلہاتے ہوئے بست کی  
 رت یاد دلا رہے ہیں یا بھرا ج کا دیا  
 ہر کہ لہریں اڑ رہی ہے اس میں کہیں کہیں  
 سفید چولون کا رنگ چمک جاتا اس  
 کی تحریر میں یا موبین سمجھے جو کچھ دل  
 ہی کو لطف دے جاتی ہیں لفظوں میں  
 ادا ہونا قریب قریب ناممکن ہے کچھ  
 کے پدے جو اس وقت دور سے اس طبع  
 لکھائی دے رہے ہیں کہ غیر مدخون کے  
 پتے انہر ہاتھوں چھاؤں رہ رہے ہیں  
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہوش کا سبز آئین  
 جسمین بھول بٹے بھی بنے ہوئے ہیں  
 یہاں اہل رہا ہو انہی کے درختوں کے  
 سحر کی کسی غریب کے گھر سے دعوان  
 اٹھ رہا ہے۔ مگر کس لیے؟ ثابت ہی  
 اہستہ آہستہ او بچا ہوتا ہوا کھوٹا  
 دوتنگ پھیلتا ہوا جاتا ہے اور پھر وہی  
 کہیں نامت بھی ہو جاتا ہے یہیں کہیں  
 شاہد ایک پر جی بھی رہتے ہیں جو گھر سے

تو یہ کیا کرتے ہیں اور سامنے والا مکان  
 از عین کا تو ہے اندر چلے خانہ بے کھلف  
 ہے ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ دیوار  
 میں مکرنگاتے کے لیے کھار دے کی  
 ایک بڑی بچی تخت کی چوڑائی تک کیلون  
 سے جڑی ہوئی ہے۔ سامنے ایک اکھی  
 بندھی ہوئی ہے ہل سبز نیلے پیلے کے سوت  
 کے کچے کچے ہوئے ہیں طاغون میں تو میر  
 کی اور جانوروں کی کھوپڑیاں دھری  
 ہوئی ہیں سب کے کاتے بول کے کاسے  
 اندر سے لیمو۔ کاغذوں پر لال سبز کھلیاں  
 گدیوں کے دھڑا دھڑا کھلی ہوئی ہیں  
 دہڑے دہڑے ناندے کھلے ہیں جو تخت  
 کا دایاں بائیں دے کے ہوئے ہیں۔  
 انہیں مٹی کے پتلے سیندر اور سفید  
 سے گزنگ ہیں۔ کسی کی زبان میں  
 کسی کے گلے میں۔ سونیاں بھکی ہوئی  
 زلالہ رنگ پیدا کر رہی ہیں دو ایک  
 چیلے چانٹے پر جی کے سامنے آٹھ  
 انڈے کھڑے ہیں۔ دو ایک باہر  
 دروازے پر کسی تازہ شکار کی ٹکڑیاں  
 ہیں۔

پر جی صاحب تخت پر تو ہیں نہیں خدا  
 جاتے کہاں تشریف رکھتے ہیں انہیں تو  
 کے باغ اور عین بھی دیکھ لیتے



ہیں یا یہ! ہر سے ایک گرگا اگر اس کو دے  
دلے حجرہ کی طرف کیوں چلا اور ایسی جگہ اسٹ  
سے خدا خیر ہی کرے اسکو تو ہننے ابھی نہیں چھا  
تھا کیا دروازہ پر تھا تو ہم آپ ہی دیکھتے  
ہوئے آئے ہیں وہاں یہ ذات تشریف  
نہیں تھے اور تو کہیں کسی کو تاک کر خبر دے  
دینے آئے ہیں جی جی جی دروازہ اندر سے  
بند تھا اسے آہستہ سے دستک دی کہی نے

کھول دیا اور یہ حجرہ میں چلا گیا۔ آؤ تو پھر  
ہم کیوں بھیجیں دراز شاہ صاحب کی زیارت  
ہی سی۔ آہا ایک مٹے کٹے سندھت  
الوقت ہیکہ الزمان کالے دھیر سے  
پیر جی آلتی پالتی مارے قاین پر بیٹھے  
ہیں بت جل رہی ہے چھڑا حجرہ مارے  
خوشبوؤں کے عطر خانہ بنا ہوا ہے  
لوہان کی بھینی خوشبو سوکھنے ہی  
ہر صوفی کا جی چاہے کہ کھیلنے لگے شاہ  
صاحب بد صورت تو ہیں لیکن لباس  
غضب کا فرق ابھڑک رکھتے ہیں۔

ادنی پھولدار ٹھینٹ جو (عمر عہ) گز سے  
کم ہوگی اسکا دگھ۔ اور بر سبز اطلس کا  
کھنڈ اور گلا کا شاقی گلابی نعل کا تہمت یا تو ہیں  
سوندے کے پھلے رد ہننے اتھ کی کلائی میں پوتر  
کا ایک مومنا سا کرٹا۔ انگلیوں میں سوندے  
کی ہوئی سونچ بھاری بھاری آٹھ دس

ہیں یا یہ! ہر سے ایک گرگا اگر اس کو دے  
دلے حجرہ کی طرف کیوں چلا اور ایسی جگہ اسٹ  
سے خدا خیر ہی کرے اسکو تو ہننے ابھی نہیں چھا  
تھا کیا دروازہ پر تھا تو ہم آپ ہی دیکھتے  
ہوئے آئے ہیں وہاں یہ ذات تشریف  
نہیں تھے اور تو کہیں کسی کو تاک کر خبر دے  
دینے آئے ہیں جی جی جی دروازہ اندر سے  
بند تھا اسے آہستہ سے دستک دی کہی نے

کھول دیا اور یہ حجرہ میں چلا گیا۔ آؤ تو پھر  
ہم کیوں بھیجیں دراز شاہ صاحب کی زیارت  
ہی سی۔ آہا ایک مٹے کٹے سندھت  
الوقت ہیکہ الزمان کالے دھیر سے  
پیر جی آلتی پالتی مارے قاین پر بیٹھے  
ہیں بت جل رہی ہے چھڑا حجرہ مارے  
خوشبوؤں کے عطر خانہ بنا ہوا ہے  
لوہان کی بھینی خوشبو سوکھنے ہی  
ہر صوفی کا جی چاہے کہ کھیلنے لگے شاہ  
صاحب بد صورت تو ہیں لیکن لباس  
غضب کا فرق ابھڑک رکھتے ہیں۔

ادنی پھولدار ٹھینٹ جو (عمر عہ) گز سے  
کم ہوگی اسکا دگھ۔ اور بر سبز اطلس کا  
کھنڈ اور گلا کا شاقی گلابی نعل کا تہمت یا تو ہیں  
سوندے کے پھلے رد ہننے اتھ کی کلائی میں پوتر  
کا ایک مومنا سا کرٹا۔ انگلیوں میں سوندے  
کی ہوئی سونچ بھاری بھاری آٹھ دس

ہیں یا یہ! ہر سے ایک گرگا اگر اس کو دے  
دلے حجرہ کی طرف کیوں چلا اور ایسی جگہ اسٹ  
سے خدا خیر ہی کرے اسکو تو ہننے ابھی نہیں چھا  
تھا کیا دروازہ پر تھا تو ہم آپ ہی دیکھتے  
ہوئے آئے ہیں وہاں یہ ذات تشریف  
نہیں تھے اور تو کہیں کسی کو تاک کر خبر دے  
دینے آئے ہیں جی جی جی دروازہ اندر سے  
بند تھا اسے آہستہ سے دستک دی کہی نے



چیللا - ان اردوان کٹھنبا لے تو میں ہزار  
 کیا بات ہیں - ہو غم۔ داؤن کٹھنبا لے -  
 پیرجی - کون لوگ؟ ان سے نکال دے  
 در آئیں ابھی دیے دیتا ہوں لیکن -  
 باتیں بٹھا رہا ہے کہ اسے پاچون تہی  
 میں اور سر کردہانی میں جھپٹ ہی تو نذر آجے  
 چیللا - ایسا ہی - اجی اور کسے بھی تو نہ  
 دونگا - لیکن آپ پہلے اسکی تو فکر  
 کر لیں یہ جو بڑی بی میرے پیچھے پیچھے  
 آئی ہیں اور باہر بھی ہیں -  
 پیرجی - بڑی بی کون؟  
 چیللا - اجی وہی سور پیر والی  
 اسامی -  
 پیرجی - کیا آگئی ہے کیا مقصد ہے  
 اسکا؟  
 چیللا - ان آتوئی ہو گی لیونکہ مجھے کوئی  
 سو قدم بھی تھی - میں آتے آ رہا تھا  
 اور وہ پیچھے پیچھے شاید کسی بیگم صاحب  
 نے انھیں بھیجا ہے آپ کے باکل میں  
 کی تو گلدی پوچھتی ہوئی چلی آئی تھیں  
 میں نے بھانپ لیا اور چپکے سے الہیا  
 کو بھیج دیا اسنے جا کے ستا تھاوے کی  
 کوئی بوسی بیگم صاحب میں نہر رہتی ہیں  
 اٹھا رکھا کسی لڑکی پر عاشق ہو اور وہ  
 لڑکی بھی شاید اسی گھر میں رہتی ہے -

بیگم صاحب چاہتی ہیں کہ کوئی ایسا تو  
 گنہگار ملے کہ اوپر توڑ کے کا دل بھر جائے  
 اوپر وہ لوگ - ان سے نکال دے  
 جاؤں -  
 پیرجی - کون لوگ؟  
 چیللا - اجی صاحب وہی - لڑکی والے  
 اور کون -  
 پیرجی - اونٹھ - یہ تو کوئی باریست نہیں  
 ایک اٹھوارہ میں سب سب  
 محسوس -  
 چیللا - تو اچھا اب سمجھ گئے اسب کچھ  
 تو میں جاتا ہوں -  
 پیرجی - جائے محمد کو بھیج دینا -  
 چیللا - سلام دچلا جاتا ہے - ہر نکل کر -  
 محمد خان محمد خان  
 محمد خان - کیون - کیون؟  
 چیللا - حضور یاد کرتے ہیں -  
 محمد خان - بڑے ہی ادب سے بہت  
 ہی خوب شکر - شکر - حاضر ہوا یہ کہہ کر  
 یہ آہستہ آہستہ حجرہ کی طرف بڑھا  
 اب یہ اس طرح بدن کئے ہوئے کپڑے  
 اوپر اوپر سے جھارہ تا ہوا اٹھٹک کرتا  
 ہوا جا رہا ہے کہ جیسے کسی بڑے پاک  
 طینت صفائی پسند شخص کے سامنے  
 حاضر ہونا پڑتا ہے قریب حجرہ پہنچ کر



ہاتھ باندھ لیتا ہوا اور اندر چلا آتا ہے۔

پیر جی - کیا کوئی عورت آئی ہے۔

محمد و - ان آئی تو ہوا آپ کو بوجھتی تھی بن  
نے کہا ابھی مطب میں تشریف نہیں  
لائے۔

پیر جی - اچھا تو آپ تم جا کر کہہ دیا کہ آئے  
ہیں۔

محمد و - بہت خوب! ابھی آتا ہوں لیکن  
کسی طرح کوڑا کھو کر اس طرح آئے پیر چند

قدم - جب دروازہ بند ہو گیا پھر ادھر سے  
بچھڑ پھیری اور جلدی جلدی تخت کو چھاڑ  
نے چھوڑے لگا آگالہ دان سامنے رکھا

گاؤ کی خوب اچھی طرح دیوار سے لگا کر  
رکھ دیا قلمدان کا غز - کھاروے کی دو ایک  
تھیلیاں جنہیں خدا جانے کیا کیا خاک ہلا

دوا - بوٹیوں کی قسم میں سے بھرا ہوا تھا  
برابر برابر رکھ دین

دوا - کیا پیر جی صاحب آتے ہیں  
محمد و - جی ان آپ تشریف لانے ہی  
کو ہیں کھڑی ہو جائیے آپ بھی۔

دوا بیجاری حکم پاتے ہی کھڑی ہو جاتی  
ہے۔ جو دفعتاً کوڑا کھلتے ہیں اور

شاہ صاحب کھڑاؤن پہنے  
سبج انھ میں لیے مجرہ سے برآمد  
ہوتے ہیں حاضرین میں سے

کئی مرد اور کئی عورتیں ہیں بھلا انکی

کیا مجال ہے جو فقیر صاحب سے

آنکر ملا سہیں سب کے سب گز زمین

نیچی کیے چپ چاپ کھڑے ہیں جب

قریب سواری آگئی تو سب نے جھک

جھک کر سلام کیے اور پیر جی صاحب

اشارہ اوردے سب کا سلام لیتے چلے

گدیے پر آ بیٹھے۔

خدا م نے جلدی سے کھڑا دین اٹھا کر

تخت کے نیچے کر دین اور رکھی ہوئی

اگلیاں آگے لوائیں روشن کیا گیا

اب بخوارت کا لطف اٹھایا جا رہا ہے

اور پیر جی صاحب جھوم جھوم کر ہو بھون

ہی ہو ٹھٹھون میں کچھ بڑ بڑا رہے ہیں

تھوڑی دیر تک اس طرح سب کھڑے رہے

آخر پیر جی صاحب نے اپنا معمولی فیطمہ

ختم کرتے ادھر ادھر اپنے دونوں

شمالوں پر پھونکا۔ امد آسمان کی طرست

بھی تھوڑی سی چھوچھاکی۔

محمد و - بس اب بیٹھ جائیں صاحب

سب بیچارے غرض مند اپنی اپنی جگہ

بیٹھ گئے۔

دوا - بیجاری کھئی ان کرشموں کو حیرت

کی نگاہ سے دیکھتی ہوئی اپنی جگہ بیٹھ گئی پیر جی

صاحب نے پہلے پرانے آئے جانے



والوں کی خوب خبر لی اسکے بعد جب اسے  
خارج البال ہوئے تو دوا کی طرف مخاطب  
ہو کر فرمائے گئے۔

پیرزچی صاحب کیون بڑی بی تم کس طرح  
آئیں؟

دوا۔ حیران تھی کہ کیونکر کہ دن اکس طرح  
کہوں کہ اتنے میں خدا رسیدہ پیرزچی سے

اپنے کشف و کرامات سے اسی وقت  
اسکا مفہوم سمجھ لیا۔

پیرزچی۔ تم شاید بھکی پاتی ہو کہتی ہو  
دیکھو دائی سے کیٹ نہیں بھیا یا کرتے

مہم سے تباہے میتے ہیں کہ تم کس مقصد  
کے لیے آئی ہو۔ بھاری مالکہ نے بھین

اسکام کو بھیجا ہے کہ اونکا کوئی بلیا ہے یا  
بیٹی اور وہ کسی دوسرے پر عاشق ہے

پس وہ جا رہی ہیں کہ ہم کوئی ایسا لکڑا  
یا قومیدین کہ وہ لڑکا یا لڑکی اوہر سے

پھر جائے۔ کیون صاحب۔ سچ بیچ  
کنا بھین اپنے ایمان کی قسم۔

یہ تقریر کوئی ایسی ویسی تو کلی ہنیں کہ دن  
ہی صاف گذر جاتی اور سب کاموں میں

تیل ڈالے بیٹھے رہتے۔ تمام ربد تمام  
مرض غرض جو اس وقت یہاں بیٹھے

ہوئے تھے شاہ صاحب کے اس کشف پر لگے  
سر دھنے سبحان اللہ اور صل علی کے نعرے

بند ہوئے اور دوا کی تو کچھ پوچھو ہی نہیں  
وہ تو معاذ اللہ ایمان لے آئی ہوش لڑ گئے

اسکے پہلے جتنی باتیں وہ متعجب ہو کر حفات  
سے دیکھ رہی تھی۔ اب وہ سب

دفع نظر آتے لیکن اور اسے مودب  
ہو کر کہا "ان حضور دست فرمایا

آپ نے"

پیرزچی۔ اچھا سب کام اللہ کرے والا  
ہی۔ میں جبارہ ضعیف انسان آدمی کیا

کر سکتا ہوں تم علاج شروع کرو۔  
دوا۔ بہت سخت کے پاس کے

قریب ہو کر ہاتھ بڑھانے ہوئے سر  
روپیہ پیش کر کے تو یہ نذر نماز کے لیے

بیم صاحب نے بھیجے گئے تھے آئندہ  
جب انکی مراد آجائیگی تو جو کچھ کہ نیاز نذر

ہوگی وہ بھی حاضر کرونگی آپ علاج شروع  
کیجئے۔

پیرزچی۔ ہین ہین دمنہ بھیر لیا،  
مکھرو۔ (جو باس کھڑا تھا) ہوتون بڑھیا

حضور کے سامنے روپیہ سی ذیل چیز اور  
شرح کیے جاتی ہو اور ہر دے الگ بھیکد

کہیں۔  
دوا۔ (جو ڈر گئی تھی) تو بطلج آ کی خوشی۔  
مکھرو۔ اونہ۔ اچی اوہرے بکو لاجول

دھتوہ کہیں حضور کے سامنے روپیہ



کوئی رکھ سکتا ہے اسے دنیا داروں افسوس  
 تم بھی عارف اسد لوگوں کو چین سے رہنے  
 دو گے لاؤ ادھر دبانے بڑھا کر وہ پہرہ دے  
 چھین لیتا ہے)

پیر جی صاحب - پھر ادھر متوجہ ہو کر  
 بڑی بی تم ہمارے قانون سے واقف  
 ہو شاید۔

دوا - (اتھ جوڑ کر) نہیں حضور۔ لونڈی  
 تو بیان کبھی آئی بھی نہیں۔

پیر جی - خیر خیر۔ کیا مضائقہ ہے۔  
 کی معافی ہوتی ہے۔ پھر کبھی ہمارے سامنے  
 روپیہ پیسہ کا ذکر نہ کرنا۔

دوا - بہت خوب۔ بہت خوب آج ہم  
 لکھو ایک گنڈا بنائے دیتے ہیں یہ لیجاؤ  
 اور اس کے گلے میں ڈال دو۔ اور کل سے  
 روز جمعہ صبح ہی آئیں اور پڑھا ہوا پانی  
 لیجاؤ۔ انشاء اللہ ایک ہفتہ جان پانی  
 پلایا۔ بس اگر نہ رہا برس کی بھی بھٹ  
 ہوگی سب دل سے دھل جائے گی  
 ابھا۔

سامعین - اے۔ سبحان اللہ  
 اسد اکبر۔ دوا سے عمل کیا قدرت کامل  
 ہے۔

دوا - بہت خوب حضور۔ پھر کھدے  
 لکھو قلمدان آگے رکھ دیتا ہے انگلی میں

سے کچا سوت لیا جاتا ہے اور پھر نگا ایک  
 گنڈا کچھ بڑھ بڑھ کر گرہن دے دے  
 کر بنایا جانے لگا۔ جب گنڈا تیار ہو چکا  
 پیر جی صاحب نے قلمدان میں سے ایک  
 قلم نکالا سیاہی سے ڈبو کر کاغذ پر  
 پانچ چار خط کھینچے پھر انھیں پر دوسرے  
 رخ سے اور خط کھینچے غرض خانے خانے  
 بن گئے۔ اور پیر جی صاحب نے بڑی  
 توجہ سے انھیں قابض بن میں اسٹک کا  
 سنٹ خدا جانے کیا کیا خاک دھول  
 کیڑے مکوڑے کاڑھ دیے جب تھوڑے  
 طیار ہو گیا۔ اُسے تہ کر کر اسی گنڈے  
 میں باندھ دیا اور دوا سے گویا  
 ہوئے۔

پیر جی - لوبی۔ اس تونڈ کو موم جاے  
 سے بندھا لیتا۔ مگر کیونکر!

دوا - صبر آج آپ کہیں۔

پیر جی - لوبان اور گول کی دھونی دکر  
 لڑکے کے گلے میں ڈال دینا۔ پانی  
 پلانا غرض جان سے لیجا باکرنا بناتی  
 باتیں پھر کہیں۔

دوا - بہت بہتر حضور بچے کو کچھ ڈور  
 تو نہیں لگیگا۔

پیر جی - کتنا بڑا ہی بچہ۔

دوا - اے اللہ رکھے جوان ہو کوئی



۱۴-۱۵ برس کا۔

پیر جی - نہیں نہیں تو پھر نہیں ڈر گیا  
 دوا وہاں سے تعویذ لیکر سلام کر رخصت  
 ہو جاتی ہے اور دروازہ سے اگلے ہی برجی  
 صاحب کی کرامات اور اس علم غیب کے  
 جاننے کا رستے بھر دلی ہی دلی میں تذکرہ  
 کرتی جاتی ہے کہ گھر ہو پچھنے دو پھر دیکھو بیگم  
 سے کیا کیا کہنتی ہوں سبحان اللہ صاحب  
 یہ فیض کا ہے کوہین دلی ہین دلی۔

## بارھوان باب

پیاری کیا اب ہم سے بالکل خفا ہو گئیں؟  
 ٹھیک دوپہر ۴ - گرمیوں کے دن ہین  
 گھر والوں میں سے سب سوتے ہیں  
 ایک آدمہ ماما - کھلائی تو کہیں ادھر ادھر  
 صفحہ بیرون میں بیٹھی ہوئی ہے ورنہ امراؤ  
 بیگم حیدری بیگم ذکیہ غرض سب  
 مردوں سے شرط باندھے ہوئے سو رہے  
 ادھر سامنے والے دالان میں جان  
 پہلے کچی دیواریں تھیں اور اب ایک عمدہ  
 خوشنما دروازہ لگا ہوا پردے سے ڈھکا  
 ہوا ہے۔ وہاں بھی سناٹا ہی معلوم ہوتا  
 ہے۔ کیونکہ مقبول بھی دفتر گیا ہے  
 احمد ہر وہ مدرسہ میں دوپہن بیگم تو اکثر سوت

سو جایا کرتی ہین اتنے میں دیکھتے کیا  
 ہین کہ میان تا صر پسینوں میں عرق  
 عرق کتا بین بتل میں دبائے کالج سے  
 چلے آتے ہین پہلے تو اپنی کوٹھری میں  
 غلے گتا بین رکھیں کپڑے اوتارے  
 ٹھوڑی دیر سستائے پھر ایکایکی  
 دوڑ کھنوا لیکر باہر نکل آئے۔ خاک اڑا  
 کر دیکھا کہ ہوا نکدھر کی ہے اتفاق سے ہوا  
 بھی اُدھر ہی کی تھی جدھر یہ جا رہا تھا  
 جھٹکنے دسنے باندھ انار کی چھاؤ نہیں  
 کھڑے ہو کر کنگوا بڑھانا شروع کر دیا پہلے  
 نو بہت سا بڑھایا جب دیکھا کہ کنگوا اب  
 سدرہ ہے اور جدھر جا ہو موڑ لو حطرت  
 چا ہو کام لیلو اسے انکار ہی نہیں ہنھوں  
 کا ٹھیلہ کا دولوں کے مطلب کا ہے  
 تو اسنے ٹکڑاٹکڑا پھینا شروع کیا ادھر اچھ گیا  
 ادھر اچھ گیا۔ بیان غوطہ دے دیا رات  
 غوطہ دے دیا۔ اب چون چون یہ کھینچ  
 بلہ ہر روز کی ہوا میں کاغذ کے ٹکڑے پھرتے  
 کی آواز برابر علی آتی ہے۔ چنانچہ کھینچتے  
 سب اتار لیا آدہ دوڑے ایک جگہ اوپر  
 نیچے پھین - کہ - دوڑا ہوا کنگوالے ہوئے  
 اپنے کمرے میں گھس گیا قلم دوات میز  
 پر سے اٹھا لیا اور کنگوے کو ایک  
 پٹری پر رکھ کر اسپرین سٹرین خوب



خوشخط لکھدین ناظرین آپ بھی جانتا  
جاتے ہیں کہ اسنے کیا لکھا ہے؟ بہت خوب  
پر خط لکھا ہے۔

ناصر کی جان جوئی

اب سے ضبط نہیں ہو سکتا۔ ہم ریلے شد  
ہمارے حالت پر رحم کر دیجیے کبھی تو شکل  
دکھا دیا کرو۔ اسٹڈ ہم گھنٹوں پرے کے  
آسنے سامنے پھرتے رہتے ہیں اور تم ذرا  
بھی خبر نہیں ہو تین "پیارے" کیا اب  
ہم سے بالکل خفا ہو گئیں جواب دو جواب  
نہیں میں پرسوں رات کو جب سب سو جائیے  
چمکے سے اڑ نکلا، یہ سطرین لکھ کر اسنے بلا ٹک  
(جاذب) نگار حرفون کو خشک کیا اور  
پھر اسی طرح باہر آکر نکلا بڑھا دیا تھوڑی  
دیر پھر اسی طرح زور سے بھے اڑتا رہا۔  
تو اسکو پھر اذکارنا شروع کر دیا بالکل ہی دیر  
آیا پھر ٹھہر گیا۔ ذرا ذرا بڑھاتے لگا۔

اور اسے لیے لیے مقبول کے طر کی طرت  
چلا کھلو اس کے چلنے میں ڈھیل کے  
زیادہ ہو پختے سے تیز ہوا میں اور  
بھی بہا جاتا ہے جسے یہ غم غم کر کھلیاں  
دے دے کر پھر تان لیتا ہے کواڑوں  
کے پاس آکر اسنے اپنے دالان اور  
کوٹھڑیوں کی طرت خوب پھر پھر کے دیکھا  
کہ کوئی نہ کچھ دیکھتا تو نہیں جب اُدھر سے

اطمینان ہو گیا تو پردہ ہٹا کر رسان رسان  
کو اڑ کھولے۔ اب جو جھانک کر دیکھتا  
ہے تو یہاں بھی سناٹا ہے ان سامنے  
پنگڑی پر اسکی جوئی سیٹی ہے۔ بس قنایت  
آگئی کھلکی بندھ گئی ادھر کھلوا کر آ جا آہ  
نیم پر غوطے کھا رہا ہے اور ہر دل ہر کہ  
انھوں سے نکلا جاتا ہے۔ مسحت  
کنکڑے کہ تو یہ ذرا کی ذرا اٹھکیاں دیکھ  
کھینچ کر تان لیتا ہے لیکن دل کو کیوں نہ نکلا  
آخر ہزار وقت اپنا مطلب اس تاک  
جھا مک میں فوت ہوتا ہوا دیکھ کر وہاں  
سے ہٹا اور اپنی جگہ پر آکر کنکڑے کو پھر  
تھوڑا سا بڑھایا اور کھینچے کھینچے اندازاً  
جوئی کے پنگڑی کے پاس غوطے دے کر گرا  
دیا۔ کھڑا زمین سے لگا ہی کہ اسنے  
ڈھیل بھڑدی اور وہاں عمیدہ لڑکی  
کی نگاہیں اس تحریر پر جا پڑیں پہلے  
تو خیال ہوا کہ جانے تو کچھ لکھا ہوگا  
ہمیں کیا مطلب لیکن پھر دل نے نہ مانا اور  
نمایت ہی آہستہ سے بائیں بٹھالتی رہی  
اچھی پنگڑی سے اتر کر کھٹکے نکلا اٹھا  
لیا اٹھانے کو تو اٹھا لیا۔ لیکن مان کے  
خون کے مارے ہاتھ تھر تھراسنے لگے  
کچھ باؤ آ گیا اور اسنے ملدی سے ٹکر کر  
رد لھن بیگم کی طرت دیکھا جو بھیر پڑی



سورہی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کی آواز بری معلوم ہوتی تھی پھر ذرا سنبھلی اور زمینان سے عبارت پر نظر ڈالی۔ فوراً سب بڑھ گیا کچھ منہ ہی آئی کچھ لحاظ آیا۔ اخیر کے فقرے پر دم ہی تو بھل گیا کہ ہر ہر یہ رات کو آنا کیسا اکلین مٹری تو نہیں ہو گئے لو اور ہنر یہ منی ہوئی ہر اونی رات کو یہاں آ کر کیا کر سکے اور جو خدا خواستہ امان جان کی آنکھ کھل گئی تو انکا کیا جائے گا بس میرا تو چونڈا مونڈا ایسے۔ آت۔ اور رات تو رات۔ غضب خدا یہ دن دھار سے اگر وہ دیکھ لینگے یوں کنکوا آیا اور یوں اسپر ایسی بری بری باتیں لکھی ہوئیں تھیں تو جن ہاتھوں سے میں نے اٹھایا ہو وہ ہاتھ ہی توڑ ڈالیں راپ ہی آپ، لیکن ظاہر جب تو امان سے اتنا ڈبئی بھی ہر دم بھی نکلتا ہے اور پھر کنکوا بھی اٹھاتی جاتی ہے۔ ناصر سے بھی ملنے کی آواز ہو بے اختیار اونکی باتیں سننے کے بھی کان رسا میں ہئے۔ یہ ہر تو کیا بلیا ہے۔ یا اللہ میان میں تو پہلے ایسی نہیں تھی یہ کیا چیز ہے۔ میرے ہلو من رہا برت رہی رہی۔ ارے کیا تجھے بھی عشق ہو گیا۔ ہی۔ ہر۔ فوج کھلوا عشق پاس کیوں آئے لگا تھا۔ یوں ہی بچنے کی محبت ہو جو ناصر کھو لو تھی ہر

لیکن اب میں اس کنکر سے کہ کیوں نے کھڑی ہوں لاؤ پھینک دوں۔ پھینک دیتی ہے پھینکے ہی خیال آتا ہے کہ کہیں بھٹ نہ جائے ہے ہے کہ پھر اٹھا لیتی ہر اور گاہیں نوشتہ پر پھر پڑ جاتی ہیں "ناصر کی جان جوئی" یہ نہایت فقرہ تھا جو اسے بھین کے دیتا ہے دیکھ کر کہنے لگی، بھئی ناصر تم نہیں ایسی ایسی باتیں نہ لکھا کرو قسم لگتے بھئی۔ یہ جو بچکے ہیں نہیں بھاگتے ہیں نہ آؤ دیکھے ہو نہ آؤ جو جی میں آتا ہے لکھ دیتے ہو کہہ دیتے ہو۔ ٹھہر دو سو تم یوں نہیں مانتے کہ کنکوا زمین پر رکھ آئے یہ جلدی جلدی اپنی قلم و دوات اٹھا لائی اور یہ دو سطرین دوسرے کا پب کی طرف لکھ دیں۔

بھئی ناصر۔

"ہم تمہاری باتوں سے تنگ آ گئے" "صبر نہیں ہوتا۔ ضبط نہیں ہوتا" نہیں ہوتا تو پھر ہم کیا کریں۔ ہماری امان ہیں ہم سے نہیں ملنے دین اور نہ ہم اس کے ظلمات کر سکتے ہیں۔ بس بھئی ہوئی اب کبھی کنکوا دیکھا یہاں نہ پھینکنا نہیں تو تمہیں جانو گے آٹا لکھ کر اسے پھر لکھ دو ان کی طرف دیکھ لیا اور دوڑ کر اسکو دیوار سے پھینک دینا چاہا اسکا قد



بھڑا تھا اور جھل کر رہ گئی کنگو اٹھو اسالمنہ کو  
 پھر نیچے کرنے لگا۔ ناصر جو دیر سے انتظار میں تھا  
 اسے کنگو اکا سرا دیکھتے ہوئے اور پھر  
 گوتے ہوئے دیکھ کر تار لیا کہ اسکا مطلب ہو گیا  
 جھٹ پیس لیا اب کنگو اتو ٹکن ٹکن دیا اور  
 چلا جا رہا ہے اور بی جونی بے تحاشا ٹھہر گیا  
 کہہ رہی ہیں ہے ہے ٹھہرو ٹھہرو تو ایک  
 بات تو وہ ہی گئی۔ اسے سے وہ  
 رات کا آنا نہ آتا تو کبھی کی مار میں  
 کھنا تو بھول ہی گئی جو ہن روز روز  
 سے اسکے پیچھے کی آواز نکلی دھن بگم  
 کی آنکھ کھل گئی اور انھوں نے  
 لنگر سے اٹھ کر کہا۔ امین امین  
 بیٹی ایکٹی کڑی ہوئی کیا دیدار باکھون  
 سے باتیں کر رہی ہے جو ن ہی جونی  
 پیچھے لپٹ کر۔ اسے بی کچھ بھی نہیں  
 سوا بند رہا بھی آگیا تھا اسی کو مارنے  
 میں دوڑی۔  
 دھن بگم۔ (اردکی کے دم میں اگر)  
 ہے ہے تو تم اسکے پیچھے بھاگتے تھیں  
 بھگتو بھاگتا ہوتا اور جو وہ کاٹ کھاتے  
 کو دوڑتا۔ بیٹی شاہاش ہر تیرا دیدہ و خدا  
 کے لیے ایسی بھاری نہ کیا کرد۔ بچ آجی  
 جلی جان کو توانی میں ڈالنا۔  
 جونی۔ پھر اپنی تپکڑی پر آٹھ لپٹی

دل ہی میں اسوقت کے جھوٹے فقرے  
 پر اپنے تئیں تفرین کرتی ہے۔ ہائے یہ میں  
 نے آج کیا کیا۔ ات کیسا صرگیا جھوٹ بولا ہے  
 وہ تو امان سوتی تھیں اور جو جانتے وہ۔  
 باتیں سن لیتیں۔ اسپر طرہ میرا جھوٹ ہے  
 ہے ہر قسم کی ماری ڈالیں۔ لیکن یہ میں نے  
 جھوٹ بولا تو کیوں بولا۔ اسواسطے کہ لمان  
 خفا ہوں اسے جھوٹا تو گناہ ہے اور گناہ  
 کہہ والا دوزخ میں جاتا ہے تو میں بھی دوزخ  
 میں جاؤ گی اس لفظ پر کلچر ہلکے سے  
 ہو جاتا ہے ہے یہ جھوٹ کی عادت تھی  
 کتنے سکھائی میان ناصر کے عشق نے  
 ات پھر وہی عشق کیسا۔ اسے میں  
 تو بڑی بیجا ہو گئی عشق کرنا سکھ گئی  
 الہی میری تو ہے ہے۔ یہ مجھے محبت کیوں ہو گئی  
 یہ ایسا میں نے کیا نام کیا تھا اسے اب  
 تو مجھ سے بغیر ناصر کے دیکھے رہا ہی نہیں  
 جلا کبھی کی مارا سدن جب وہ ابغ  
 میں ملے تھے تو کچھ بات چیت ہی نہ ہوئی  
 اور اب تو برسوں ہو گئے ہائے وہ تو جو کچھ  
 لکھتے ہیں مجھ سے بھی اب ضبط نہیں ہوتا  
 لیکن ضبط کے کیا معنی آخر میں جا رہی  
 کیا ہوں۔ میں کیا جا رہی ہوں۔ نہیں  
 میرا دل کیا بنا ہوا ہے اسے مجھ سے دل  
 اسے ظلمی دل۔ اسے بے ایمان دل



تمام دنیا میں ذلیل کر دینے والا دل تو بڑا  
 پیچھے پڑا ہے۔ ہاں تو میرا دل کیا چاہتا ہے  
 بس یہی کہ ناصر مہربان اور میں ہوں وہ میری  
 صورت دکھا کرین میں انکی یہ اب ممکن نہیں  
 کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا ابا وا۔ کب سبات  
 پر راضی ہو گئے ہاں امان تو کھا کھا جائیں  
 اگر وہ یہ سن لیں۔ بس تو فیصلہ ہو گیا۔  
 لوبھی ناصر خدا حافظ۔ ہمیشہ کے لیے اب  
 تم نہ ہوں دیکھو گے نہ ہم بھین دیکھ سکیں گے  
 دم نہ آ نکھون میں ڈبڑبانے لگے  
 اور یہ دوپٹہ تان کر لیٹ رہی

## نیرھوان باب

کسی کے روکنے سے کب ترادیا نہ کہتا ہے  
 ہمارا آئی چلا میں یہ دہری ہن بڑیاں میری  
 رات کے ۱۰ بج چکے ہن بڑے صاحب  
 اپنے آرام کر رہے ہیں جا چکے ذکیہ سو گئی  
 امراؤ بیگم اور حیدری خانم ناصر کو بکیرے  
 بیٹھی ہیں۔

امراؤ بیگم۔ ہاں ہلو: صاحبزادے کیا  
 راسے ہو بھاری۔

ناصر۔ دھو گردن جھکائے کچھ سوچ رہا تھا  
 میری۔ اسے کیا۔

امراؤ بیگم۔ واہ بھاری ہی راسے ہے

تو سب کام ہیں۔

ناصر۔ بس تو اگر میری راسے کام ہی

درک گیا۔

امراؤ بیگم۔ ہاں ہاں۔ کہو کہو۔

ناصر۔ پچھلی امان۔ آپ لوگ خفا

ہو جائیں گے۔ بہنیں میں نہیں کہتا۔

حیدری خانم۔ واہ خفا ہو جائیں گی

کو بھنی بات ہو تم کہو تو بٹیا۔

ناصر۔ بی امان ہم تو شادی ابھی نہیں

کر چکے۔

حیدری خانم۔ یہ کیوں؟

ناصر۔ اس لیے کہ شادی کرنے کیلئے

ہم ابھی اپنے میں آنا بوند ہی نہیں دیکھتے

مرد کو چاہیے کہ جب تک اپنی اور اپنی زوجہ

کی کفالت کے قابل نہ ہو جائے ہوت تک

اس ابھی طے میں نہ چھنے۔

امراؤ بیگم۔ اے تو تم ناک الے بیان تم

ابھی شادی کیوں کرو۔ نسبت تاتہ تو

ہو جانے دو۔

ناصر۔ نہیں صاحب میں تو کسی طرح اسکا

روا دار نہیں۔

حیدری خانم۔ آخر دج۔

ناصر۔ دج کیا ابھی میرا جی

نہیں چاہتا۔

امراؤ بیگم۔ اسے بھارا جی نہیں چاہتا



یا ہمارا بھی نہیں چاہتا۔

ناصر۔ میں تو آپ کا بھی چاہتا ہوں تو آپ

کر لیجئے۔

امراؤ بیگم۔ ہنس کر چل شہر۔ اور بھائی

جب تو ہی راضی نہیں ہو گا تو نسبت کس

سے کرنے آئیں گی وہ لوگ نشان کسے

چوڑھائی لگیں۔

حیدر می خانم۔ بھی کہیں ہاں کر چکو

جو کل پڑے تم بھی آرام سے جا کر سو رہے

بھی سو رہے۔

ناصر۔ امان جان چاہے اس کان سنو

پا ہے اس دکان میں تو ابھی نسبت کر دن

نہ اتر چاہے اور کس دنیا اور نظر کیوں

نہ جائے۔

امراؤ بیگم۔ بون بھلی تو تھیں اب اپنے

باد کا بھی کہنا نہیں مانا جو خاص یکن کا

نشا ہو پھر۔

ناصر۔ انکا ہوتا ہوا کرے وہ ہمارا

کیوں نہیں کہنا مانتے۔ پھر ہم کیوں لے

لگے پھر انکا۔

امراؤ بیگم۔ ذرا گرم ہو کر۔ ہاں صاحب

وہ آپ کا کیا کہنا ہو وہ شین ہم۔

ناصر۔ جو بے دہیا فی من یہ فقرہ کہہ گیا

تھا کہ وہ ہمارا کہنا نہیں مانتے تو ہم

کیوں مانیں "فوراً بات کو مٹانے"

کی خواہش کر کے۔ چلو جی وہ ہمارا کہنا

نہ کہنا کچھ بھی ہو مقصد تو اس سے یہ کہ

ہم شادی بھی نہیں کر نیگے۔

امراؤ بیگم۔ نہیں نہیں۔ آپ سیدھی طرح

سے بات کیجئے۔ ہمے اڑتے ہو ابھی

تو میان درودھ کی بونہد سے آتی ہے آخر

نہ ہمے ہو کہ ہم تم سے۔ ذرا تباؤ تو وہ کیا

کہنا تھا جو آپ کے بلوہ پھانے نہیں

مانا۔

ناصر۔ ابھی ابھی نفردن پر توجہ دل چکا

تھا، سیدھی اور سیدھی طرح کیا ہوتی ہو اور

ہم آپ سے اڑ نیگے۔ کیا بس نہیں کرتے

شادی کیا اجارا ہو کسی کا۔

حیدر می خانم۔ میان۔ بھائی یہ بھی

کوئی انسانیت ہو کہ نہ تو نسبت کے بے

اقرار کرتے ہو اور نہ وہ بات بتاتے ہو

جو تمہارے خلاف ہوئی ہے اٹھ اپرے

خفا ہونے ہو۔

ناصر۔ جی سو کی ہمنے ایک یہ کہہ دی کہ

شادی ہم ابھی نہیں کر نیگے اور جو کر نیگے

دیکھ چپ ہو گیا۔

امراؤ بیگم۔ لے فرمائیے دیکھ نہیں فرمائیے

ہاں اور جو کر نیگے تو۔

ناصر۔ آپ کہیں میری بات پکڑتی ہیں

ہاں اگر کر نیگے تو جہان ہمارا جی چاہے گا



رہا کرینگے۔

امراؤ بیگم۔ دانت پیکر، یہ تو بے لیاقت بیٹھ  
دھور کھینچے یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ آپ کی  
خوشی کے لیے میرے منظر علیٰ اپنی عزت کو خاک  
میں ملا دینگے دیکھا بی حیدری خانم کیوں  
مہم نہ کہتے تھے سن لیجئے اپنے بیٹے  
صاحب کی باتیں۔

ناصر۔ ہرگز نہیں ہوگا تو یہ بھی نہیں ہوگا  
جو آپ چاہتی ہیں چاہے قیامت  
آجاسے۔

حیدری خانم۔ جگر۔ بس تو پھر جب

یہ نہیں ہوگا جو ہم چاہتے ہیں تو آپ

ہیں کس مرض کی دوا۔ چلتے پھرتے

نظر آئیو تھے

امراؤ بیگم۔ اس فقرے پر حیدری خانم

کو آنکھ سے اٹھا کر لے ہوئے، ہاں

ٹھیک ہے صاحب زادے اگر آپ

اپنی ہی خواہش کے ہیں تو اسکا مزاج بھی

بھلے سے خوب۔

ناصر۔ اچھے اس وقت اپنی ماں کے اس

فقرے سے آگ بھٹک گئی تھی کیا

کھا امان جان نے چلتے پھرتے نظر

آئے۔ کیا آپ یا ابا جان سدا شاہ

سدا شاہ میرے خلاف ہیں کہ آپ دوا

پر مار رہے ہیں تو بھگے کتا ہر نہیں پھر

نہیں ملیگا کیا خوب آپ رکھتے اپنا سب  
بھگوا میں خود چار پیسے پیدا کر کے کھا  
ہیں سکتا ہوں آپ ہیں کس خیال میں یہ  
کمر۔ یہ بھٹ پٹنگ پر سے کود پڑا سلسلہ  
انکر کھا ہنکر چلے گا۔

امراؤ بیگم۔ (باوجودیکہ محنت غصے میں تھیں)

لیکن بنا دلی مہنسی ہنکر) بس اتنے

ہی تھے جلدیے۔ آپ نہیں تشریف آنگی

خفا ہو گئے۔ امان سے ابا جان سے سے تو

دراں پر چھ لو۔ دیکھو تو کہتی جوتیان

مارتے ہیں۔

ناصر۔ اونٹ۔ مارینگے تو کیا پروا ہو لیکن

اب اس گھر میں نہیں رہیں گے ۱۲ برس

کے بعد آج ہم نے امان جان کی زبان

سے یہ لفظ سنا ہے کہ چلتے پھرتے

نظر آؤ۔ بس اب چلتے پھرتے نظر

آئیں گے۔ یہ کمر جوتی ہنکر چلے کو تیار

ہوا کہ حیدری خانم نے دامن پر دلیا

نا عشر پھوٹے بس اب پھوڑ دیئے

مدد نہ لگا۔ اب آنسو ہیں کہ برابر ہے

چلے جانے میں۔ یہاں تک کہ سانس

جلدی جلدی لینے لگا اور قریب خفا

ہچکی بندھ جائے۔

حیدری خانم۔ جن کا جی بچے کی حالت

دیکھ کر بھرا یا تھا۔ چلو بیٹھو جسا



بھلا میں بھیجا دو جھکا۔ ضرور۔  
حیدری خاتم۔ ہو ہر ایسا تخت کچھ  
تھیں ہمارے سر کی قسم۔ بھیجیں کیا  
تم باز چھوڑ رہو۔

امراؤ بیگم۔ ان ہاں بیٹا تھا کیا سچ  
ہو میری جان۔ اسی تناوین کا اثر ہے  
کچھ دن سے تجھ پر کیا کر دیا ہے جب ہی تو بھوکھی  
بندی کا دل اڑا ان رہتا ہے۔

ناصر۔ مائیں اسی تناوین کے کیا معنی  
کیا جاو کر دیا ہے۔

امراؤ بیگم۔ تھو تو۔ نام نہ لو بھی۔

ناصر۔ امدود کیا نوکسے کیا۔

امراؤ بیگم۔ تمھاری بھی امان نے  
اور کس نے اتنی دس کتے مزین روکے

تھیں)

ناصر۔ مائیں! میں بھوکھی امن کرتی  
ہو۔

حیدری خاتم۔ بتایا۔ بھائی جی  
جلجلا وہ تو کسے ہو گا۔

امراؤ بیگم۔ اسے بارہوا اسکے گھر کا ہے  
نہیں نہیں معلوم تھا اسے روٹی کوڑھائی

گھڑی کی آگے بڑھ۔

ناصر۔ اسی کی توہ بھوکھی گیا  
بھادو بچا تھا کیا اسے چادو کر

میں امدود پر جاو کر کسے

ایسا ہی جاتا ہو تو جب بچے تھے ناک پچھے  
کا بھی سلیقہ نہیں خواہ تب تو نہ نکلے باب  
جو ماشاء اللہ پروان چڑھے تو لگے نکلنے  
سچ ہو بڑھا درائے مرنے سے اور جان  
ڈرائے بھاگتے سے۔

ناصر۔ چھوڑے ہر اب آپ تو حال چکیں  
منہ سے کہہ چکیں پھر اب کیوں بچہ غریب  
کو روکا جاتا ہے۔

امراؤ بیگم۔ لڑکے میں کتنی بہن تھیں کیا  
گیا ہوا اسے کسے دشمنوں پر پون دون  
تو نہیں بھادی۔

حیدری خاتم۔ اور کیا۔ اس میں کچھ آپ  
شک بھی سمجھتی ہیں۔

ناصر۔ لو اور شنوہ اور ہوئی یوں کس  
جانور کا نام ہو (آسنو پوچھ کر بھر بیٹھ جاتا

ہے) امراؤ بیگم۔ تم کیا جانو اچھا بھئی وہ تو  
لاڈ۔ میں اسے بھادو۔

حیدری خاتم۔ اسے ان خوب یاد دلا  
تسم ہر وہ باجی واہ یہ کہتی ہوئی آتھی

ہیں امدو الماری میں سے وہ بچے سوت کو  
گنڈا اور نقویہ اٹھا لاتی ہیں رتا عرس کے

گلے میں پھا کر اب اسے کھول وہ ل  
ڈھنسا رہا ہے کر کے۔

ناصر۔ تنہا ہے بی بکبا بھادو ہے



کرین نہ کریں تم لوگوں پر۔  
 امراؤ بیگم۔ وہ ہمیں جادو کیسے تو مولیٰ کا  
 گلا نہ گھونٹا دین تھا را کو را بند ہو دوسرے  
 ہر وقت اسی کے گھر میں گھسے رہتے تھے  
 بسا سے کہیں بول لینے تھوڑا ہی جانا تھا  
 بھٹاپے سروالے سے کروادیا۔  
 ناصر۔ ان مستوراتوں کے خیالات  
 پر ہنسکر، کیا خوب اور سروال کیا ہوا  
 کرتا ہے کیا اونٹنے سر پر کوئی بیٹھا رہتا ہے  
 اچھی بہ بہت کہی۔  
 حیدری خاتم۔ جی سر پر نہیں بیٹھا رہتا  
 سر پہ آیا کر لے!  
 ناصر۔ اوہ۔ کیا اچھی کے سر پر بھی کوئی آتا  
 ہے۔  
 امراؤ بیگم۔ نہیں تو وہ آنے ہیں اونٹ کے  
 بارے۔  
 حیدری خاتم۔ (ہنسکر) تو بہ! اچھی  
 غضب کرتی ہو۔  
 امراؤ بیگم۔ اور نہیں تو یہی لڑکا بات  
 پوچھتا ہے لڑکت کی جڑ جیسے آجکل بیچارا  
 واقف ہی نہیں۔ اسدن دیکھا نہیں تھا  
 جب تو الی ہوئی تھی چچی جان آپ کی کتنی پی  
 عہ کی تھیں  
 ناصر۔ اسے بھی جان وہ وہ عیب پا  
 ذکیہ کی استانی جی کے مان میٹھا ہوا

تھلا اور یہاں دھو منیان دو منیان  
 آئی تھیں۔  
 حیدری خاتم۔ شکر ہے آپ کو  
 یاد تو آیا۔  
 ناصر۔ اچھی بھی خوب یاد دلایا اسدن  
 انہیں کیلیم ہوا تھا۔  
 امراؤ بیگم۔ اسے بھی وہ جوان کے سر پر  
 سیان الہ بخش آتے ہیں وہ ہی آئے  
 تھے۔  
 ناصر۔ الہ بخش کون بزرگوار ہیں  
 امین  
 امراؤ بیگم۔ بزرگوار آیا ہو کہیں سے  
 بڑا دا۔  
 حیدری خاتم۔ (ڈر کر) اے ہے۔  
 اچھی غضب کیا تم کیوں کسی کو بڑا کہتے ہو  
 ہوگا۔ کوئی اپنی ایسی کی تیس میں جاتے  
 ناصر۔ اوہ۔ کیا بڑا کہنے سے کہہ ہمارے  
 سر پہ آجا کیسے۔  
 حیدری خاتم۔ (بگڑ کر) اے میں کہتی ہوں  
 رشکے کوئی پاگل تو نہیں ہو گیا نورج۔  
 یہ بھی اربان ہر دہلیں۔  
 ناصر۔ بسے لی امان جان اللہ کرو  
 خواہ خواہ ڈری جاتی ہے۔ کون  
 الہ بخش اور کہیں مولائیش۔ سب  
 ڈھکوسے ہیں۔



آرام کچھے بہت سونا سونا لگا رہا تھا۔  
ناصر۔ اڈھکریان دشمنوں سے چھاپڑا  
کر اپنے کمرہ میں جا لیتا ہے

## پودھوان باب

بلائی بیگم کا کوچہ۔ اور ایک "پیار سی"  
ہمارے تاول کو دو برس کا زمانہ اور  
گذر گیا جان دنیا میں بہت سے انقلاب  
ہوئے وہاں یہ بھی ہوا کہ ناصر ٹھہر دین  
برس میں جسے بیٹھا برس بھی کہتے ہیں اور  
جونی سوٹھو میں ہن قدم رکھ چکی میر خورشید  
علی صاحب بذریعہ سمن مدت ہونی کہ مکان  
پر سے بلائے بھی گئے اور مقدمہ ہار کر اٹھائے  
مکان بھی کرچکے انکے متوسلین اب کوچہ  
بلائی بیگم متصل درمیان میں جا رہے  
ہیں۔ میر منظر علی صاحب نے ابلہ پنی راسے  
کے موافق بالکل اطمینان حاصل کر لیا  
ہی۔ بوی بھی خوش ہیں ہیں صاحب بھی کھلی  
جاتی ہیں کہ اچھا ہوا موٹے کوڑے سے  
جورات دن و بال جان رہتا تھا گھر پاک  
ہو گیا لیکن یہ سب کچھ تو ہوا ناصر کی جان  
کے لئے پڑ گئے ہیں عورتوں میں اب  
اسکی جاہت کا بڑا غلہ ہے۔ ہر وقت گزرتے  
تو نذر۔ پان۔ قرآن مجید کی ہوائیں مینے

امراؤ بیگم۔ خبر بھی وہ کچھ ہی مگر تم کیوں  
انے اور بات لیتے ہو۔ ہان پھر ادھر  
جھگڑا پھیلا جاتا ہے۔ میان بٹانمان جا  
دیکھ تو سی ہم سب تجھ سے کس کس طرح  
کہتے ہیں قسم ہے۔ ایسی خوبصورت ستودہ  
کی تپلی میسی لڑکی سے شادی کرنا اونگلی کر تو  
خوش ہی ہو جائیگا۔

ناصر۔ بس جناب اس فکر کو آپ اپنی  
رہنے دین جیسا برسوں سے تھا۔ میں  
نہیں کرتا کسی سے شادی وادی۔

حیدری خانم۔ (اس خیال سے کہ کہیں  
پھر کسی ہن رنجش امیر باہن ہونے لگیں جو  
ابھی تھوڑی دیر پہلے اسی زکر پر چلکین  
تھیں) جانے دو! جی اب چھوڑ داسے  
یہ ہمارے نہیں سننے نہ سین یہ جانیں انکے  
باوا جانین وہ آپ سیدھا کر لیتے ہیں کیا  
جب ایک آدمی سمجھائے سے نہیں سمجھتا  
جا بھی اپنا سر کھا۔

ناصر۔ جی ہان آپ چھوڑ دین مجھے  
یوں ہی دیکھ لو نگا ابا جان مجھے جان ہی  
سے تو مار ڈالیں گے۔

راوی۔ مزہ نال بدکا درد  
حال بد۔  
امراؤ بیگم۔ اچھا بھی تم جاؤ وہ جانیں  
بھائی صاحب آپ سمجھ لیتے جائے صاحب



رہتے ہیں مگر وہ بندہ سدا کا ایسا جوئی کام یہ  
 ہوا کہ اسیر کوئی چیز بھی تو آخر نہیں کرتی کچ  
 ایسا چراندا ہو گیا ہو کہ جہاں کسے لے جات کنی  
 اور یہ کاش کھانے کو دوڑا اور سر کے  
 وقت سے علاوہ ہمیشہ یا تو باہر رہتا ہے  
 یا اپنے کمرہ میں آیا۔ کندی لگا فی اندر رہا  
 اب چاہے لاف صاحب کیوں نہ آجائیں  
 یہ بغیر اپنی خوشی کے باہر نہیں نکلیگا مگر  
 بچارے نے اس بری حالت پر بھی نیش  
 کھا اسحقان دے دیا ہے اور قسمت  
 سے پاس بھی ہو گیا اب ایف اے کی  
 حلیا ریان میں لیکن یہ ساری طیاریاں  
 اسکی طرف سے نہیں ہیں صرف باپ کے  
 خوف سے کیوں کہ وہ ہمیشہ اپنے گھنٹے  
 میں اسکو ایسا ایسا متنبہ کر دیتے ہیں کہ  
 یہ اٹ نہیں کر سکتا اور تعمیل ارشاد پر  
 مجبور ہو جاتا ہے اور پھینک کے مارے بانڈھے  
 یہ کالج بھی جاتا ہے ورنہ کس کافر کا جی  
 چاہتا ہے کہ ایک منٹ بھی کوئی کتاب کھے  
 دے جوئی کے خیال کے دوسری بات  
 ہی نہیں اچھی معلوم ہوتی کمال تو کیا اتھلاں  
 کے پرچون میں بھی جوئی کے فراق میں غزلیں  
 لکھ آیا وہ توجہ بات پہلے لکھ چکا تھا ورنہ  
 ممتحن بگ داغی قیل کر دیتے مل میں دیکھا  
 دل تو جانتا نہیں بھانجئے سوال ہے

جھٹ جھٹ مخمض لکھیٹ لکھیٹ باقی وقت  
 کو غزلوں میں صرف کیا حقیقت میں اب اسکی  
 بہت ہی ردی حالت ہے پہلے آتا تو تھا کہ  
 گوشگل نہ دیکھ سکتا تھا مگر یہ تو تھا کہ جب  
 جا ہونگا چوری چھپے دیکھ آونگا۔ دیکھنا  
 نہ سہی یہ تو صبر تھا کہ میری پیاری میرے  
 دلی مالک جوئی میرے بچوس میں رہتی ہے  
 اسے نہ دیکھتا تھا اس کے مکان کو نہ دیکھ  
 لیا کرتا تھا۔ تنگ بازی ہی نے کچھ دن  
 تک اسے جواب و سوال کا مشاق بنا  
 رکھا۔ اب کرے تو کیا کرے۔ نہ رہے  
 جہاں یہ رہتا ہے۔ باقی بیگم کا کہہ کوئی  
 ڈیڑھ میل ہو گا تو کرا میل کچھ ضرور ہو گا  
 وہاں تو جوئی رہتی ہے اور وہاں پر پھر  
 رگڑا تا ہے۔ باقی اتنا ضرور اسکی آہوں نے  
 اثر دکھایا ہے کہ اب وہ بھی بہت بیقرار  
 ہے اس کے بھی دم پر جی ہوئی  
 ہے

جو امون جب سید اس بت نہرہ شامل ہے  
 کسی جیسے جادو کر دیا ہے کچھ مرے حل پر  
 کا مضمون ہر دن رات سب سے الگ  
 بیٹھے رہنے سے کام ہر امان بھی پوچھتے  
 پوچھتے اور سمجھانے سمجھاتے دن ہو کر  
 ٹھٹھٹھ میں ہے تو خدا سے چاہتی ہے  
 کہ نہ کہیں بچا ہوئے کو نہ اب وہ بچپنا



تو رہا نہیں کہ ہمیشہ اون کو ہوا سمجھتی ہے اب  
 نہ ہی، لیکن نظر ہو گئی ہے وہ اگر دو دن  
 میں بولتیں تو یہ ہم دن نہیں بولتی  
 وہ ایک دفعہ خطا ہو جاتی ہیں تو یہ دس دن  
 دن بھر میں بگڑتی رہے۔ اب جو کہ جو ای بیٹی  
 پر انھیں بھی اسکا گھر میں رکھنا اور ہر وقت  
 تسلیات دینا گویا ساپ کا کھانا ہے۔  
 چھوٹے میر صاحب بھی جیسے مکان چھوڑا ہے  
 تنگ دھن دفعہ بیکانیر سے آچکے ہیں  
 انھیں بھی بیٹی کی فکر بڑی ہوئی ہے  
 سیان بیوی میں گرم صلاحیں ہو رہی ہیں  
 کہ جلدی سے کوئی مقول سے بات آجائے  
 تو بس شادی کر ہی دیجائے دو تین جگہ  
 پیغام کیا بھی مگر کچھ ذات بات کا ایسا  
 ٹھکڑا لکھیں آپ دتا ہے کہ میر صاحب سے  
 آنکھوں دیکھے سکھی ہیں نگلی جانی غرض  
 اپنی فکر دن میں ہیں اور لی جونی اپنی فکر دن  
 میں یا اب آئے دن یہی سوچتی رہتی ہے  
 کہ مجھے ہو کیا گیا ہے اور اگر کچھ ہو بھی گیا  
 ہے تو اسکا علاج کون کرے۔ بہت دنوں  
 کی فکر کے بعد نو کھل گیا کہ مرض خوش ہو  
 اور علاج اسکا خدا کے ہاتھ میں ناصر  
 اگر کسی طرح کبھی کبھی صورت دکھا جایا کرے  
 تو دل کی یہ بقیہ رہی جو اسکے ذراں میں مل  
 بگڑتی جاتی ہے شاید کچھ دیر کے لیے

کم ہو جایا کرے۔ لیکن یہ کیا قیامت ہو نہ  
 اب جان اسکے سامنے ہونے کے ردا اور  
 ہیں نہ امان جان۔ سامنے ہونا تو درکنار  
 یہ لوگ تو اسکی پرچھا میں تک۔ نہیں  
 ہیں۔ ہاے پیارے ناصر نے ان لوگوں  
 کا کیا چھین لیا ہے کہ پتھار سے نام سے  
 جلتے ہیں اُت کیا اب تم سے قیامت تک  
 نہ مل سکتے۔ ہاے جسدین وہ نہرو الاسکان  
 میں نے چھوڑا ہے بس میں ہی جانتی  
 ہوں جو میری حالت تھی ہاے کھیت اسی  
 بری قال زبان میرے منہ سے نکلی تھی  
 کہ ہو کر رہی۔ وہاں تھے تو یہ تو کھانگی  
 صورت بلا سے نہ دیکھ سکتے تھے انگنائی  
 میں پھرتے چلتے اذکی آواز تو سن لیا کرتے  
 تھے اُت یہاں تو کلے کو سون ہو گئے  
 یہ باتیں جونی جو دل سے کر رہی ہے دن  
 کے بارہ بجے ہیں۔ دھوپ خوب لگی ہوئی  
 ہے توپ چلے ہوئے کوئی شاید میں ہی  
 منٹ ہوے ہو گئے جو کسی نے پکارا دجہ  
 کیا یہ آج کئی دن سے نہانے نہانے کی  
 کہہ رہی ہے لیکن جاکر جی اچھا نہیں  
 تھا۔ ارادہ ہی نہیں کرتی تھی۔ کچھ مان  
 نے اسی لیے پکارا ہے اور انھیں کی زورا  
 زدی اور دلی جذبات کے اثر سے  
 اسے نہانے پر مجبور بھی کر دیا جو چاہتا ہے



اما پر دھراو پر کوٹھے پر گرم پانی کا قیاس  
 رکھ آئی ٹھنڈا پانی بھی دوسرے پر تن  
 میں ہو۔ میں دانی۔ کھلی۔ بچن کنگی آفتاب کی کالی کالی گھٹائیں بھلیاں جیتتی جاتی  
 سب چیزیں پورے جلیں۔ اور آرزاء کے۔ ہین۔ بالوں کی نوکوں سے نئے نئے تھوڑے  
 کہہ دینے سے کہ نہ دینی جاؤ نہالو۔ پٹرا بچھا  
 آئی مہات پانی اور سب چیزیں رکھ آئی  
 ہون اسے اپنا سلسلہ تقریر چھوڑ کر ادھر  
 آ پڑا۔

جوتی۔ (جوتے کچی کی انداز سی پت  
 پہلے ہو گئے ہیں) ہر کسی نیردھو پ  
 ادنی بوی بیان نو چند اجل جائی نگوڑی  
 آواز۔ (جو بچے سے آئی) اسے طبعی نالو  
 پانی سر پر پڑے گا نو سردی لگنے لگی  
 یہ وقت تو لوگ نہانے کو دھوڑا ہی  
 کرتے ہیں۔

جوتی۔ پڑے پر آن کے بیٹھ جاتی ہر  
 ڈو پٹہ اتار کر ٹاڑی پر ڈال دیا جاتا ہے  
 انگوٹھیاں اڑنے لگیں چھلا چھلا پور پور  
 سے جدا کیا گیا۔ جوتی کھلی بال پریشان  
 کیے وہ ایک نشین یکے سو نگہ لیں۔  
 ”ارٹھ کیسے جکٹ گئے ہیں“  
 راوی۔ کاش یہ جکٹی ہوئی لٹ اپنے  
 بار اپنے سودا الی تا ضرور کھان پانی  
 پکے کھنڈوں تک اتار دھلے چھانوسے  
 سے اچھے گئے پھر پر سنبھلے اب سر پر

ڈوبی جاتی ہر گادھ کی نظر پانی میں  
 غم فیسو نہیں پڑتے ہین بھنور پانی میں  
 کنگھی کی جا رہی ہے۔ کھلی نے بال بال  
 کھلا دیا ہے۔ گرم پانی کی بھاپ تمام  
 میل کچل صاف کر چکی۔ ہان اچھی ہوئی  
 ٹیمن اکثر سلجھا نے میں شانوں سے  
 ساتھ نازک گردن اور پھول سے سر کو  
 تکلیف ہو چکا رہی ہین جن سے جل جل کیا  
 روکھی ہو جاتی ہین اس شعلوں سے جب سڑھل  
 چکا تو ماسکے پر جٹا سا باندھ کر جگن کا رہا  
 بھر لیا سیلے کپڑے اڑنے لگے ایک بتلی  
 سی ساری باندھ لی گئی۔ پانچائے کو پھینک دیا  
 پھر کرتا اناڑ ڈالا۔ ساری کا ایک سر اپنے پر  
 ڈال لیا گیا۔ مگر تو بہ اسوقت کی بے  
 جمان پھر ہمارے نگاہیں ہی دیکھ  
 رہی ہین یا چشم فلک۔ چاندنی سے  
 چہرے کی طرح جاتی ہوئی لمبی گردن اس پر  
 سینے کے خرقہ پہ گردن کا دھڑا سارے  
 وہ تھکے ہوئی لوہار ہے جو دل دیکر سے



یا ہون تے۔

جونی۔ اسے یہ کوئی وقت ہو جلا بات  
 کر یہ ایک تو میں تنگی بھی ہون ہے  
 مسئلہ تم جاؤ بیان سے بھی ہر کوئی آیا  
 کھڑی ہو گئی پھر بچے جھاک کر بٹھ جانی ہر  
 دل دھڑک رہا ہر منہ پر ہوا نیاں چھٹ  
 رہی ہیں ہرٹ خشک ہو گئے ہیں۔  
 اضطراب مٹا لے دیتا ہر۔

ناصر جوتا تھا بات کرنے کو لیکن  
 موت کی حالت دیکھ کر بالکل پھر ہو کر  
 رہ گیا ہر آنکھیں جنھوں نے کسی کو جگہ جگہ  
 سے اس وقت بے پردہ دیکھ لیا تھا گویا  
 یہ کہہ رہی ہیں کہ ایک دفعہ دیکھا ہے  
 اور دوسری دفعہ دیکھنے کی ہوس ہے۔  
 جونی۔ اچھے تم آئے کیونکر یکساں مکان  
 ہر نو بہ بیان تو مٹا ہے کوئی ہندو رہتے  
 ہیں ہر ہر وہ نہ کہنے کہ یہ کسے کھرمین  
 اتر گئے۔ میں کتنی ہون یہ تم جاتے ہوں  
 نہیں۔

ناصر۔ کیوں جی اب تم کسی طرح ماری  
 نہیں بیٹھیں کہ قسم ہو بس آج فیصلہ کرنا  
 اٹھنے چاہے کوئی آجاسے یا نہ آجاسے  
 مجھے اب فراق کے صدمے سے نہیں  
 مٹانے بہت دن تک دریاں رگڑ رہیں  
 اب نہیں ہو سکتا تم نہ ہو شگول دھنڑو

خبر سے کر دینے کو اچھا سا چرکا تھن ہے  
 ات ہال نم گردن سے اور ذرا نیچے جان  
 دوسری سا اچھل بے پردے ہونا ہوا  
 دوسرے شانے پر چھا گیا ہے کچھ ڈھکے  
 کچھ کھلے اور بھار کا نشانہ ہیں بے اختیار  
 صرکی یا روٹ رہا ہے اسے یادش بخیر  
 وہ کہان پر اس وقت وہ ہوتا ازان جو ہوں  
 کچھ ہیں دیکھتا رہے یہ کون؟ اب بھی رہے  
 والے شہین مکان پر سے کون اس دیوار  
 پر جان جونی نہا رہی تھی چپکے سے چڑھ آیا  
 اور بھڑق سے نیچے۔

جونی۔ اچانک کسی مرد سے کو اپنی  
 طرف کو دتے ہوئے دیکھ کر نور سے  
 ہر ہر ٹوکیوں مڑے۔ ابھی (اتنا ہی ہے  
 پالی تھی)

ناصر۔ خدا کے لیے کیا غضب کرتی ہو  
 میں ہوں۔

جونی۔ اساری سے تمام جہم جلدی جلدی  
 بچھا کے ہے ہے میں رگنی تم کہاں  
 (ماننے پر ہاتھ مار کر) لو آگئی میری  
 شامت۔ اچھے مسئلہ۔ جاؤ بیان سے  
 (بھی عمدہ (مانا کا نام) اب آجاسی۔  
 ناصر۔ اچھ جوڑ کر۔ پیاری تو ذرا کی  
 ذرا چپ رہو میں ابھی جلا جاؤں گا  
 ابھی۔ بس نقطہ دور دور ہوں کرے



ہم ایسا جگر کمان سے لائیں۔ خدا خدا  
رستہ بان پر پھیل پھیل کر تو آپ کی دست

میں حاضر ہوئے ہیں جان صورت  
دیکھی اور لکین غل بچانے اچھے جادہ خدا

کے لیے جاؤ۔ صاحب سنباب وہ  
زمانہ گیا کہ ہم آپ سے صورت امید پر

جدارہ رہ کر مسنون کیا برسوں کا ش  
دیتے تھے کہ آپ جائیں گی کمان ایک

نہ ایک دن لٹیکے اب تو وہ سب کیا  
میت ہو گیا۔ ملتا تو ملتا خیال کو بھی

نہ نہیں ملتا۔ میں تم سے صورت وہ لفظ  
کتنے آیا ہوں وہ سنباب خاتمہ ہے۔

بھڑکی۔ لے لے لے لے تیرے ففرون پر  
خود کرتے ہوئے اس کیے کر

تھا صبر۔ شاید تھیں باد ہو ایک دفعہ  
رات کو میں آپ کے پاس پہنچا ہوں اور

دہن میں سے اچھوات جوڑ کر آپ سے  
وعدہ لے لیا تھا کہ سوا سے میرے

آپ دوسرے سے شادی نہ کریں کہیں  
کہا تھا! نہیں۔

جونی۔ دوا اثر کر نرم آواز سے اچھا  
کئے بھر۔

کر ان جانتے ہیں۔ کیا تم بھی راضی  
ہو گئیں۔

جونی۔ گردن نیچی کر کے خاموش ہو گئی  
ناصر۔ صاحب یہ وقت فکر شامل کا

نہیں ہو آپ ہی کہتی جاتی رہ جلدی  
سے جا جلدی سے جا آپ ہی ایک ایک

بات پر گھٹنوں سوچتی ہو۔  
جونی۔ اسکی بے چینیوں آپ ترس کھا کر

کیا کہوں تم سوال ہی ایسا بچا کر کرتے  
ہو۔ بھلا سوچو تو سہی ایک نا تجربہ کار

شریف لڑکی اپنے والدین کے خلعت  
مرضی کچھ کر سکتی ہے۔ اگر کوئی شریف خوں

ان باؤں نے اگلا رنگ دکھایا ہو تو میں  
بھی شاید مرضی یا بے مرضی کا حال کہوں

ات۔ ناصر تم نے مجھ کو دین دنیاسے کھو دیا  
کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں چین سے رہا ہوں

کو سوتی ہوں آرام سے دن بسر کرتی ہوں  
اسے غلط بالکل جھوٹ۔ میں تو تھے

زیادہ بچپن مہن مان کی نظر سے میں  
گر گئی بات مجھے حقیر سمجھنے لگے تمام کہنے

میں ٹھوٹگی۔ اسے ناصر بھر میں تم میری  
برنامہ یوں پر لے ہوئے ہو بھلا اس وقت

کا تھا رابین۔ دن وھاڑ سے پلا آتا ہوں

میرا اس بے شرمی سے ننگی دھڑکی بھارے

سانے بیٹھے رہتا اسپر طرہ و کر پیار



اخلاص کی باتیں کیا یوں ہی پھپھائی گئی  
تو یہ تو کل برسوں تک الم لہجہ لہو۔  
ناصر۔ اسکی پیاری پیاری بھڑی میں  
بانڈ لگا کر مایوس نگاہوں سے دیکھتے  
ہوئے پھر میں کیا کروں۔ مرجاؤں اچھا  
چلو ہی کہو۔ عجب ایسا تیرا ہو ہو کج ہی  
ٹکھیا کھا کر تمہارے دروازہ پر نہ آپڑے  
برلو۔ لو ہاتھ مارو۔

جونی۔ ہر ہر۔ نوج خزانہ کرے بس  
زیادہ کہو نیرین کئے کئے ہیں لے مرے  
اندھ میان میں کیا کروں۔  
ناصر۔ صدے اس کھنکے۔

جونی۔ بس چلو رہے دو۔ اس صدے  
کے کر پیلے تو صم سکھا دیتے ہیں۔ پھر  
بہن کئے کئے ہیں۔ بھٹی ہم جانیں اب  
پھر کبھی تم سے ساری باتیں جو جو ہمارے  
دل میں آیا کرتی ہیں کہہ دیجئے۔ بس اب  
تم جاؤ۔ قسم ہر جگہ نے دیکھ لیا۔ تو ہم  
کہیں کے نہیں رہیں گے۔

ناصر۔ واہ نواتنی دیر بٹھنے کا قافلہ  
ہی کیا ہوا بات تو کوئی بھی نہ نہیں ہوئی  
"جان" میں یہ کہتا ہوں کہ تم سے اگر  
مکاح یا بیاہ شادی کے لیے کہا جائے تو  
تم ہرگز ہرگز اقرار نہ کرنا۔ ورنہ ہم سے  
برا کوئی نہیں۔

جونی۔ پھر وہی بیٹھے ہیں مجھ کو ڈی کا کیا  
اختیار ہوا میں اسے وہ امان یاد میں  
جسکے ہاتھ میں ہاتھ پکڑا دیتے ہیں ان سے  
عذر تھوڑا ہی کر سکتی ہوں۔

ناصر۔ ان ساری باتیں ہر اتھ دتیز  
تو میں کے دیکھنے لگتا ہے۔

جونی۔ مسکرا کر۔ بس مگر آگے آجیاں  
نہیں۔ یہی بات ہے۔ یہی بات ہے۔

اچھا تو تم مجھے کوئی ترکیب بتا دو  
جو ایسے موقع پر اسے کر جاؤں۔

ناصر۔ "ترکیب"؟ اچھا صاحب ایک  
ترکیب بتائے دیتے ہیں لیکن کر دوں

بھی یا نہیں۔

جونی۔ ضرور کریں گے۔

ناصر۔ کھاؤ نو چارے سر کی قسم۔

جونی۔ قسم قسم نہیں اور جو ہو سکے  
نہ۔

ناصر۔ نہیں ایسی مشکل نہیں ہے  
کہ تم سے ہو سکے۔

جونی۔ ان۔ اچھا صاحب تمہارے

سر کی قسم کسی کی آہٹ سے پھر آ

سے چپ رہنے کا اشارہ کر کے عروسی

ہو جاتی ہو، لیکن وہ نرا وجم ہی تھا

ایسے پھر شروع کرتی ہے تمہارے

سفر کی قسم ضرور کروں گی۔



ناصر۔ میں فدا سی بات ہو نسبت ہوا نہ  
 ہو ساجی ہو۔ کچھ ہو تم خبر بھی نہ جو وقت  
 رات آجائے اور نکاح کی کھڑے  
 مولوی صاحب تم سے پوچھنے آہیں ہی گے۔  
 جس جہوت وہ کہیں گے فلان بن فلان  
 کے بھین اپنا نکاح منظور ہو تم ان کرنا  
 بلکہ چکی مٹی رہنا پھر چاہے قیامت ہی  
 کیون نہ گئے تم اپنے منہ سے ہاں کرنا  
 میں جھٹی ہوئی سار کی برات و رات تشریف  
 بجائیگی اور تھا را کوئی کچھ کر سکیگا۔

جونی۔ اچکی اس تقریر کے سننے ہی مٹی  
 گم ہو گئی تھی خاموش۔ باطل حکم کچھ  
 ناصر۔ کیوں صاحب یہ چپ کیسی کیا  
 کچھ اور صلاح ہے۔

جونی۔ صلاح و صلاح کیا بھئی۔ تم نے  
 قسم تو دیدی مگر ہے بہت ہی شکل کام  
 ات ان تو ان ابا جان تو اس پر بھگے  
 کچا ہی کھا ہی جائیگے۔

ناصر۔ تو صاحب کچھ بھی ہو۔ میں بھی  
 نو دیکھے۔ اوپر امان جان اوپر  
 بی بچو بھی ان کیا کیا ظلم توڑتی ہیں  
 سب سے زیادہ اب ابا جانی درپے  
 آنا ہین۔

گھر سے نکال دئے جانے کے ثواب سے  
 دیے جاتے ہیں عاق کر دینے کی

رہکیاں بھی گھم گھم اور دن کی بانی دہائی  
 جاتی ہیں لیکن کچھ ایک بھی پڑا  
 نہیں کرتے۔

جونی۔ بھئی۔ پھر میں کوئی زور دو گے  
 جناب آپ پھر مرد کی صورت ہیں آپ  
 جو کچھ نہ کر گزریں کھڑا ہو اور میں تو کچھ  
 بھی نہیں کر سکتی۔ اس نہ کرنے پر بھی  
 تو آپ کی بدولت کوئی سیدھے منہ نہ کر  
 پھر میں بات نہیں کرنا روز کی در در چھٹ  
 پھٹ سننے ہین۔

ناصر۔ صدے اس بھوری کے۔ زبان  
 اس شکایت کے۔ میری محبت کر نیوالی  
 میری "دنا دار" اللہ کے زندہ و سلاست  
 رکھے۔ یا اللہ اسکے حسن کا عالم ٹھیک  
 دوپہر کے سورج کی طرح چمکتا ہے۔

جونی۔ مسکرا کر اس رہنے دو۔  
 بڑے دعا دینے والے۔ لو اب ہماری  
 خاطر سے تم چلے جاؤ۔ نہیں لو اب خدا جانے  
 ہر کربا بن جائیگی قسم ہو اب بہت دیر  
 ہوئی ہر عمرہ آتی ہی ہوگی۔ سب کہیں گے  
 یہ ابھی تک کوٹھے پر بیٹھی کیا کر رہی ہے  
 اس قسم ابھی ہیں پتلا ادھوتا ہو۔ لو میں  
 خدا حافظ۔

ناصر۔ یا اللہ برسوں میں زکج زیارت  
 ہوئی ہو لیکن کتنی برجم ہو کہ گھڑی بھر بھی



مارے ڈالتی ہیں : ہی تو کھنے کی جرأت  
نہیں ہونے دیتیں۔

جولی۔ دکھلتی ہوئی کلی کی طرح سسکا کر  
لیجئے۔ کھٹے کہیں خدا کے واسطے۔

ناصر۔

نہیں چھڑیں تو ہم کس طرح چھڑیں

یہ ڈر ہو بل نہ آ جائے جین پر

جولی۔ تو یہ کیا ڈیر می سیدھی باتیں

کھالی ہیں یہ شعر غزلین تو کچھ آپ ہی جانتے

ہیں۔ کچھ سے توصات صاف کہتے جو

کہتا ہو۔

ناصر۔ اچھا تو تم حقا تو نہیں ہو گی۔

جولی۔ اے ابلد کہ تو دیا کہ نہیں۔

ناصر۔ قسم ہے بس ہم پھر سیدھے

چلے ہی جائیں گے ذرا بھر تو نہیں پھٹھریں گے

داسکی تھوڑی دیر میں اٹھ لگا کے امیری

جولی مان جا۔

جولی۔ کو بھی کچھ

ناصر۔ بس۔ ایک۔ پیار۔

جولی۔ شرم سے گردن جھکا لیتی ہے

لیکن جھپک کر نگاہوں کی پردہ پوشی کرتی

ہیں۔ اور یہ کوئی دھنڈلے کے نیچے بالکل

جیسے ہو کر۔ وہ جاتی ہو بلکہ اس سے زیادہ

اس امر کی جرأت کر خدائے امر بھی امیدو

ہم کی حالتوں میں چکر بچو ہو جاتا ہے

آنکھیں سیکنے نہیں دیتیں رہ کر لکڑا سنے

لچائی ہوئی نظروں سے پھر کسی کے نیم

برہنہ جسم کو دیکھا ساری جو بھگ بھگ کر

سننے سے اٹھنے ہوئے فتون کا دامن

کھی اسے ٹھانے لگی۔

نصابین لگدائے لگین آخر نہ رہ سکا

اور مسکرا کر کچھ منہ ہی منہ میں کہلیا۔

جولی۔ اے ہے اب جاتے کیا کہہ دو

میں کچھ کچھ میں نہیں آتا پھر جواب کے

انتظار میں گھٹون لگا نیلے۔

ناصر۔ کیا کہیں کچھ کہ نہیں سکتے۔ جولی

پیاری جولی۔ لڑیں جاتے ہیں لیکن

بہر خدا چاہے ہم ملین دملین ایک عرض

ہماری سن لو۔

جولی۔ ادنیٰ کیا کیا باتیں بھاری

آتی ہیں۔ ملین بات ملین۔ یوں ہو اور

دون پر کیے کیے۔

ناصر۔ کدو دن۔ لیکن لڑ لگتا ہو کہیں

تم خفا نہ ہو جاؤ۔

جولی۔ میں ہم خفا نہیں ہونے سے

اور کئے۔

ناصر۔ تیار۔ اس کھنے کے اور تم سے

جولی۔ رہ رہ۔ چلو کہہ چکو کہیں نہیں

تو تقریریں آتی ہوں۔

ناصر۔ بس یہ نازک شرجیان ہی تو



جوئی ہزار شرم کے پردوں میں چھپی جاتی  
تھی لیکن محبت بری بلا ہوتی اسے سچ  
کہا ہر کسی سے

بختہ مفران جنوں را کے حیا زنجیر باست  
عزت نے ہتیرا سے غصہ دلا نا چاہا لیکن  
نہ ہو سکا ایک مدت کی محبت چھین ڈرگنی  
اور اسے کھیل پندھان کے اس بات

پر راضی کر دیا کہ وہ اپنے سچے عاشق کو  
میرس نہ کوئے بہ خیال گذرتے ہی  
اسے نہایت ہی آہستہ سے آنکھیں بھی

کھلے کے گردن اس کے قریب بردھار  
بھیل سے محال آگے کر دیے۔ ان اب  
انہوہ منٹ کے خوش نصیب کو کہاں تاب

ہو سکتی تھی اور سننے بے اختیار اسے گئے  
سے لگا گلاب کی نیکی سے زاریہ نازک  
دخوشترک ہونٹ خوش شرم کر دیے

## چند رشتوان باب

جادو ہو میرے سامنے سے

نہروالا مکان۔ بڑے میر صاحب کا  
کہہ ناصر چیکا سامنے بیٹھا ہر میر صاحب

ایک آرام کر سی پر لیٹے ہوئے ہیں۔

میر صاحب۔ ان صاحب یہ تم نے

عفت کیوں کم کر دی۔ میں دیکھتا ہوں

تم ہر چیز میں کمزور ہوتے چلے جاتے ہو  
یوکلڈا تقلیدس انو تم نے حوت غلط کی  
طرح سے مشاویہ۔ ارکھیاک مشورین سب

کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ میں نے دیکھے  
انگریزی انگریزی رنگی ہر صورت بھی خبر  
نہیں کسی ہر آج پوچھو نگا میا ہی حساب

ہے۔  
ناصر۔ اگر دن بھی کبے کے صاحب  
اب محنت جتنی ہنسے ہو سکتی ہوا تھی

کرنے ہیں۔  
میر صاحب۔ کوئی بھی نہیں ہم تو کھین  
اب کوئی کتاب دیکھنے ہوئے ہیں دیکھتے

کبھی کسی سوال کی نسبت اب کھین پوچھنا  
پوچھتا نہیں دیکھا گیا خدا جانے یہ پونا کا  
کیا ہر میں کہتا ہوں اتنی جلدی بھی کوئی

بد شوق ہو جایا کرتا ہے  
ناصر۔ اب میں آپ سے کیا عرض کردن  
بد شوق تو میں نہیں ہوں جیسا پہلے تھا ویسا

اب بھی ہوں۔

میر صاحب۔ واہ۔ تیلیم تو تعلیم ان

سب سے بخاری محنت ہی میں کچے فراق  
نظر آتا ہے۔ تم ایسے دبے تو بھی نہیں ہوئے

ناصر۔ یہ کیا بات ہو۔ ہم اسے اچھا نہیں

سمجھتے۔ تم کس بلان گراہ ہو۔ کچھ کہو تو  
سہی منہ سے۔



ناصر۔ (دل میں خوف سے تھر تھکا کر)  
 جی نہیں میں تو اچھا بیٹھا ہوں مجھے تو کوئی  
 شکایت نہیں۔  
 میر صاحب شکایت کیسے نہیں جب  
 دیکھو میرے برادر اسی برس رہی ہر جب  
 خیال کر دسب سے روٹھے بیٹھے ہو نہ وہ  
 چو خیال ہو نہ وہ کیل کو دیکھی آج تک شاید  
 دو برس ہوئے آئے نہیں کھیلے نہیں کھئے  
 وہ ماسٹر بنا پر شاد نے مجھے اکثر تھیں پوچھا  
 تعلیم سے کیا جی پھر تم تو کھیل سے بھی جی  
 جوائے لگے۔ ان نو خوب یاد آیا (مسکرا کر)  
 تو کیا تمھاری شادی کر دین۔  
 راوی۔ چہ خوش کجا تعلیم کہاں کھیل  
 کہ صبر و شوق اور کہاں شادی۔  
 ناصر۔ (شرما کر) ابی آپ بھی بعض وقت  
 کمال ہی کرنے رہتے۔ ابھی تعلیم کا ذکر تھا  
 ابھی شادی کہیں سے آگئی۔  
 میر صاحب۔ میان میں نے یہ سوچا  
 کہ اب تم ماشاء اللہ جوان ہوئے ایکلے ایکلے  
 دم گھبراتا ہو گا۔ دوسرے بھی ایک اور  
 بات ہے ہماری آئی صغیفی کیا تعجب ہو کہ  
 چراغ سحر کی طرح بادِ سموم کے کسی جھونکے  
 سے گل ہو جائیں اس سے ہنر ہر ملے  
 بھی جی چاہتا ہو کہ تمھارا سہرہ دیکھ لیں  
 کہ تر افیں اسے اس کر پوزہ تمھاری شادی  
 بھی ضرور کر دینگے خدا نے چاہا تو۔  
 ناصر۔ چپ ہو جانا ہو۔  
 میر صاحب۔ (پیار سے) کیوں بھی  
 ناصر۔ اجی میں ابھی شادی وادی  
 نہیں کرتا۔ ابا جان۔  
 میر صاحب۔ یہ کیوں بھی شادی  
 بھی کوئی ایسی چیز ہو جو انسان نکرہ کر اول  
 تو حکم شرع دوسرے قطع نسل کئے بتایا ہو  
 رکھو تمھارے داراجان مفقود اگر شادی  
 نہ کرتے تو ہم اور خور شید کہاں سے ہوتے  
 اور اگر ہم شادی نہ کرتے تو تم اور زکیہ  
 مقبول احمد اور جونی کہاں سے ہوتے  
 جونی کا نام آتا تھا کہ ناصر کے گلے کو پکڑ  
 کے دو ذون دو ذون ہاتھوں سے  
 کسی نہ مسل ڈالا اور یہ گردن جھکا کے  
 چپ ہو گیا۔  
 میر صاحب (مجھین سب باتیں اچھی  
 طرح معلوم تھیں اور آج خاص سیوچ سے  
 تغیر کا سلسلہ پھیرتے پھیرتے اوٹ پٹا رنگ  
 طریقہ ان سے شادی پر لا ڈالا اور اب  
 جونی کا ذکر کر کے ناصر کے چہرہ کی کیفیت  
 کا اندازہ کر رہے تھے) یہ کیا بھی چپکے  
 کیوں ہو گئے۔  
 ناصر۔ جی کچھ نہیں۔  
 میر صاحب۔ ان کہو۔ ڈرو نہیں



کیا شادی نہیں کر دے۔  
 ناصر۔ راجہ ایک عرصہ سے اس بات کو  
 سوچ رہا تھا کہ کب موقع ہو اور کب میں  
 ابا جان سے کہوں لیکن ہمارے نہیں ہوتا تھا  
 حضور چاہے کچھ بھی کہیں میں تو شادی نہیں  
 کر دوں گا اور اگر کر دوں گا بھی تو جب کبھی  
 میں کسی لائق ہو جاؤں گا۔ جب  
 میر صاحب۔ یہ تو تم نے بالکل ٹھیک کہا  
 واقعی بہت اچھا خیال ہو تھا راجہ اور قریب  
 قریب ہر فرد بشر کو اپنی آمدنی کی کافی صورت  
 پیدا کر لینی چاہئے جب ہی شادی کرنی  
 چاہیے۔ لیکن تم تو ماشاء اللہ اب ہر  
 طرح سے لائق ہو۔ جس دفتر میں جس  
 مقام پر جا کر اپنی سند پیش کرو تو چھوڑتے  
 ہی بیٹھ چکیں روپیہ کی نوکری تو گرتے  
 پڑتے مل جائیگی۔ یہ اہل حالت میں ہے کہ  
 جب تم بالکل بے دست و پا ہو کر خدا  
 نہ کرے خود کہیں کوشش کرو۔ ورنہ  
 میری سفارش یا میری کوشش میری احباب  
 کے ذریعے ایسے نہیں ہیں کہ بغیر لے  
 روپیہ کا روزگار نہ لو اسے۔ نہیں محروم  
 رہ سکتے۔ بس پھر ایسی حالت میں تمہیں  
 کافی سرمایہ اپنے اور اپنی بیوی کے  
 اخراجات کے لیے ہم ہو چکیں گے اور  
 اگر یہ چاہو کہ پہلے روزگار مل جائے تو  
 ۵۔ بیٹے صبر کرو۔ بیچوٹی اس۔ دار ڈھنی تال  
 سے واپس آ جاؤ میں میں میں انکے دفتر  
 کا کھڑک بنا کر بھیج دیتا ہوں۔ شاید  
 تم ایف اے کا امتحان بھی دے لو گے  
 کیونکہ اس پر نوراضی ہو۔ اب تو شادی کا  
 سلسلہ چھیڑا جائے۔  
 ناصر۔ ابا جان۔ آپ خفا ہوں تو  
 میں ایک عرض کروں۔ گو سودا رہ  
 تو ہے۔  
 میر صاحب۔ نہیں نہیں خفا ہو نیکی  
 کو کسی بات ہو کہ شوق سے۔  
 ناصر۔ بہت جی کر اکیسے۔ یہ  
 سوال جو اپنے آج مجھ سے کیا ہو۔ گھر میں  
 امان جان اور بھو بھی جان بھی کر رہے  
 کر چکے ہیں۔ لیکن میں نے بجز دفعی امر  
 گزارش کر دینے کے چارہ نہ سمجھا اور  
 اسے علی غلطی طور سے انکار کر دیا اب  
 اس وقت آپ فرما رہے ہیں کہ میری شرم  
 دیا مجھے اس وقت زمین میں گاڑے دی  
 ہے لیکن سے  
 عاقل بنو زورمان درد پہنان درشتن  
 کے خیال سے میں عرض کیے بغیر نہیں  
 رہ سکتا اب چاہیے کچھ بھی ہو ایک عرصہ  
 سے مجھے یہ خیال ہو اور میرا نفسی راز ہو  
 کہ میں اپنی شادی اگر کروں تو جوئی سے



میر صاحب کس سے جوئی سے غضب  
کیا بھئی۔ واہ رے عقل۔ ارے کجغت  
جو قوت اندھا تو نہیں ہو گیا ہر نو (اب سنے  
میر صاحب انکھیں بدلے) اندر سے جیانی  
نالائق اپنے منہ سے تو ہمارے سامنے اپنا  
عشق ظاہر کر رہا ہو ڈوب مرزا مرادناشدنی  
(غصہ سے کانپ کر) بڑا شاہی کریوالا  
"عاقلی بنو" کا سکا ہنسنے جو اتنی دیر  
یہ باتیں اسی ڈھکوسلے کے لیے بنا بنا  
یکے کہیں تو آپ کھل گئے بالکل ہی طیار  
تھے جیسے شادی پر۔ اُن رے بیغیرتی  
آپ شادی کر نیکیے تو جوئی سے کریں گے  
جی بجا و درست آپ کے واسطے میں اپنے  
عہد کو توڑوں اور ایک ذلیل شخص ایک  
بد معاش کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی  
کر دوں واہ واہ واہ۔ میں روز سنتا تھا مدد  
میر سے آگ لگتی تھی لیکن آج وہ آگ میرے  
آنکھوں میں بھی شعلہ بھڑکاتی ہوئی پہنچ  
گئی استغفار کیا زمانہ ہے ارے تالائق  
تیری عمر تک تو ہنسنے یہ بھی نہیں سمجھا تھا  
کہ شادی کئے کس جاوڑ کو ہن کجا کہ اپنے  
منہ سے اپنے باپ کے سامنے اظہار  
مست کرنا۔ اللہ اللہ جاوڑ ہو میرے  
سامنے سے کافر۔ خبردار۔ خبردار جو  
کبھی پھر ایسے الفاظ یا اس قسم کا تذکرہ

گھر میں لایا ہر مین سے تیری زبان سے  
سنا تو مجھے برا کوئی بنو گا روز اسکو ل سے  
اگر دو مرتبہ دو دو کھٹے تک سوال ہمارے  
سامنے حل کیا کرو۔ باہر بغیر ضرورت کبھی  
مت جاؤ۔ بس! کھڑنگ! آفریش آوارہ  
مزاج۔ اس تا دیب نے غریب صر کے ہوش  
اڑا دیے وہ کجغت دم میں آکر بالکل ہی  
کھیل کھیلا تھا۔ یہاں شادی وادی تو کیا  
نرسی صلاح سم تندی تھی اپنا مطلب کھٹے  
ہی میر صاحب قبلہ نے وہ ڈانٹ بتائی کہ  
بیچارے کا پیشاب خطا ہو جا نیکو تھا سیدھا  
اپنا سامنے بے ہوشے سمٹا سمٹا اکر لگی  
میں سے گھر میں گیا وہاں جو رکھتا ہے تمام  
عورتیں یعنی امان اور بچو بھی دیوار سے لگی  
کھڑی ہن ڈر کے مارے عتر عتر کانپ  
رہی ہن اور بھی شرمندہ ہوا۔ آنسو کھل  
آئے اور یہ روتا ہوا اپنے کمر میں جا پڑا  
گندھی لائی۔

## سولھواں باب

گرے پڑتے ہن پہلے سایہ سے  
کچھ عجب اپنا حال ہے اب تو  
دن کے ہنچ چکے ہن ہن ہن گریبان  
ہن ہوا کے فراتے ہنکی دل دگر مین



بساے دیے ہیں اس واسطے ضرورت ہو  
 کہ آدمی کچھ کچھ اور ٹھہ کر بیٹھ جائے ایک  
 ایک ایسی تند و تار آندھی جنوب سے اٹھی  
 کہ تمام آسمان وزمین آنا فائنا میں گرد و غبار  
 سے اٹ گیا۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا  
 وہ وہ جھکڑ چل رہے ہیں کہ اکھینڈ انگنائی  
 بین نیم کے گدے اس زور شور سے مل  
 رہے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے اب ٹوٹ کر  
 گرے اور اب گرے۔ کوڑا کرکٹ جہاں  
 کہیں ذرا ٹلور اکٹھا ہو بتوں کی طرح سب  
 آسمان پر اڑا جاتا ہے۔ دھواں دھائی  
 سرزار کی آوازیں برابر چلی آتی ہیں خلائی  
 جلدی جلدی سے کلام دھندے چھوڑ محفوظ  
 مکانوں میں جا چھپی ہے آندھی ہو کہ قیامت  
 ہو پڑے پڑے تناور بیڑ جڑ سے اٹھ کر  
 جاتے ہیں۔ بن چکیاں ٹوٹ ٹاٹ کے  
 ڈھیر ہو گئیں ہیں۔ انجن بند ہیں۔ ریلوے  
 سنگ اسٹیشنوں پر بالکل موقوف  
 چلتی ہوئی ٹرینیں بالکل دوسرے اسٹیشن  
 تک پہنچنے کی خواہشمند ہیں۔ ڈرائیور  
 نے ہنڈل بند کر دیے ہیں تھارڈ لوگ  
 لوگ سنگل ریٹا خے لے لے کر گاڑی  
 کے آگے اور پیچھے لائین پر جا جا کے لگا  
 آئے ہیں کہ مبلدا کوئی ٹرین یا انجن یا  
 ٹھیلہ ادھر ادھر سے آئے تو نصف نصف

میل آگے ہی اُسے پیا خون کی آواز میں  
 خبردار کر دین کہ لائن غیر محفوظ ہو اس  
 دنیا کا تو یہ حال تھا جو ہم بیان کر چکے لیکن  
 ناصر والے کمرہ یعنی غم کی دنیا کا تو یہ حال  
 بھی قابل دید اور قابل انسوس ہو وہ  
 جسدن سے مایوس ہو کر باپ کے نگرین  
 ستا ہوا زندگی سے دل برداشتہ ہو کر  
 بیان آن پڑا آج تیسرا دن ہو نہ کچھ کھایا ہو  
 نہ بیا گندھی وہ مضبوط چڑھ چکی ہو کہ مان  
 نہیں دھو بھی سکے سب کھولتے کھولتے  
 شل ہو گئے ہیں لیکن وہ کیسے طرح نہیں  
 کھل سکتی۔ کوڑوں میں اگر لہریں ہوتی  
 مول زلفیاں نہ ہوتیں تو بلا سے چول ہی  
 اوناڑ ڈالتے مگر یہ ممکن نہیں آج ٹھہر گئے  
 بڑا ہول کھا رہے ہیں بار بار دروازہ  
 پر آواز میں دیتے لیکن بیان دہون  
 پہنچے ہے کہ منہ میں زبان ہی نہیں گویا  
 وجہ کیا اول تو جوان بیٹے کو باپ کا اس طرح  
 برا بھلا کہنا دوسرے اس قسمی امید کا جو  
 صرف باپ کے کرم سے وابستہ تھی ایک ایک  
 اونکے قطعی انکار سے ٹوٹ جاتا اسپر وہ یہ کہ  
 اسکے ذکر پر بھی آئندہ کے لیے قدغن  
 کر دینا۔ اتنی باتیں تھیں جنہوں نے  
 ناصر کو بھوکا پیاسا مر جانے پر مجبور  
 کر دیا تھا باہر تو آندھی چل رہی ہے اور



اندر آہوں کا طوفان زور و ن پر ہے  
 جس کو دھچکا چار پائی پر بڑا ہے کل سے  
 اسی طرح رہ گیا ہے طاقت نے بھی  
 جواب دیدیا آنکھوں میں بڑے بڑے  
 حلقے پر لگے پیٹ کبخت مارے بھوکوں  
 کے پسلیوں سے جا لگا۔ پیاس کے مارے  
 زبان میں کانٹے پڑ گئے ہیں۔ ہونٹ  
 سوکھ سوکھ کر بیڑیاں بندھ گئیں ہیں انہیں  
 تو آنکھوں میں رہا ہی نہیں۔ ان آنکھیں جھپٹ  
 سے لگ گئیں ہیں سانس بھی آتی ہوئی تو  
 تنہا نحرے کرتی ہے "دل" جس کا نام ہے  
 وہ بیشک اس نا توانی میں کبھی کبھی ان  
 خیالات کو دور کر دے مگر غم تک پہنچا  
 دیتا ہے اور یہ اپنی حالت پر غور کرتے  
 ہوئے۔ گویا یہ فقرے حسرتیہ ادا کرنے  
 لگتا ہے امداد اگر زمانہ بھی کیا بری چیز ہے  
 اسکو ایک پل ایک حالت پر قرار نہیں  
 کل کا دن وہ تھا کہ ہم بے غل و غش آرام  
 سے بسر کرتے تھے کھلتے تھے کو دے نہ  
 تھے۔ ہزار ہزار لوگ ہمارے ناز اٹھا  
 تھے۔ ذرا سی بات ہمارے منہ سے  
 نکلی اور سب نے اللہ آمین بسم اللہ بسم اللہ  
 کر کے اسی وقت پوری گرجاؤں۔ ذرا سا  
 سرین در دہرا اور تو جیل میں جل حکیم ڈاکٹر  
 ملا سب نے بکریہ ہو گئے۔ وہ پیارا معشوق

جکے لیے آپ ہمارے۔ میں یہ حالت ہو گئی ہے  
 ہر وقت ہمارے ساتھ رہتا تھا۔ ہم  
 تھے اور وہ برابر بیٹھے ہوئے ہیں اور سبق  
 یاد کر رہے ہیں۔ چکیاں لے رہے ہیں  
 پھیڑ رہے ہیں۔ منہ چڑا رہے ہیں۔ وہ  
 ذرا برا نہیں مانتا تھا۔ آج خدا جانے  
 ۲۔ برس میں کیا کیا پلٹ ہو گئی کہ نہ  
 وہ چین ہو نہ وہ آرام نہ وہ بفکری  
 کھیل کو نہ درکنار گھر سے نکلتے کو بھی  
 مٹا دی ہو ناز اٹھا نے تو کیسے کوئی  
 بات بھی نہیں پوچھتا کہ میان تم کس حال  
 میں ہو۔ سر میں درد کسے کہتے ہیں میان  
 اب سکرات کا عالم ہو اور کوئی پرسان  
 نہیں دوا و دوش تو دوسری چیز ہے  
 زیادہ پیارا وہ جان سے زیادہ عزیز  
 معشوق۔ اُسے تو سب سے زیادہ  
 ہر جی پر کمر باندھ لی ہے ارے کام  
 دنیا پھر جاتی مگر وہ پلے پر ہوتا آہیں  
 تو ذرا بھی مضبوطی نہیں وہ تو ڈر می  
 جاتی ہیں ہر ہر ابا جان یوں کر نیلے  
 ہو ہر امان جان یوں قیامت تو ڈر نیلے  
 جب ذرا کسی طرح مرنے کو بھرتے  
 کو دیکھا مذکر ہو بچو۔ بس دیکھتے ہی کہنے  
 لگتی ہیں جاؤ بیان سے خدا کے لیے  
 اچھے تم بیان کیوں آئے ہو ہمارے



کوئی آجائیکا۔ ہر کہ میں مر جاؤنگی اسی  
 دن دیکھ لو۔ والد پارسہ محل کے مکان  
 میں میان محسن رہا ہے بھی اندر اس کا  
 بھلا کرے مجھے لے گئے وہ مکان تیجھی  
 کے مکان سے بالکل ملحق تھا انھوں نے  
 کہا تو تم روز تو پا کر تے تھے جاؤ۔ آج  
 کو مجھے ابر چودھ جاؤ شاید تم انھیں دیکھ  
 لو میں تو تھا ہی ملے پاؤں کی لمبی ٹھٹھ  
 اور دوڑا منڈیر پر سے جو چھانک کے  
 دیکھتا ہوں تو آپ بنا ہی ہیں ہر اس وقت  
 کی خوشی گوئی میرے دل سے پوچھے واس  
 جان آگئی تھی جان آنکھوں میں کسی نے  
 نور کوٹ کوٹ کے بھر دیا تھا کہ سو اسے  
 جلوہ یار اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا  
 وہ بھگلی ہڈی سایہ کا جو بن تھے مرتے  
 مرتے نہیں بھولے گا قسم جو اب جوئی قیامت  
 ہونگئی قیامت پہلے میری نامرادی اسے  
 میری ناکامی میں کتنا محروم قسمت آدمی  
 ہوں پھٹنے سے مرادین مان مان کر انھیں  
 اس قابل دیکھا کہ ہزاروں میں ایک ہوئیں  
 لیکن دوسروں کے لیے۔ ہاں اسے  
 آتش رنگ تو لگا رہی بھر داک جا کہ  
 میرے تن بدن جلا کر خاکستر کر دے  
 سے مایوسی جب تو نے اتنی طاقت  
 اختیار کر لی ہے کہ میں امید کا نام بھی

بھول گیا تو خدا کے واسطے اتنی لڑکوش  
 کر کہ ایڑیاں دوڑ کر مردن بکھڑا سیوت  
 دم نکلتا ہے اسے وہ اسکا شباب اور  
 ہمارا دنیا سے کوچ ہاں سے ہنسنے کیا  
 چاہا تھا اسدن کے لیے۔ اسے کریم رحیم  
 کیا تری درگاہ میں ہم جیسے یاسون کی  
 دعا نہیں قبول ہو کر تکی لے قادر مطلق  
 کیا بدترین امکان میں نہ تھا کہ وہ زاید  
 کش عابد فریب بست رام ہو جانا اور سکے  
 والدین بالکل زرم دل ہو جاتے مجھے  
 محبت کرنے لگتے۔ میرے مان باپ  
 کے دل میں ڈال دیا کہ وہ میری امید  
 میری بچپن سے اب تک کی تمنا کو خوشی خوشی  
 پورا کر دیتے اسے کیا میری جوئی۔ ان  
 میری کیون ہونے لگی تھی وہ ظالم جوئی  
 میری زوجہ میرے دل کی مالک نہیں  
 بن سکتی تھی۔ اسے بن تو سکتی تھی لیکن  
 بھی کو منظور نہیں ات نو پرور دگار کیا  
 اب میں یوں ہی ناشاد نامر اور دنیا سے  
 جاؤنگا۔ اسے بے نیاز تو شاید ہے کہ میں نے  
 ابھی بیان کر کچھ بھی تو نہیں دیکھا ہے  
 صبر اور دنیا والے طبع طبع کے جلوے  
 دیکھتے ہیں عیش و آرام مشن میں بسر کرتے  
 ہیں میں تیرے ہی قسم کھا کر کتنا ہوں  
 کہ میں نے عیش کا نام بھی نہیں سنا



آرام کے پاس سے بھی گھبی نہیں گذرا ہاں  
 ایک اچھی صورت دیکھی تھی اور اسی کو میری  
 حسن الصفت سمجھ کر سٹ گیا تھا اور سپر مرنے  
 لگا تھا اور مرنے ہونے بلکہ مر جاؤنگا لیکن انہوں  
 نے وہ بھی نہیں نہ لے سکی۔ ہاں اب تو یہ حالت  
 ہو گئی ہے کہ زندہ در گور ہوں اب نہ اٹھنے  
 کی طاقت نہ بچھنے کا ہوتہ میں چرپائی سے  
 لگ گئے ہیں۔ ہاں سے۔  
 گرے پڑنے ہیں پہلے سارے  
 کچھ عجب اپنا حال ہے اب تو  
 یہاں تک سلسلہ تقریر کو سنئے ہوئے  
 ہو چکا تھا جو وہ اندھیرا گلاب کہ ہوا اور اچھی  
 ذرا تھری لیکن اسکے ساتھ ہی بڑی میر صاحب  
 کے زور زور سے بولنے کی آواز آئی اور  
 یہ عجبات سے تھی کہ نہ کہ تین دن تک صبر  
 اسکول نہیں گیا انھیں نہیں ملا اور انھوں  
 نے آج تک خبر نہ لی بلکہ اب غل بچاتے  
 ہوئے آئے ہیں۔ نہیں نہیں یا سیدن  
 سے پانی پت گئے ہوئے تھے ابھی ابھی  
 گاڑی سے اتر کر گھر آئے تھے جو یہ واقعہ  
 سنا کہ صاحب زادے نے آج تین دن سے  
 نہ دانہ کھا یا نہ پانی پیایا ہے اور کتڑی  
 بڑی کر رہے ہیں لاکھ لاکھ کوشش کرتے ہیں  
 ہزار ہا حسین دینے دینے شک گئے  
 ہیں مگر ایک نہیں سنئے۔ کل تک تو

بوتے بھی تھے اب تو جواب بھی نہیں مان  
 بیچارہ سی روئے روئے پاگل نکلی ہر پس  
 آخر کو باپ تھے۔ دل دھکیا مجت پورچی  
 جوش مارا اور یہ سب بستر وستر کتابین وغیرہ  
 بھینک بھانکٹ ہاں سے سیدھے نہیں  
 دوڑے چلے آئے تھے پکارا دوکارا بہت  
 مگر وہ کب بولنے والا تھا اور سکے خیالات  
 آپ ہی آپ استغاثے کرنے کا سلسلہ  
 اسی کے درد بھرے شعر تک پہنچا تھا  
 جو انھوں نے لوہے کے برطے تیز اور  
 سخت اور زور سے ایک طرف کی زلفی  
 اور کھڑچیل اوتار مھبت کیو اور کھڑ لہے  
 اب کیا تھا سب کے سب عورتیں بھینیں  
 مان۔ اندر گھس آئیں چراغ جلایا اور دھکونڈ  
 ہوئے سرانے جا پہنچے۔

## سترھواں باب

نسبت ہو گئی

ایک پیارا پیارا دن ہو آسمان شیشہ  
 کی طرح چمک رہا ہے۔ جبین سے آفتاب  
 کا سہرا خال۔ بھلا مھل کر تار پڑا مغرب  
 کی طرف رہتا ہوا بہت صاف دکھائی  
 دیتا رہیچھ یوں ہی سی گرہوں کی فصل  
 جاڑے کی آمد آمد صبح کو دس بجے ہونگے



بیڑیوں کے کٹرہ سے ذرا آگے بڑھ کر فتح  
پوری کے پاس سے ایک گلی کے ناکے  
پارخ بھو میان کھڑی ہیں۔ تھوڑی دیر تک  
تو گاڑی بان ادھر ادھر تحفے پتے پھرتے  
لیکن جب زیادہ دیر ہونے لگی تو انہیں  
سے دو تین ملکر اسی گلی میں گھسے اور ایک  
بڑے دروازہ پر جکے محراب دار راستے پر  
لی ختمہ اطفی باجر الو! الحاطمہ

المصطفیٰ المرقضی وانا ہما والفاظمہ  
بخطاری لکھا ہوا تھا۔ جا کر غل مچانے لگے۔ اچی  
چلو صاحب میان جی سپاہی نہیں ٹھہرنے  
دیتا دہان مہین۔ سواریاں ٹبھتی ہیں  
تو ٹبھتیں تمہیں ہم گاڑیاں لیے جاتے  
ہیں۔

آواز۔ ارے میان کھڑو ذرا بس اب  
سوار ہوتے ہیں۔

گاڑی بان۔ اچی سوار ہوتے ہو  
آپ نے دس تو بجادے اب کب تک  
ہم باٹ دیکھتے رہیں۔

آواز۔ اچھا اچھا چلو تم بھو یوں تک  
چلو تو۔ پردہ ہوا اور سواریاں آئیں  
اس جواب کے بعد انگریزوں نے لوگ پھر  
اپنے بیلون دیوں کے پردے در پردے  
کو ٹھیک ٹھاک کر کے لگے ہیں اور تھوڑی  
دیر میں دو ماٹین ایک آواز آئی

سے صاحبزادے کو گرنت کا انگریزی  
کوٹ پہنے ہوئے جا جم کے پردے  
لیے ان تک پہنچ جانے ہیں۔ ادھر  
ادھر پردے ردگ ڈالے جاتے ہیں  
اور مشورا تین سوار ہونے لگتی ہیں ایک  
کے بعد ایک گاڑی پر پھر پھر کر آگے  
بڑھتی جاتی ہیں اور ایک جگہ ٹھہر جاتی  
ہیں جب اس ترکیب سے پانچوں گاڑیاں  
بھر چکیں تو اندر سے آتھ سات چار بان  
سردن پر خوان رکھے ہوئے گاڑیوں  
کے آگے آگے ہو لیں اور وہ جوان  
صاحبزادے بھی ساتھ ساتھ چل پڑے  
عین ملی مار دن کے نظر پردہ آدمی  
مع بابے کے اور ملے چنا پنے اسکے  
ملتے ہی اب ترتیب یوں ہو گئی آگے  
آگے باجہ۔ اسکے پیچھے خوان اسکے پیچھے  
مرد۔ پھر گاڑیوں کی تین ڈوری آہستہ  
آہستہ رستہ گنتا جاتا ہے اور سنگی کا سامان  
چاندنی چوک سے بڑے دریاہ کی طرف  
برطقیہ جاتا ہے ٹھیک ۱۱ بجے یہ لوگ  
بماتی بیکم کے کوچے میں جا پہنچے مرد  
مردانے میں اور عورتیں عورتوں میں  
جا اور تین۔ آپ سمجھے یہ کون لوگ  
تھے اور کہاں گئے تھے حضرت من  
آج صبح کی نسبت تھکے تھے۔



آئے ہیں۔ وہ دیکھئے میر خورشید علی شاہ  
 مرقطہ سے مکان میں کرسی پر  
 بیٹھے ہیں۔ اور او دھر سبیل قبول اور  
 احمد کام کاج کرتے پھرتے ہیں۔ ہفتے  
 بھرے جا رہے ہیں۔ پان کشتیوں میں  
 بن بن کر اندر سے منگائے جا رہے ہیں  
 ابھی او دھر او دھر کی غیبیں سرور اور ہی نہیں  
 جو ہماری دیک کی مشتاق نگاہیں دامن  
 کھینچے ہوئے نئی نیلی دوطن دکھائے  
 بیچلین۔ دوطن بگم خوب بنی منور سی جھلکے  
 دالان میں بچھی ہیں آگے پانڈان رکھا  
 ہوا ہے کشتیوں میں سٹھائی ان بھل بھل کر  
 سامنے رکھی جا رہی ہیں سمدھنو نکا پرا  
 او دھر او دھر کی باتوں میں مشغول ہو او دھر  
 او دھر کی باتیں کیا؟ آج گو یا ان لوگوں کو  
 اٹھا اور انھیں اٹکار کھڑکھاؤ۔ طور  
 برتاؤ دیکھئے کا موقع ملا ہے۔ وہ انکے  
 ایک ایک آئین طرز حکم کو دیکھ رہی  
 ہیں یہ او کو بات بات میں جانچ رہی ہیں  
 بڑی سمدھن دوطن کی مان اسٹنگے برابر ہی  
 میں بیٹھی ہیں۔ حقیقت میں آج کا دن  
 دونوں طرف استخوان کا ہو کر رہا ہے  
 کیونکہ صاحب بیٹا بیٹی کی منگنی کر رہیں  
 اسوقت نہ انھی طرح دیکھ حال لیتے تو  
 پھر کون سادست آئیگا۔ کوئی گردیوں

کا تو بیاہ ہے نہیں بیان تو جان بیاہ  
 ہوا اور بیچارے دوطن دوطن کو رسی  
 سے جوڑتے گھنے پڑتے ہیں۔ لیکن  
 خدا جانے یہ کیا بات ہو جسقدر دوطن  
 والے خوش خوش ہیں اتنی ہی دوطن بگم  
 نہیں معلوم ہو تین۔ دیکھئے ناچانی بگم  
 (دوطن کی مان) کسی بات کو پوچھتی ہیں تو  
 یہ بڑا سوج سارح کر جواب دیتی ہیں  
 جیسے کوئی بڑے ہی فکر و تردد میں مبتلا  
 ہوتا ہے۔ ان کشتیوں میں جو چار یوں کے  
 سر پر پہلے خزانوں کی صورت میں آئین  
 تھیں منگھائی۔ ورق لکی گلو یاں اور  
 امام منامین ہو گویا آج منہ کھٹھا ہوا اور  
 بات کی ہو گئی دوطن والے وہ وہ تھکے  
 گارے ہیں کرکان پڑی آواز نہیں سنائی  
 دیتی آج خلافت معز الہی گھر میں دوطن  
 بگم کے سیکے والے بھی معلوم ہوتے ہیں  
 وہ دیکھئے انکی بڑی ہیں دوطن کو گود  
 میں نیسے سند کے قریب پہنچ گئیں  
 ابھی تک دوطن گھر ہی کے لباس میں ہے  
 اسکے آئنے ہی تمام نکلا ہیں او دھر ہی منور  
 ہو گئیں۔ بی کنیزہ دوطن بگم کی ہیں نے  
 سنبھال کر دوطن کو سنبھال کر بیٹھا یا اور  
 پیٹھ کے پیچھے خود ہو چکی ہیں وہ ان کی قطع  
 وضع کوئی آواز نہیں تو ہی نہیں جو ہم بیان کریں



دہی شرم و حجاب کا سراپہ ہر جہاں کثرت میں  
ایسے موقوفوں پر دیکھا ہوگا گردن مٹائی ہوئی  
آنکھوں پر دونوں ہاتھ سمٹی سٹائی ایک  
گھڑی کی طرح مسند پر دکھائی دیتی ہوگا سپر  
سے بی کنیزہ ایسی چٹائی میں کہ شاہد انکے  
ڈیل ڈول کے آگے دو دھن بیچاری کچھ  
جتنی ہی نہیں سب کی سب ہو یا نہ سمٹ  
کر گھر گھر کر ہیاں آ بیٹھی ہیں۔ برابر گناہین  
بڑی ہی ہیں کہ کسی پہلو کس تل دو دھن کا منہ  
دیکھ لیں ایک پہ ایک ٹوٹی پڑتی ہو کر تو بہ  
کہیں ممکن ہے۔ بعضیوں نے تو کہنا  
بھی شروع کر دیا ہے اے بی کنیزہ بیگم  
خدا کے لیے زنا تو سنبھل کر بیٹھو اتنی  
نو بیچاری کچی پر نہ گری پڑو نگوڑی پس  
جاتی ہوگی۔

کنیزہ بیگم۔ (مسکرا کر) صاحب! پھر اسے  
نیا کچی میری کیا آپ کی آپ سب کون کواٹین  
ہیں ایسا کام کیجئے۔

امانی بیگم۔ اپنے ساتھ والیوں سے ہنکر  
اے رہنے والو۔ انکی خوشی ہوئی ہو تو یوں ہی  
سہی۔ فنان (اما) لاؤ وہ امام ضامن  
والی کشتی تو اٹھا لاؤ۔ فنان کشتی اٹھا  
لان ہر جوان پوش الٹے ہی ایک گرسٹ  
کا کار چوبی کام کا امام ضامن اٹھا لیا جاتا ہے  
یہ بالکل اسی صورت میں ہر سطح عوام بازو

پر تعویذ باندھ لیا کرتے ہیں۔ لیکن فرق  
آتا ہے کہ اس میں روپیہ ہوا اور اس میں نقشب ہوا کرتا  
ہر خیانتہ دو لہا کی مان نے دو دھن کا بازو  
بمشکل تمام ڈھونڈ ڈھانڈھ کر نکال لیا  
اور ہم اللہ کر کے سیدھے ہاتھ کی طرف باندھ دیا  
خرے کا ذرا سا ٹکڑا لیکر اس کھینچا تاتی اور  
مشکل کے بعد جو دھن کو دیکھے بچا لے میں  
ہوئی تھی منہ بھی مٹھا کر دیا۔ اس رسم کا  
ادا ہوتا تھا کہ چاروں طرف سے مبارک  
سلامت کی آوازیں آنے لگیں دنیاں  
بھی پہلے سے جمع تھیں سارے باد گاسے  
لیکن پھر دہنے ہاتھ کی چنگلیا میں سونے  
کی سبز نگ والی انگوٹھی بھی بٹھا دی اور  
نشان چڑھا کر ٹھو۔ بی امانی بیگم بھی سرک  
بچھین کنیزہ بیگم اویس وقت دو دھن کو اسنبھال  
سنبھول جھٹ دوسرے لمرہ میں لے گئیں  
تھوڑی دیر تک اور مہمان اس نکالیں  
ٹھہرے آخر سب کے سب رخصت ہو کر  
مل جل کر۔ مایکھے یا یوں میٹھے کی تاریخ  
ٹھہر اسوار ہونے لگے یہ بھی کوئی آدھ  
گھنٹے کا کام تھا کیوں کہ آنے سے زیادہ  
اب جانے کی جلد ہی تھی جو اپنے اپنے  
گھر ہو چکا دھوم مچائیں کہ ہم فلان فلان  
کے ہاں منگنی کرنے گئے تھے منہ میٹھا  
کر آئے دو دھن ایسی ہو اور ایسی ہو



دبان سے آئے تو کھڑکی کی کنڈی کھول دی  
اور پھر اپنے تکیہ سے لگ کر ہو بیٹھے۔ اب  
جو دیکھا تو حیدری خانم چلی آئی مین لیکن  
بہت ہی متفکر۔  
میر منظر علی۔ کیوں خیریت۔ اب  
کیا ہو ناصر۔

حیدری خانم۔ کیا بتاؤں غلطی  
کیا کہ بخون لے کر دیا ہے۔ دھارون وٹے  
جانا ہو۔ گورڈی آنکھیں مین کہ سندھ بھر  
گیا ہے۔ ابھی غلام کو سندھ سے آیا تھا  
تو مین دتا مین جھٹیک پھا نکس پھر اسی  
کو کھڑی مین جا بیٹھا مین بھی ساتھ ساتھ  
ندر گئی تھوڑی دیر کر سی پر بیٹھا رہا۔ اسے  
ایکا ایک زبان سے اڑتے جھٹ میرے  
پروں مین گر پڑا اچھی امان میری جان  
پاؤں پھر وہی جوئی سے شادی کر گئی عند  
ہونے کی اب مین بتاؤ کیا کروں صاحب  
تو اسکی یہ حالت نہیں دیکھی جانی آخر مین نے  
کہہ دیا کہ کھڑی۔ یوں تو مین کھڑی تو خود  
جل کے اسے آج کہہ لے۔ اُسے تھوڑی  
دیر تو چکا۔ بٹھارہا جب کوئی بات بن گئی  
اور بٹھارتے سامنے آنے ہوئے اسنے  
وہ معلوم ہوا کہ علم و ادب اٹھا۔ دایک  
سفید کاغذ لکھا کر، رقعہ لکھ کر دیا کہ تم  
اُنھیں دیر دینا۔ لاچار مین نے لے لیا

غرض ان سب راج کے بعد۔ مرد۔ مردانے  
سے اور عورت مین عورتوں مین سے رخصت  
ہو ہو کر سوار ہو گئیں اور ہم بچے بچے  
لگ پھر اپنے اپنے گھر ہو چکے۔

## اٹھارھواں باب

ناصر کا خط

اول شام ہی بڑے میر صاحب اپنے  
گھر مین کالج وغیرہ سے فارغ ہو کر آئے  
مین اسدن ناصر کی قید حیات قائم کھنے کو  
ای اتفاق ہی سے ہو چکے ورنہ ایک دفعہ  
مرد اور نہ آتے تو وہ بار غم بھران چل ہی  
جسا ہوتا اسدن خین اپنی مدد پر اور تشدد  
کا نتیجہ کسی قدر معلوم ہو گیا تھا بلکہ آج تک  
اسکی وہ صورت انکوار آجاتی ہر تو کانپ  
کاٹ اٹھتے مین لیکن خدا جانے مزاج مین  
کہان کی غفلت بھری ہوئی ہو کہ باوجود  
قبر ہونے کے بھی ہوش نہیں آتا کہ یہ علاج  
اس معاملہ پر ناصر کی موافق فکر نہیں کی جاتی  
یہ ابھی بچکانہ مین آکر بیٹھے ہی کپڑے  
اڑتے اتار کر ڈالے ہی تھے جو کھڑکی  
کی کنڈی کسی نے کھٹکائی اور انھوں نے  
کہا۔ بھلا۔ اسٹے۔ جوتی اپنی اور بچکانہ  
کا باہری درد اندہ بند کرنے چلے گئے



وہ پھر اسی طرح سے فتنیں کر رہا ہے۔  
میری شامت۔ وہ تو کبھی بادل میں ہو گیا ہو  
بالکل جیسے دیوانہ کبھی روتا ہے کبھی چپ  
ہو جاتا ہے۔

میر صاحب۔ (رقمہ ہاتھ میں لیکر) کیا  
بتائیں صاحب ہم تو آفت میں آ گئے  
خدا غارت کرے ایسی اولاد کو اور ایسی المیہ  
کو۔ تم کیوں اسکی باتوں میں آتی ہواری  
لی کتنا ہر کتنے دیا کر دے۔ روتا ہو صاحب  
سے روتا ہو یا پھراری آنکھوں سے۔

حیدری خاتم۔ (ذرا چیخا کر کے) صاحب  
یہ اچھی بات ہو جب اپنا چیخا جاتا ہے  
بیٹے کی تسلی تشفی ہونے لگتی ہو ٹھوڑی  
میں اتنے دے دے دیکے مٹا جاتا ہے اور جب  
میں ذکر کرتی ہوں تو مجھ سے یوں کہا جاتا ہو  
میں بھی آخر ان ہوں! نہیں میری تو  
الٹا رہ برس کی کمالی ہے صاحب مجھے  
تو نہیں دکھا جاتا اور فدا آگے کر کے) تم  
بڑھو تو اسے کیا لکھا ہو۔ بس اب چپ  
ہو گئے)

میر منظر علی۔ استغفر اللہ! اسدن کی  
باتوں پر کہتی ہو مٹی۔ وہ حالت ہی ایسی  
تھی اگر میں ایسا اسدن نہ کرتا تو اسکی  
طبیعت سنھلتی تھی۔ اوہ موانو ہو ہی چکا  
تھا جسے تو مار ڈالنے ہی کا کام کیا تھا

اتنے دن اسے کال کوٹھری میں بند  
رکھا۔ اسے بی میرا مطلب یہ نہیں ہو کہ  
اس سے صاف طور سے انکار کیا جائے  
بلکہ یوں ہی سن سن کر بان میں بان  
ملا دی جائے مٹا لیتی ہو لیتی رہو۔ اور اوہ  
اوسکا نکاح ہوا جاتا ہو ہر بس جہان نکاح  
ہوا اور اسے معلوم ہو گیا آپ خیال  
چھوڑ دیگا۔

حیدری خاتم۔ ادنیٰ نکاح  
کس کا؟

میر منظر علی۔ جونی کا اور کسا۔  
حیدری خاتم۔ کس سے؟ کیا  
کچھ سناتے ہو؟

میر منظر علی۔ سنا کیا برسوں انہوں  
شگنی بھی ہو گئی انکی اولاد علی ڈاکٹر  
کے لڑکے سے لیجئے دیکھ لیجئے۔ اب  
ان صاحبزادے کو کون سمجھائے نہیں  
ایسے ہیں میان خورشید غضب خدا اپنے  
تین دیکھو اور اولاد علی کو دیکھو خلی سات  
پشت سے میل دور خرایان پٹی آتی  
ہیں۔ ہمیشہ ان لوگوں کے ان۔ ہمیں  
اتائیں۔۔۔ نڈیان۔ ڈوڈیان گھر میں  
پڑتی رہیں اب یہ لڑکا انکا کس سے ہو  
یہ بھی اسد بندی کے پیٹ سے اسل میں  
ہو اورہ تو زندگی کی ذات تھی غیر سنھ



کب رہتی تھی نکل نکلا گئی یہ صاحبزادے میدان اور رسول کی واسطے ۔  
 ہو چکے تھے انھیں اپنے کی فکر پڑی محبت دوسری شادی کرنے کا دھیان آیا ۔ آدمی

تھا روپیہ والا میر فربان علی نے اپنی بیٹی دوسری جلو وہ چلنے لگا اب اس بیجاری کے کوئی اولاد نہیں ہوئی وہ اسی کو اپنا بیٹا سمجھتی تھی ۔ صاحب ان اندھون کو یہ نہ سوچھا کہ ہم جو اپنی بیٹی کو کوئین میں نہ چھیلے دیئے ہیں عزت و پرہیز کے لالچ سے تو آرا سکا نتیجہ کیا ہو گا دینا کیا ہمارے جنم میں تھو کے گی اور ہمارے میان نا صرہ میں کہ مرے جاتے ہیں دم خدا ہوا ہوتا ہے بھلا ایسے زور مرید بد معاش اس کے آدمی کا کیا اعتبار نہیں صاحب چاہے ادھر کی دنیا اور ادھر کیون نہ ہو جائے مجھ سے یہ نہ ہو گا کہ میں ایک کانٹا کھائے ہوئے مفلس قلابچ آدمی کو کبھی اپنا ہم لہ بناؤں ۔

حیدری خاتم ۔ ہے ہے بس مندر شروع ہو گئی تم اس رفد کو نور ہو ۔  
 میر منظر علی ۔ کیا بڑھوں اٹھو لے گئے ، بس وہی لکھا ہو گا خدا کی واسطے

عہ اصلاح میں اس شخص کو کہنے ہیں جو قہر نہ چکا ہے ۔

حیدری خاتم ۔ اچھا ۔ تم مجھے تو شادو ۔  
 میر منظر علی ۔ چین بھین ہو کر اسے بڑھنے لگنے ہیں جون میں نظر کا غدر پڑنی ہو گا یا جو اس پر بھلیان گرنے لگتیں ہیں ۔

ناصر کا خط آپ کے نام

(آخری) (آخری) (آخری)

قبلہ و کعبہ دام ظلم ۔ یہ گنہگار نکال فرمیش

اس وقت پھر آپ کے کسی اہم معاملہ کی

صرت چند سطرون میں اطلاع کرنی

چاہتا ہوں ۔ اگر مقبول ہو جائے جان بخشی

ہے ورنہ جو مرضی آپ کی تجھے کبھی عذر

نہ ہو گا ۔ میرے حواس ۔ میری عقل

میرا ادب آداب ۔ سب حضرت

عشق کی نذر ہو چکا ۔ میں نہ اپنے

آپ کو ۔ آدمی سمجھتا ہوں اور نہ آدمیوں

کے سے طریقے اختیار کرنے چاہتا

ہوں میری خواہش یہ تھی کہ بسطح ممکن

ہوتا اپنی جوتی سے شادی کرنا اسکو

ایک دفعہ پہلے بھی میں گزارش کر چکا ہوں

لیکن آپ نے بہت ہی سختی سے مجھے دھکا

میں چپکا ہو گیا اب اپنی موت کو ٹھہر میں

بند ہو کر جا ہی ۔ لیکن اس آفت



سے بھی رہائی دینے والے آپ ہی بنے  
 دورہ میں جب ہی دیکھا گیا کہ مقتضائے ہر  
 پوری آپ نے بہت کچھ تسلی و تسفی بھی کی مگر کھانا  
 نہ کھاتا صرف آپ ہی کے ڈھارے میں بندھ گئے  
 سے راضی ہوا اور آپ ہی کے کہنے سے  
 کراچ وغیرہ پھر جاتے آنے لگا۔ اور اسی  
 عظمت بزرگمانہ کی وجہ سے میں آج  
 پھر رسالت کر کے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ  
 میری تمنا پوری کر دیکھے۔ دورہ میرا دل  
 میرا دماغ۔ میری آنکھیں۔ میرے ہاتھ  
 میرے پاؤں۔ حتیٰ کہ اعضا اعضا میرے  
 بس میں نہیں ہیں۔ اگر آپ ایسی بے توجہی  
 میری طرف سے رکھیں گے تو میں آپ کو  
 مطلع کرتا ہوں کہ میں بہت جلد شکھیا یا  
 انیون سے یا کسی اور طرح خودکشی کر دیتا ہوں  
 جس میں مختصر لفظ تھے جو اطلاق کئے گئے  
 شاید آپ یہ سمجھ لیں کہ دو بار ازجرتو بیچ سے  
 بھیر آپ کا کوئی اثر پڑے گا اس سے  
 بھی مطمئن ہو جائیں میری عقل سلیم  
 رائل ہو چکی ہے اور میں اب کسی  
 دباؤ۔ ڈر اور دھمکار سے کو نہیں  
 سستا نقطہ۔

آجکے مرنے پر تیار ہے حیا بیٹیا

تافہر

خط کا پلاٹنا تھا کہ میرا صاحب کے

ہاتھوں کے طوطے اور گئے اور بڑی  
 دیر تک سر جھکا لے بیٹھے ہوئے کچھ  
 سوچا کیے حیدری خاتم بھی ہو ہوں میں  
 مری جاتی تھیں کہ دیکھیے اب کیا ہوتا  
 ہے کہ آخر اُنھوں نے سراٹھا کر  
 کہا۔

میر منظر علی۔ سنا آپ نے صاحبزادیکا  
 قصہ کیا ہے؟

حیدری خاتم۔ سنا تو نہیں کیا تمہارے  
 چہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی ہی کوئی بڑی  
 بات لکھی ہے۔

میر منظر علی۔ بری کیا اب وہ بالکل قوی

تھا رہے آپ سے باہر ہو گئے ہیں وہ  
 لکھتے ہیں کہ یا تو میری شادی جوتی سے

کر دو۔ نہیں میں شکھیا کھالوں گا اور

اگر آپ مجھے دھمکاتے یا ماریں تو میں

تو میں اسکی بھی کچھ پر دا نہیں رکھتا۔ کیونکہ

مقل و شہور میرے پاس ہے ہی نہیں

میں بالکل اندھا ہوں اندھے کی داد نہ

نہ زیادہ مار بیٹھے گا لوشا سبحان اللہ

سبحان اللہ وہ بیٹیا کیا کہنے سعادتمند

ایسے ہی ہوتے ہیں وادری تقدیر۔

اور شہور۔ اب ذرا بھی میرا ڈر باؤ  
 اسکے دل میں نہیں رہا۔ مگر اگر میں ساٹھ

جاؤں پھر اسکی مخالفت کروں تو وہ



جی بھگے مارنے کو کھڑا ہو جائے۔  
 اور یہ کیا شکھیا کھا لیتے۔ شکھیا کھانی  
 کیا آسان ہر اول تو جان اسیں دیاری  
 چیز ہے کہ ہر کوئی نہیں دیکھتا۔ دوسرے  
 دیکھتا اور نہ بچھوڑتا ہے اسے  
 مرجائیکا۔ مرجائے بزرگ سے جان  
 دیکھا اپنی باہاری۔ یہ لفظ کہنا تھا کہ بے  
 اختیار دل پر چوٹ لگی اور آنکھوں سے آنسو  
 نکل پڑے۔

حیدری خاتم ہے۔ تم کیسے  
 باپ ہو۔ وہ تمہیں کہلے لکھتا ہر اور تم  
 پر سوائے آنکھوں سے آنسو بہانے کے  
 کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ بلا سے صاحب  
 اب تو یہی مناسب ہر تم او سکی شادی  
 دہن کر دو۔

میر منظر علی۔ آنسو پر بھکڑ جی بکا  
 رونے کا کیا ہے کبھی دل بڑی چیز ہے  
 اور سکا یہ کہنا کہ میں شکھیا کھا لوں گا یہ سنکر  
 خواہ مخواہ کلیجہ کوئی مسلنے لگا ہے۔

خیر یہ نظر تیری بات ہر درد عقل کے بالکل  
 خلافت ہو کہ میں ایسے گستاخ بے ادب  
 بے حیا۔ لڑکے کی کوئی خواہش پوری  
 کر دن اور خواہش بھی وہ کہ جب  
 مجھے اسکا خیال آجائے تو غصہ کے ماتے  
 میں ال ہو جاتا ہوں اسے بی میں :-

کہتا ہوں اس لونڈیا میں ایسے عمل کیا ہے  
 ہوئے ہیں مجھے یہ تو کوئی سمجھا ہے ایک  
 بد شکل سی گول گول لڑکی ہر۔ ان ذرا طوطا  
 فرار ہوگی بس اسی پر یہ میان سو دھو  
 مٹے ہوئے ہیں نالایتی بہ نہیں سمجھتا کہ طوطا  
 سے رہے تو ہر لڑکیاں ہیں چکی لڑکی  
 کی برابری بھی بی جوتی نہ کر سکیں قسم  
 ہے وہ ہمارے دوست مٹی گل باز  
 علی کی بیٹی۔ لکھی پڑھی۔ ماشاء اللہ  
 صورت کہ آدمی مٹھا دکھا کرے یا سدن  
 میرے پاس سلام کرنے آئی تھی۔ خدا  
 کی قسم میں تو اسے دیکھ کر حیران رہ گیا  
 اسے اللہ تری شان ایسے بھی لوگ  
 تو نے بنائے ہیں بیجا ری باپ کے پاس  
 چپ چاپ آئی مجھے سلام کیا۔ مجھے یہی  
 میں اور اور ہر سے اور سابق پوچھتا رہا  
 فرزندانی رہی اگر یہ راضی ہوتا تو میں اپنی  
 دوست سے ضرور اس کے لیے  
 کہتا۔

حیدری خاتم۔ اے ہے۔ پھر  
 نہیں کیا وہ جوئی میں چاہے  
 کیرٹے ہی پڑے ہوئے ہیں لیکن  
 اب اسکا جی ہی اس سے شادی  
 کرنے کو نہ چاہے تو کیا زبردستی  
 کر دوں گے۔



میر منظر علی - لاجول دلاؤ نہیں  
 کر گیا تو اپنا سر کھالے - بچھے کیا مطلب  
 زبان تو دیکھو اس کی چھپیں اُنہ کی  
 دوسرے بد رئیس ہر نام زمانے  
 کے -

حیدری خانم - پھر وہی اسے  
 میں کہتی ہوں تھیں ہو کیا گیا ہے - آخر  
 بھاری بھی وہ کوئی ہے یا نہیں اسے  
 کیسے ہی ہے ہمارے گھر میں آئے گی  
 ہم سب ٹھیک کر رہیں گے تو کوشش  
 تو کرو -

میر منظر علی - بس آپ ہی کوشش و دشش  
 کئے - سر بچا سن رہی ہیں -  
 منگنی ہو ہوا چل - اب کیا ہو سکتا  
 ہے -

حیدری خانم - اہن - منگنی  
 کا کیا ہے - منگنی اکی بھلی چلائی -  
 کوئی خدا نخواستہ نکاح تھوڑا ہی ہو گیا  
 ہے -

میر منظر علی - صاحب کچھ بھی ہو -  
 میرا تو جی نہیں چاہتا کسی طرح بچہ سے  
 تو نہ نہیں ہو گا کہ میں اُن آفتون کو پھر  
 اپنے گھر میں گھساؤں - پھر بات دن  
 بھر ہی کو تو چین ادا کلاؤں -

حیدری خانم - یا اشدہ کون  
 اب تو جو ہوا سوہا انہیں مکان میں ملے

کہتا ہے کہ تم انہیں پھر گھر میں بلاؤ  
 اسے شادی کرو - لڑکی یعنی ہے عین  
 پھر ان سب کو گھر کا قبلا تھوڑا  
 ہے -

میر منظر علی - ہر وقت ہوی - جب  
 اُنے نئے سرے سے ایسا گوارہ شدہ  
 ہو گیا تو پھر وہ ہو سکیگا کہ میان ناصر  
 مسنون کو کرایہ کے مکان میں الگ  
 تھاک پڑا رہے دین دوسرے ان کی  
 بیوی صاحب یہ کب جا سکی وہ میان  
 کہ شکر پیر زور ڈالوا تھکی اور بہن لایا  
 اپنے گھر میں پھر گئے گو اسے عذاب کو  
 جگہ دینی پڑے گی بس قہقہہ و ہنہ  
 جو ان خشکون سے ہزار ہا روپ  
 مکان اور چھپ ہی میں خرچ کر کے  
 حاصل کیا ہے لگا لگا یا غارت نہ ہو جائیگا  
 اور وہ پھر مکان کے حقدار کے حقدار  
 رہے -

حیدری خانم - یہ کیوں کرو  
 تا صرے پہلے کیوں کہ اس بات کا  
 اقرار لیلو -

میر منظر علی - تم اپنی کہنے جاتی  
 ہو اور جو آدمی وہ کہنے لگے کہ  
 صاحب خدا کی واسطہ رسول کی واسطہ  
 اب تو جو ہوا سوہا انہیں مکان میں ملے



غرض بڑی دیر تک سوچ ساچر  
کہنے لگے۔ اچھا صاحب پھر اب کیا صلاح  
ہے۔

حیدری خاتم۔ مزاج کا رنگ دکھ کر  
جو تمھاری صلاح میں تو جانتی ہوں تم  
ایک خطا از ٹھیں میان خورشید کو لکھو  
اور اس میں یہ ظاہر کرو کہ روتے کی خواہش  
سے میں لاچار ہو کر ٹھیں لکھتا ہوں کہ  
جونی کو مجھے دیدو۔

میر منظر علی۔ دام کیا زبردستی ہو کہ  
جونی کو میں دیدو اسے بھی دد نہ  
کھئے گا کہ اب ملگنی اور سکی دوسری  
جگہ ہو چکی۔

حیدری خاتم۔ میں کہتی ہوں  
تم کھو تو سب بھرنشیا اور کیا بھی معلوم  
ہو جائیگا اور خط کر قلم دوات سے  
آتی ہیں (وہ ٹھیں ذکیہ کی جان کی قسم  
لکھ داتا تو

میر منظر علی۔ (مجبور ہو کر) یا  
رب العالمین کیسے عذاب میں میری  
جان ہو۔ تو یہ مشکل دگر نہ گویم مشکل  
کا غذا اٹھا کر کھئے لگے۔

آنے دو۔ اور اگر زیادہ انکار ہو تو میں  
شکھیا کھا لوں گا۔

حیدری خاتم۔ تو یہ ایسا باؤ لاکھو  
ہی ہو رہا۔

میر منظر علی صاحب پھر خاموش  
ہو رہے۔

حیدری خاتم۔ میں تو جانتی ہوں  
اب سوچنا اور چنا فطول ہر قسم ہر اگر  
اب ذرا بھی دیر دار ہوئی تو اس سے  
کچھ تعجب نہیں جو وہ کچھ کر کرانیٹے۔

میر منظر علی۔ جگر دگر۔ دام یا اچھا دوا  
ہو جوتی سے ہماری۔ ہم سے رنج و غیب  
ہو گئے) اب ان کی یہ کیفیت ہو کہ روتے

فکر کے جبران ہو گئے ہیں اور کوئی صورت  
رہائی کی نہیں ملتی اگر شادی کا  
پیار دیتے ہیں تو اپنی زبان سے ایک  
ایسے شخص کے سامنے ملتی مہنا پڑتا ہے  
جو ان کے ذہن میں نہایت سی کم زور کا

بہ معاش اور بد وضع آدمی ہو دوسرے  
مکان پر قبضہ اس کا ہوتا ہے۔ سرے  
سر دست اس قدر دیر شادی میں صحت  
کرنا پڑے گا۔ زیور بنے گا وہ اسی بجائی  
کے گھر میں جائے گا۔ جس کا بھین پیسے  
کا بھی اعتبار نہیں۔ اور اگر شادی  
نہیں کرنے میں تو دنیا ہاتھ سے جاتا ہے



## انیسوان باب

خطا اور تار

ٹھیک دوپہر ہر باہر سے میر خورشید علی  
ایک لفافہ بے اندر چلے آتے ہیں۔ اوپر  
کمرہ میں زمین پر سے چڑھ کر پہونچتے اور  
عمدہ کو آواز دہی کہ دنا اپنی بیوی کو تو  
بھیسو سے تھوڑی دیر میں دو لہن بیگم اوپر  
انکے پاس آجاتی ہیں۔

دو لہن بیگم۔ کیون کیا ہو؟  
میر خورشید علی۔ ہر کیا بڑے  
بھائی صاحب کا خط آیا ہے اسلئے  
بلایا ہر کہ دنا سنو۔

دو لہن بیگم۔ کون بڑے بھائی  
صاحب۔

میر خورشید علی۔ تم بھی ایسی  
انجان بنی ہو بعضے وقت کہ خواہ مخواہ  
غصہ آتا ہے۔ اسے بیوی بھی بھائی  
مظہر علی صاحب۔

دو لہن بیگم۔ ادنیٰ میری شامت  
کیا خد بھیجائے انھوں نے۔ شہر کے  
شہر میں رہ کر بھی خط آیا جایا کرتا ہر بان

پھر کیا لکھتے ہیں۔  
میر خورشید علی۔ لکھتے کیا  
ہیں یہ لکھتے ہیں کہ جوئی کر بٹھے  
دید۔

دو لہن بیگم۔ (ادھیل پڑتی ہیں)  
ادنیٰ۔۔۔ اب سوئے سوئے چوٹے  
بھائی صاحب۔ واہ واہ۔ اب کیا  
ہو سکتا ہے وہ تو منگنی بھی ہو گئی  
دوسری جگہ۔

میر خورشید علی۔ خیر منگنی دگنی  
کا تو کچھ نہیں لیکن اب ایسے نرم  
کیونکر ہو گئے واہ بڑی لجاجت سے  
لکھا ہے۔ ہاں اس شخص نے مجھے  
رتی برابر بھی تو اپنی نظر میں نہ سمجھا کس  
کس طرح میرے بان بچوں کو کھری عدالت  
چڑھوایا ہر۔ بس تو جواب بھی نہیں  
دینا چاہئے اس خط کا کیون؟

دو لہن بیگم۔ (جسے جوئی کی بقراری  
اور ادسے توراؤن سے غیر ملکہ منگنی  
ہونے کے ملال یاد آگئے تھے) بان  
جو بھٹا راجی چاہے وہ کر دلیکن جوئی  
(چپ ہو گئی)

میر خورشید علی۔ کیا۔ جوئی کیا؟  
دو لہن بیگم۔ کیا بتاؤن کبھی ایسے



جھگڑے آکر رہے ہیں کہ نہ کہتے بتاتا ہو  
نہ پھیلاتے بتاتا ہے۔ سنتی ہوں۔ بی  
جوتی کی مرضی نہیں ہو کہ کہیں اور شادی  
کی جائے۔

میر خورشید علی۔ دکا چہرہ لال گویا لالہ  
یہ کہو کر معلوم ہوا۔

دو وطن بیگم۔ بس اب اسی مائے زمین  
کہتی نہیں تھی خدا کے واسطے میری بچی  
کو تم کچھ نہ کہنا سنا وہ پہلے ہی نگوڑی  
آج چار دن سے دن رات بھوک پیاسی  
پڑی رہتی ہو۔

میر خورشید علی۔ وجہ۔ کوئی بات بھی  
نہیں کہہ سکتا تھا کیا؟

دو وطن بیگم۔ اسے نہ ہی تمہیں اچھی طرح  
نہ معلوم ہے کہ یہ اس سے ناصر سے محبت  
کرتی ہے اور وہ محبت اس سے۔  
دبان انکا برا حال ہے بیان میری  
جاتی ہے۔

میر خورشید علی۔ ارے بی تو اب  
پھر مجھے غصہ آتا ہے یہ مردار مرنے  
جو گی۔ مر ہی کیوں نہیں جاتی اس  
بیچالی کی زندگی ہی کیا۔ انکی تو بہ  
مارے خاندان سے تو یہ آگ بھی  
نہیں لگی تھی جو خاص ہمارے قسمت  
میں کبھی پہنچی تھی۔ ارے تو بہ کیا۔

زمانہ ہو۔ اتن ان (سر کر پڑ کر بیٹھ گئے  
تھوڑی دیر فکر کے بعد) لاجول دلاقوہ  
کیا مشکل ہے اچھا صاحب۔ تو اب وہ  
صاحبزادی بالکل ناراض ہیں کہ میری  
شادی دوسری جگہ کیوں ہوئی میرے  
تم اس سے ابھی طرح کہہ دو کہ میں جان  
سے مار ڈالوں گا اگر اسے کوئی مخالفت

میری کی  
دو وطن بیگم۔ جو حقیقتاً بڑی زبان دراز  
ہیں۔ واہ۔ واہ۔ اپنے مجھے جان سوار ڈالنے  
والے آئے ہیں۔ کہیں سے کچھ ہی ہو  
کبھی جو اسکی سمجھ میں آگیا آگیا اب  
رفتہ رفتہ سنبھل جائیگی تم چاہتے ہو  
ایک ایک سب بوجھ ڈال دیا جائے میرے حساب  
پھر خط پڑھنے لگے۔

دو وطن بیگم۔ ایسا ایسا کہہ لکھا ہو  
تم بار بار پڑھ رہے ہو۔

میر خورشید علی۔ جو خط لکھنے سے  
پھر دز ازم ہو گئے تھے۔ کیا بتاؤں پھر  
یہ سوچتا ہوں کہ ادنیٰ بھی خوشی ہے  
دونوں بچوں کا بھی یہ ہی خیال ہے  
تو اب میں کیوں خواہ مخواہ انکار کر دوں  
لاڑ بٹاسے ڈاکٹر صاحب (سمجھتی ہے)  
بڑے ہو جائیں۔

دو وطن بیگم۔ بات تو بری ہے دنیا



ترجمہ۔ از راجہ بیکانیر۔ مہتمم  
دہلی۔ از جانب راجہ بہادر بنام میر  
خورشید علی۔ مدار المہام صاحب تمہین  
یا دکر تے ہین فوراً چلے آؤ۔

## میسوان باب

پاس منے خود با ہر دنیا سے  
آزاد بھی بری بھلی نہ رہی  
دل بھی کیا چیز ہے۔ طبیعت کا آجاتا  
بھی کیا بری بلا ہے۔ اسٹے سے نہ کوئی  
وقت معین ہوا کرتا ہے نہ صورت کی  
تخصیص۔ اک انوکھی چیز ہے جسوقت  
اسکا می چاہا آگئی جس پر چاہا مٹ گئی  
پھر چاہے قیامت آجائے اسکی جرتی  
سے دوسرے کی جان جاتی رہے اسکی  
پیرا رہے۔ اسے۔ مندرجہ بالا شعر جسے  
لفظ لفظ سے حسرت ٹپک رہی ہے  
اس طبیعت ہی کے مارے ہوون کا وظیفہ  
ہی اور اسوقت اسکا اعادہ کرنا نیکی ضرورت  
ہین جوتی بکس جوتی مظلوم جوتی کی  
موجودہ حالت دیکھتے معلوم ہوتی ہے  
گدگدے بسترے پر لیٹی تو ہر نیکی کس طرح  
بال کھڑے ہوئے زرد چہرہ خشک ہونٹ  
بندہ بچے پڑے بلین محبت رہی ہین

نام دھڑکی مگر بنا سے جیسا مناسب سمجھو  
میر خورشید علی۔ اب مناسب نام مناسب  
کو تو رہنے دو آہی یون کہتی جاتی ہو۔  
آپ ہی ددن کہتی جاتی ہو پتھار ابھی ہوا

آدم نرالا ہے  
دو وطن بیکم۔ (سدا کر) اسے کیا  
کہوں کہتے او کھر گردو کنوان او کھر گردو  
نوکھانی۔

میر خورشید علی۔ پھر اب کیا راہ ہے  
کچھ لکھو لکھیں اسکا جواب۔  
دو وطن بیکم۔ کیا لکھو گے ذرا میں بھی  
تو سنوں۔

میر خورشید علی بس یہ کچھ دیا ہوں  
"کہ" (مقبول آگیا)

مقبول۔ اب بھی یہ تار آیا ہے کہیں  
میر صاحب نے گھر آکر خطا تو جیب میں  
کہ لیا اور جلدی جلدی لفافہ بھاڑ مار  
تار پڑھنے لگے

From Station Bikaner  
To Station Delhi  
From Raji Bahadur  
To Mir Khurshaid Ali  
Prime Minister Wants  
to see you come  
hurry.



آنسوؤں کی لڑائی و دوزخ و خساروں پر  
 وصالی ہوئی گردن پر آبدی ہیں ۔۔۔ دور دور  
 سسکیاں بچا رہی ہیں ۔ اس حالت کو  
 دیکھتے دیکھتے ہیں کوئی آنسو دس سنت  
 ہوے ہونگے جو اسے آہستہ آہستہ غم کر  
 کھٹا شروع کیا ۔ ات ۔ اب تو کسی طرح کی  
 بھی امید نہیں رہی " اسے کہا کرتے  
 ہیں دنیا با امید قائم " ایمان میرے  
 سے امید ہی نہیں رہی پہلے تو میں  
 یہ سمجھا کرتی تھی کہ ناصر ہی پیٹ کے ہلکے  
 ہیں ہر وقت میرے نام کی چینی رہتی ہے  
 اور اسی وجہ سے تمام دنیا پر روشنی  
 ہو گیا کہ وہ مجھے بہت کرنے میں ممکن  
 اب اپنی حالت دیکھ کر تو میں اٹھیں بالکل  
 بیقرار کہ وہ ان کی باہر اب مجھ سے کی طرح  
 یہ زندگی کی زندگی نہیں میری جانی قسم کا  
 یہ اختیار میرا یہ جی چاہتا ہو کہ کپڑے لٹاؤ  
 کو مگر یہ عمل جاؤں اسے وہ صورت  
 میری آنکھوں کے سامنے ہر وقت بھرتی  
 رہتی ہوا ات وہ اکا اکا سدن کو غصے پر آنا  
 وہ ہاتھ جوڑنے مٹین کر میں میرا بار بار خفا  
 ہونا ۔ گڑنا ۔ روٹنا ۔ اسے وہ مجھے  
 تسکین دے دے کراس بات پر راضی  
 کرنا کہ میں اپنی شادی میں طاح کیفیت  
 وہاں نہ کروں ات شادی اسے

کیسی شادی؟ بربادی کہنی جا ہے  
 پیار سے ناصر تم کہاں ہو ذرا گھر کی بھر  
 کو میرے پاس تو ہو جاؤ ۔ ات پہلے  
 تو میرے مشتاق رہا کرتے تھے اب  
 میں تھری مقرر ہوں دیکھنا چاہیے کہا با  
 ہے ۔ دل میں ایک ایسی تھی تھار ۔ پہلے  
 ہو کر تا تھا جسدن سے تم گئے ہو اب وہ  
 درد جان بے مینا ہر سخت حیران ہوں  
 کہ انی چلتے ہوئے تم کیا میرے دل سے  
 کتنے گئے ہو کہ وہ لکھ بھر بھی تو اب چین  
 سے نہیں رہتا ۔ جب دیکھو ۔ ایک ہاتھ  
 کلجو پر ہو ایک ہاتھ دلیر ٹھنڈی سانس  
 تو گویا ہمارے ہمارے جوانی کے لیے خزان  
 کے جھونکے ہیں ۔ ہم وہ بھول تھے  
 جو بن کھلے سر جھانے لگے ۔ اسے  
 جو ان ہوتے ہی تمہاری محبت کا  
 روگ ایسا جان کے پیچھے پڑا کر اب  
 امید ہر تھا کر بھوٹا لگا ۔ باپ مان بھائی  
 بند ب دشمن میں گھر کاٹے کھاتے ہو  
 آسمان ٹوٹا ہوتا ہے زمین پاؤں تلے  
 سے چلی جاتی ہے غرض دل ۔  
 دشمن ۔ جان دشمن ۔ زمین  
 دشمن ۔ آسمان دشمن ۔ روگ روگنا  
 جان کا یوں ہو گیا ہے ۔ اسے پیار سے  
 ناصر ۔ ات کہتی ہے مہر ہو کہ ہیں



اپنی زبان سے تھیں کیا کیا لفظ کہتی ہوں  
 اُن اس محبت کا برا ہو یہ سب اسی کے  
 کرشمے ہیں اُسے وہ بھی کیا دن تھے جب  
 ہم آزاد سی سے ایک دوسرے کی صورت  
 دیکھا کرتے تھے نہ کوئی پوچھنے والا تھا  
 نہ کوئی پچھنے والا۔ اُسے وہ بڑے گھر والی  
 کیا ری تھی اور ہمارے تمہارے پاؤں  
 ہماری گودیاں تھیں اور ان پیار سے  
 پیار سے درخون کے پھول۔ وہ صبح شام  
 کی رنگیلی۔ متوالی۔ صومین۔ وہ ہمارا تمہارا  
 منہ ہی خوشی اُن کے مزے لٹنا۔ وہ میرا  
 کھیلنے کھیلنے روٹھ جانا۔ اُسے وہ تمہارا  
 سنا نا کبھی تمہارا یا توں باتوں خفا ہو جانا  
 اور میری منتیں کرنی۔ اُسے جب یہ یاد آتا  
 ہر کلیجہ پر سائب ہی لوٹ جاتا ہوا اُن  
 یہ کسے خبر تھی کہ یہی وقت غنیمت ہے پھر  
 آپس میں ملجھنا اور ٹھٹھا کیا۔ بات کرنے کا  
 کوئی روادار نہ ہونے دے گا۔ سردے  
 لگ جائیں گے۔ وہ وہ قہر ٹوٹ جائے کہ  
 جینا دو بھر ہو جائیگا موت کے لیے  
 مرادین مانی جائیں گی۔ دیکھا پیارے  
 ناہتم کہو تو میں ایک بات کہہ دوں  
 لیکن ڈرتی ہوں کہیں خفا نہ ہو جاؤ  
 اچھا خفا تو نہیں ہونے کے قسم کھاؤ  
 یوں نہیں صاحب پہلے قسم کھا لو ہمارے

سرکی۔ اُسے کیا کہیں اور کس طرح کہیں  
 ہماری تو سنگنی بھی ہو گئی یہ کہہ کے  
 تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو جاتی  
 ہی ضبط سے دم گھٹا دل سے دھوئیں اٹھتے  
 اور پھر آنکھوں سے آنسو نگر گردن کی  
 بلائیں لیتے ہوئے دو ذوق پہلو دن  
 میں کچھ گئے پھر کہنے لگی اُسے جب تم  
 سنو گے تو تمہیں قیامت کا رنج ہو گا  
 غضب کا قلع ہو گا۔ اُن بھگے بدنظر  
 ہو جاؤ گے مجھے اپنا دشمن سمجھو گے لیکن  
 پیار سے میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں جو  
 ذرا بھی اس میں میری مرضی ہو میں تو تم سے پہلے  
 ہی کہہ چکی ہوں کہ میرا کیا بس میری  
 کیا ہستی میرا کیا زور ابا جان اور  
 امان جان میں۔ بس وہی جو چاہتے  
 ہیں کرتے ہیں۔ ہم کون۔ اسدن آپ  
 ہی آپ خدا جانے کن کن بچھل ہوں  
 کو بلا بھیجا اور وہ آں کو میرے بازو پر ایک  
 موانو بند سا بازو لگیں منہ میں مٹری  
 کی ڈلی دی جو اس وقت نہ ہر ہو گئی  
 لیکن کیا کرتی۔ مجبور تھی سب کچھ  
 کرنا پڑا۔ سلام بھی کیا۔ اگو تھی بھی نہیں  
 لیکن قسم یلو جو اس وقت سب آکر نہ آیا  
 بچینکا ہو۔ پھوون کا گنا۔ جسے میں نہیں  
 کی چاند سے بدتر سمجھتی تھی اس وقت



مل دل کر پھینک دیا تھا۔ جب سے وہ لوگ غارت ہوئے ہیں وہی کچھ عجب کیفیت ہے اسے کیا ہو سکتا ہے جوئی اپنے وعدہ سے پھر جائے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ کبھی ممکن نہیں۔ ناصہ جو میں نے تم سے کہہ دیا وہ کہہ دیا۔ اب چاہیے آسمان ٹوٹ پڑے تو کیا ہو میں کبھی اپنے قول سے نہیں پھر دنگی۔ اور قول بھی کوئی آجکل کا قول برسوں کا۔ توں کا رجب ہمیں اتنی عجب تمیز نہ تھی کہ محبت کہتے کس کو ہیں۔ ان تو یہ مجھ سے کبھی نہیں ہوگا کہ میں ناصہ تمہیں چھوڑ کر کسی دوسرے کا منہ دیکھوں قطعی نا ممکن میں تمہاری ہو چکی آج سے نہیں مدت سے یہ میں نے مانا کہ میرے والدین مجھ بہت کچھ جبر کر سیکے لیکن کچھ پروا نہیں میں اس سے نہیں ڈرتی وہ شوق سے نسبت کریں نائے کریں۔ نکاح کے وقت دیکھ لیا جائے گا کہ کیا سے کیا ہو گیا اسے میری بیٹی مہمان "جوانی" افسوس میں مجھے اچھی طرح باتیں بھی نہ کر سکی۔ اسے میرے اُننگ بھرے "دل" سے جین میں تیری کوئی کشائے پود می کر سکی اسے میرے نامراز "حسن" خدا حافظ تیری بہار دیکھنے

## اکیسواں باب

ناصر کی قسمت کا فیصلہ

شام کے دہ بجے۔ ہلکا ہلکا ابر۔ رجب کا مہینہ شاہی مکان۔ بڑے میر صاحب کا لچ سے پریشان چلے آتے ہیں۔ گردے بیدل چلنے کی وجہ سے بونٹ سے لیکر باٹھا مہر کی مور یوں پر بھی بچھا پامارا ہوا گرے کھلے کے بند بار بار اٹھلیوں سے مڑوڑے جارہے ہیں دوسرے ہاتھ میں کچھ کتابیں ہیں جلدی جلدی قدم بڑھاتے چلے آتے ہیں ہنر پر ہو چکر بھاٹک میں گتے بیٹھک کے دروازہ پر کھٹکٹایا۔ تھڑی دیر میں کہیں نے آن کر کواڑ کھول دیا۔ دیکھا تو دواغھی۔ میر ظہر علی داندہ بڑھکر گرم پانی



لاؤ جا کر یہ کہتے ہوئے۔ ہتھک میں گئے  
 پکڑے اوتا کر جلد ہی جلد ہی ٹھون  
 پر ڈانٹے۔ بونٹ اوتا را غرارہ دار پا کجا  
 بدلا۔ اتنے میں دوا گرم پانی کا لٹا۔  
 صابون، تولیہ، تینوں چیزیں لے آئی  
 انھوں نے جو کی پر ہتھ کر۔ ہاتھ۔ پیر  
 دھوئے تھوڑی دیر بھر کر دھو کیا ظہرین  
 بدھتی کوئی ۲-۵ منٹ تک وظیفہ۔  
 پڑھتے رہے پھر تسبیح لے ہوئے کمرہ  
 میں جا کر کرسی پر دراز ہو گئے۔ دوا  
 صابن۔ لٹا لیکر جب چلنے لگی تو انھوں  
 نے پکار کر کہا۔ ذرا اپنی بیگم کو یہاں  
 بھیج دیا۔ وہ نو گئی اور دھرا اور دھرا  
 انھوں نے اٹھ کر انگر کے کی جب میں  
 سے ایک خط نکالا خط کیا بھلا کہ انکے  
 ہاتھ پر سیکڑیں خط پڑ گئے۔ ابھی  
 کھول ہی رہے تھے۔ جو حیدری خانم  
 بھی آہو بچیں۔

میر منظر علی۔ دیکھو صاحب آج میں  
 تم سے مختصر سی دو باتیں کرنا ہیں اگر  
 تم نے جواب تھیاب کھیا دیا تو نہما  
 اور نہیں تو میری تمہاری سخت عداوت  
 ہو جائے گی لہذا اس سے بھی کچھ  
 زیادہ۔

حیدری خانم۔ ہیں۔ ہیں کوئی بات

بھی (دل میں ڈر گئی کہ خدا جانے آج  
 کیا آفت آئی کہیں مجھ غریب کو طلاق نہ  
 لجا لے آدمی ہر جنونی)  
 میر منظر علی۔ یہ تم نے جو اسدن مجھے  
 چیتے کی طرح منامنا کے ذلیل کیا اور  
 اب خط کے انتظار میں روز بیٹھی۔ ہنسی  
 ہو رہا ان سے جواب آگیا لیجئے  
 سن لیجئے۔

غرا نصاحب

تسلیم۔ آپ کی یاد آدمی کا شکر یہ  
 مجھے یہ تو کہاں امید تھی کہ آپ مجھے  
 کبھی یاد کریں گے۔ لیکن اتفاقات زمانہ سے  
 آپ بھی مجبور ہو گئے جو کچھ آپ نے میری ساتھ  
 کیا اور میرے غیبت میں عیال و اطفال  
 کو تکلیفیں پہونچائیں اور ان کو آپ در آپ  
 کے متعلقین طوب اچھی طرح جاننے ہیں  
 پھر بھی میں آپ کی درخواست کو جواب  
 میں بہت ہی نیاز مندانہ طور سے  
 بر غور دار می جونی کو آپ کے سپرد  
 کرنے کو طیار ہوں باوجودیکہ ۵ دن  
 ہوئے کہ اسکی مشکلی بھی ہو گئی لیکن  
 غیر غم ہی ہیں اور آپ پھر آپ ہی ہیں  
 الا ایک امر کا میں بھی خواہاں ہوں  
 کہ جس طرح میں نے آپ کی خوشی کی ہر  
 اسی طرح آپ بھی بہ عظمت بڑھ گائے



”چونی بھی کہے جھگے گئی سے کھاؤ“

میری ذکیہ اور ان کا مقبول گدھا  
بے ایمان اندھا۔ ایک کاٹھ کے  
اوپر جا ہل مطلق کہ میری ناپسندیدگی  
سے نسبت دیتا ہے میں نے کبھی وہاں  
بھی نہ ماردون ان مقبول کی صورت  
پر وہ میں کو نہ بلا لاجل و لا فوہ  
کیا زمانہ ہے۔ دیا تھیکرے میں  
گئے ساتھ کھاتے۔ لو اور سبھو  
میں نے کہا جسوں لاؤ اہل مسک کی  
یہی راستہ ہے تو تم کیوں خواہ مخواہ  
اس میں درک دو لاؤ اس نامہ جبار  
کا احسان ہی اٹھا لو مگر تو یہ وہ  
ایک بد اصل آدمی ہے جسے یہ  
کب منظور ہو سکتا تھا اگر ایک  
اہل لڑکا لائق و فائق جیسا وہ جلیغ  
لیکر بھی تمام دلی میں تو ہونڈے  
تو نہ ملے اس کی روکی سے منسوب  
ہو جائے تو غضب خدا کا اس کی  
اجل تو نہیں آئی کہیں لکھتا ہے  
کہ ذکیہ کو بچے دیدہ دریدہ دین  
بدھیز اندھا بالکل اندھا کمان ذکیہ  
کمان مقبول۔ خبر یہ ہماری بوقری  
کا نتیجہ ہے اسکا کوئی تصور نہیں  
بہم عورت کے کہنے میں اگر اس طرح

برخوردار سی ذکیہ سلطان کو بچے  
دے دے بچے اور مقبول کو اپنی غلامی  
میں لیکر میری خوشی کر دیتے۔ ہر  
چشم اور دشمن دل ماسد۔ اسکا جواب  
بہت جلد بچے ملے تاکہ میں کو اس  
صاحب وغیرہ سے اپنی رہائی کا انتظام  
سب طرح کر سکوں۔ ورنہ جو آب میں  
اگر دیر ہوئی اور ۲۵ رجب المرجب  
گذر گئی تو پھر قبضہ قدرت سے  
بات جاتی۔ پہلی اور دہائی کا نکاح  
ہو جائیگا۔ والسلام۔  
نقطہ خورشید علی۔

ان سطرون کو جن تہودن سے  
ٹپے میر صاحب۔ لہذا بڑا عا ہے وہ  
یہ بتا رہے ہیں کہ یہ خیر تک اسب  
اپنے آپ میں نہ آئیے یعنی کاغذ  
اتحاد میں لرزا ہے تیوری چڑھائی  
ہوئی ہے۔ چہرہ تمہارا ہوا منہ سے  
کشت جاری ہونے کی نوبت خط کا  
ختم ہوا تھا۔ انھوں نے اسی وقت  
پر زبے پر زبے کر کے ارگال دان میں  
ڈال دیا اب جو لفظ انکی زبان سے  
نکلے وہ یہ ہے۔

میر منظر علی۔ دیکھا آپ نے ہم جو کہتے  
تھے کہ کھو ادا شد کی شان



ذیل ہوتے : وہ ذیل کرنے کی جرات کرتا اچھا بلکہ صاحب دھیری خانم سے اپنا آپ کو جملے بڑا ہے وہ یہ ہے کہ اس خط کی خبر ہرگز اسکو نہ ہوتے دو۔ کس کو بھلا۔ اسی ننگ خاندان ذیل اوقات ناصر کو بلکہ بدز بھلائی پھسلاتی رہے کہ آج اور خط لکھو اورنگی اور کل اور خط بھیجا ہے۔ غرض اسے تو اسی بیت وصل میں رکھو اور ادھر میں انکار کا خط بہت ہی بُرا بھلا لکھ کر جیسا کہ پہلی چاہتا ہے اس کا ذکر بھیجے دیتا ہوں۔ آج آٹھ رجب ہے ۱۰۷۰۔ ۲۵۔ تاریخ میں اور بانی ہیں۔ بس یہ ۱۰۷۰۔ دن کسی طرح کئے اور اسکا نکاح ہو گیا۔ پھر یہ آپ ہی لاچار ہو کر چکا ہو جائیگا۔ بس اہم اس معاملہ میں نہ بولنا جس طرح میں کہتا ہوں اسی طرح کرنا اور نہ تمھیں اختیار ہے ذرا بھی میری مخالفت کی یا لاڈلے بیٹے کے پیار محبت میں نہ کر اس سے کچھ کہ سن دیا تو پھر میں ہوں اور تم ہو۔ رہا یہ وہم کہ اسے کہیں باہر آتے جاتے کسی سے جونی کی سنگنی ونگنی کی خبر لگجائے اور وہ جیسا کہ لکھ چکا ہے کچھ اور ارادہ کرے تو میں بندہ میر کرتا ہوں کہ بیٹے بھر کیلئے

ان کو مدرسے جانے سے روک دیتا ہوں۔ گھر میں رہیں یہیں محنت کریں امتحان فریب ہے بس تو نے ہونے ہی نہیں جکا خیال ہوا اسکے بعد پھر ٹھیکان ہی ٹھیکان ہیں۔ اب دروازہ پر دو آدمی ہیں آئندہ سے چار ہونگے امیر احمد بھگوان۔ کوٹھاس صاحب کے احاطے میں سے بلوائے لیتا ہوں وہ دو دنوں رات دن اس کے خبر گیران رہیں گے بس اللہ خیر صلاح

## بائیسواں باب

مزا انکار میں کب تک ملیگا  
نسم ہی زہر کھا لینگے نہیں پر  
ہمارے قصہ کو شروع ہونے پورے  
۸ برس گذر چکے۔ ہر سال عید آتی تھی  
لیکن ابکار جب ایسا آیا کہ تین بیٹے  
پہلے سے کسی نوجوان ارمان بھرے  
کو موت سے گلے ملوانے کی ٹھہرا دی  
لکھنے کو تو تمام دنیا لکھتی ہے لیکن میں  
اور دل سے کوئی غرض نہیں ہم جون  
کی تیون جی حالت نقل کبے دیتے  
ہیں کہ ہرین صاحب اولاد کہاں  
ہیں نوجوان حضرات ذرا ملاحظہ کریں



بکھ پر یہ ظلم کیا جا رہا ہے جاؤ میان تم  
میں نہین کا الیج جاؤ نگاہان ایک دوست  
سے ملتا ہے۔ جاؤ بس کہہ دیا  
تم سے۔

ایوب۔ (گرد گڑا کر) نہیں حضور اتو  
ساتھ ہی بکھ چلے دیکھے نہیں تو کوئی  
نہ کوئی گھر میں جلے شقوقہ (شگوفہ)  
چھوڑ گیا کہ میان ناصر اسکے فلاح  
جگہ جا رہے تھے تو بس میری شامت  
ہی آ جائیگی

ناصر۔ تو یہ بھی کس غلاب میں جان  
آگئی (آسمان کی طرف گردن اٹھاکے)  
یا اللہ اتو موت ہی دے بس ایسے

جینے سے تو (ایوب سے) چلو صاحب  
آئیے دیکھئے کہیں بھاگ نہ جاؤں  
بوشیار رہنا۔ یہ کہتا ہوا اب یہ  
کپنی باغ کی طرف چلا جاتے جوہن  
دروازہ میں گسا فتح پوری کی طرف  
سے ایک برات آتی ہوئی  
معلوم ہوئی۔ یہ باتو باغ میں  
جاتا تھا یا وہن دروازے پر  
ٹھٹھک رہا اور لگا اوسے دیکھنے  
آج ۲۵ دین ہو ہندوستانی کوئی  
دن کے ۲ بجے ہوئے صوبہ خوب  
جگہ رہی ہو گرمی جاٹا ملا ہوا بکھو

ناصر اپنے گھر سے نکل کر کوئی دس قدم  
ہی بڑھا ہو جو ایوب پیچھے سے دھڑا ہوا  
آیا اور کہنے لگا میان کہاں چلے کھڑو  
تو میں بھی چلوں گا۔

ناصر۔ (بہت ہی بگڑ کر) ارے میان  
کیا قیامت ہے۔ بکھے ہر وقت لگا ہوں  
میں کیوں رکھا جاتا ہے۔ میری سمجھ میں  
نہیں نہیں آتا کہ کسی بندہ خدا کو قاصر  
کو رشتہ اندہ یا کی غلہ اری میں کوئی  
بے قصود یا بکھلاں رکھے۔ جب کبھی باہر  
نکلنا ہوتا ایک چھوڑ دو فرشتے جان  
کے ساتھ رہتے ہیں۔ جاؤ میں نہیں  
ساتھ لیجانا نہیں۔

ایوب۔ (جو محض جاہل ہے) امی  
خدا نہ کھاسے (خدا نخواستہ) کوئی آپ  
تھیں کھوڑا ہی میں یوں ہی نشی جی رہے  
ادھر ادھر جانے کو منار منع کیا  
اور ہم لوگ نہ ساتھ رہتے کچھ برس  
نہیں رہیں گے کے سامنے ہر وقت  
(وقت) نوکر چاکر ہوا کہنے میں۔  
ناصر۔ جی ہاں بجا۔ درست قید کے  
کیا سرینک ہوا کرتی ہیں۔ ہاں ادھر  
ادھر جاتا۔ تو ایسا میں جواری ڈھنڈاری  
خسراںی۔ رنڈی باز نہیں کہ ان دہات  
چلے جا آ پھر دھکا پھر کیا وجہ ہے کہ



کیونکہ آج کل شام ہوتے ہوتے سردی بھی کسی قدر ہوتی جاتی ہے برات کا پاس پونچنا تھا کہ "انگریزی باج" اپنا رنگ دکھاتا ہوا بھل گیا جس سے اسکے دل پر کچھ ایسی رشک آئیر جوٹ لگی کہ یہ بات تو ادھر منہ کئے کھڑا تھا بابا بھل اور صبر رہی بھر گیا اور لگا برات کی سیر دیکھنے باجہ والوں کے بعد جہیز تھا۔ اسکے بعد دوٹھا کا گھوڑا آگے آگے نفیری بجتی ہوئی دوٹھا کے عزیزوں میں بہت سے اسکے بھی جان پہچان تھے سب سے صاحب سادات ہونے لگی۔ اب ایک ایک اس سے ہاتھ اٹھاتا جاتا ہے اور گزرتا جاتا ہے اتنے میں ایک نو عمر لڑکا بھی دو شالہ کندھے پر ڈالے سامنے آگیا۔

ناصر۔ اچھا دل خود بخود مسوتہ ٹرک رہا تھا، ایسے پر ہاتھ رکھ کر ارے میان "نیر" اسے میان نیر سلام علیک نیر۔ دعلیک سلام دکھڑ جاتا ہے اور ہو۔ آہیں کون؟

ناصر۔ یہ وہی آج کل چھپیاں ہیں طرہیں پرانے پرے جی گھر آگیا تھا ہین نے لہا لہا باندنی جھک ہی ہواؤں

تم تاؤ کدھر چلے؟  
منیر۔ بھئی وہ میرا سوال تو اس لیے تھا کہ میں واقف نہیں تھا کہ تم کہاں جا رہے ہو اور میرا جانا تو صریحاً ظاہر ہے کہ چھوٹے ڈاکٹر صاحب کی برات میں ہوں۔ دو ٹھن کو ذرا ع کر کے لائے ہین۔ بھائی صبح آٹھ بجے گئے تھے اب نکاح ہوا ہے۔

ناصر۔ کون چھوٹے ڈاکٹر۔  
منیر۔ ارے سلمان وہی بڑ دتے ناصر۔ اوہو اور اولاد علی صاحب کے بیٹے وہ جو مڈل فیل ہو گئے تھے اگلے برس۔

منیر۔ ان وہی محمد علی ناصر۔ اوہو ان کی خادسی بھی ہو گئی لیکن یہاں کدھر آئے ان کا گھر تو وہاں فتح پور سی من ہے

منیر۔ پہلے تو وہیں رہنے تھے اب جو ادا صاحب نے نیا مکان ۵ ہزار بیویہ کو خریدا ہے نالہ پر دگا بھی کی کو بھی کچے پاس وہاں نئی دو لہن کو ادا رہنے مکان بھی سب دین

ناصر۔ بھلا اب تو بڑے امیر ہو گئے



صاحب ان بھی امد کے روپیہ دیا ہے جو جی چاہے سو کرین برات تو بڑے دھوم دھوم کی ہے آرائش بھی تھی کیا۔  
 منیر۔ ان۔ ان۔ لو بھی اب جاتے ہیں وہ لوگ بہت دور نکل جائیں گے پھر۔  
 ناصر۔ ٹھہرو۔ تو ایک دڑا اور۔ ان یہ کمان ہوئی ان کی شادی۔ ناظرین خدا جانے کیا قیامت تھی کہ جس وقت سے یہ اس برات کو دیکھ رہا ہے ہوش سے بھرے جاتے ہیں۔ اب یہ جواب کا منتظر ہی تھا جو منیر کی زبان سے نکلا۔ میر خورشید علی۔ ارے میان مان لا حول و لا قوۃ تم نہیں گئے؟  
 تھا بے چارہ ہی کی بیٹی سے تو ہولی ہو گئی کمال کیا۔  
 ناصر کے گلے میں کسی نے گھوسا سا لدا۔ امد یہ بالکل بوجھ اس ہو کر نہیں کیا ہمارے چچا میر خورشید علی کی بیٹی سے ہولی ہو۔  
 منیر۔ لو اور سرفروسیاں ان نہیں اور خبر نہیں۔ یہ کمرہ وہ تو ہنستا ہوا تھا اتھ چھڑا جلتا ہوا اور یہ تڑاق سے خاک پر گر پڑا۔ ایوب نے دھڑک کر  
 اُسے اٹھایا۔ لیکن کسان ایک عمر رسیدہ غریب کنگال دُبلّا چلا آدمی کمان ایک شیرسا نوجوان۔ اٹھارہ برس کالا ڈسے پالا پوسا اس سے کیونکر سنھلنا اسکے گرنے کی آواز سے دور تک۔ دگیر بھی ادھر منوجہ ہو گئے اور منیر بھی پھر پڑا اور اسکی حالت دیکھتے ہی بے تحاشا بھاگا یہاں وہ گھونگر والے نرم ریشم سے بال لال بھری بین اٹ گئے اتھ اسے پاس ہو نکل جلدی سے اٹھایا اور دو ایک آدمی گھیر بیٹھے۔ دوڑ کر کنوین پر سے ایک پانی لایا اس کے چھتھین دین تھوڑی دیر میں ناصر نے آنکھیں کھولیں اور آنکھیں کھولنے ہی کہا اسے  
 موت نے آن لیا اب نہیں بچنے کے ہم لئے مسخارے بیمار نے صحت پانی ایوب۔ میان خیر تو ہے۔ کیوں؟ کیسی طبیعت ہے؟  
 منیر۔ ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ تم مٹو جی۔ آگے بڑھو۔ کیوں بھی ناصر۔ ناصر۔ ٹھہرو دست کیا ہوا نہیں۔ مائیں۔ ناصر۔ ناصر اپنا بھید کھتا ہوا دیکھ کر۔  
 زبردستی سکراٹے ہوئے انہیں نہیں



کچھ بھی نہیں میں اٹھتا ہوں یوں ہی  
کچھ اسوقت چکر ماسا آگیا تھا۔ کپڑے  
بڑے بھارے جھوڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے  
(اور لوگوں سے) حضرات آپ جانیے  
اب واقعی اپنے بڑی تکلیف کی۔

ارکسیر۔ نہیں صاحب تکلیف کیسی! کیا  
کوئی عارضہ ہو آپ کو؟

ناصر۔ جی ہاں ایک دورہ تھے ہوا کرتا  
ہے اتفاق سے اسوقت آن پڑا سوا ب

ابھا ہوں۔ آپ کی عنایت سے (منیر سے)  
لو بھی تم بھی جاؤ۔ افوہ کیسی غفلت  
سی ایک ایک کی بھر پر بھاگتی تھیں کیونکر  
دیکھ لیا۔

منیر۔ مجھے تمہارے گرنے کی سی آواز  
نی پلٹ کے دیکھتا ہوں تو نہیں تھے  
تو بہ یاد را دیا۔

ایوب۔ لوسیان اب گھر دے جاؤ کس واسطے  
کہ شگن (شگون) برا ہوا ہے۔ تو بگھر  
سے نکلتے ہی ہوش ہو گئی۔

ناصر۔ دلمین دکتا تو ٹھیک ہی ظاہر  
ہو چھا بھی اچھا۔ چلتے ہیں دمنیر سے، میان  
کیا سچ کہتے ہو ہمارے چچا ہی کی بیٹی سے  
انکی شادی ہوتی تو بابر بے محب ہے۔  
میں نہیں بلایا، بخشنے۔

منیر۔ ہاں ہاں میان کہتے تو ہیں ہم بھی

انہیں کے گھر پر ہی سے چلے آتے ہیں  
ابو وہ بلاتی: یکم کے کوچہ میں رہتے  
ہیں۔  
ناصر۔ مشکل اپنے آپ کو سنبھال کر  
ہاں ہاں ٹھیک ہے اچھالے جاؤ  
اپنا ہرج مذکورہ (منیر چلا جاتا ہے)  
اسکے چلے جانے کے بعد بھی کوئی  
دس منٹ کامل ناصر کھڑا سوچے  
جاتا ہے۔

ایوب۔ میان اب گھر چلے ہوتو جائیں  
ناصر۔ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر ہاں  
ٹھٹھا اب کیون نہ گھر جائیں گے۔ اب تو  
ضرور ملین گے بات ماننے کو، لیکن بھی  
گیند کھیلنے والوں کو تو بارغ میں دیکھا  
ہی نہیں جس لیے آئے تھے وہاں  
جا کر جی کھیرا بیٹھا۔

ایوب۔ دجوا بھی تک نہ پیش آنے کا  
باعث جانتا ہے نہ چچا کی بیٹی کی شادی  
کا ہونا جانا کچھ سمجھتا ہے، اجی پھر کل بکھر  
لیجئے گا اب تو میرا میان گھر ہی  
چلے چلو۔ ناصر گھر کی طرف ہڑتا ہوا  
اب کچھ نہ بوجھے جو حالت اسکے دل کی کہ  
کھینچ میں کسی نے نیکھا لگا دیا ہے

جلدی جلدی قدم اٹھاتا ہوا چلا آتا ہوا  
نور بھی بیٹھے تھے، سیرج بھینٹا ہوا



آ رہا ہے لیکن اُسے مطلق خبر نہیں کہ کیا  
 معاملہ ہوا اور آئندہ کی پروا کیا ہو جائیگی  
 ناصر جی نیز چال سے خورن بیج پر پوچھ کر  
 نہر پر پڑا۔ پچھلک میں آکر زن سے گھر میں  
 یہاں سے سیدھا اپنے کمرہ کی طرف چلا۔  
 کوڑا کھولے اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ بچی نکلا میں  
 کیے کیے رس بند رہا۔ منٹ تک بت بنا ہوا  
 خدا جانے کہاں کہاں خیال دوڑا تاہم  
 صورت سے بالکل یہ ٹپک رہا ہے کہ  
 خدا خیر ہی کرے آج بہت ہی بگڑے ہوئے  
 تیور ہیں کہ ایک ایک کی اسنے گردن اٹھا کر کہا  
 دو بس۔ شادی بھی ہو گئی سچ کہتے تھے  
 کل محسن کہ جوئی کی نو منگنی مدت ہوئی  
 کہ ہو گئی۔ میں ناحق ناحق بھلا تا تھا کہ نہیں  
 میان تمہیں کیا خبر۔ آخر وہ نکاح بھی ہو گیا  
 ان کے نکاح باؤت کیا ناصر کی جوئی کا  
 نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو گیا؟ ہر جہ  
 یقین بھی تو نہیں آتا۔ جوئی منے تو بہ اسید  
 نہیں تھی۔ جوئی تم تو اپنے وعدے کی جبری  
 سچی بنا کرتی تھیں جوئی کیا ہماری وہ باتیں  
 تم بالکل بھول گئیں۔ جوئی کیا تمہیں  
 مار کر خون بہا دینا گناہ نہیں معلوم ہوا ان  
 بڑی دیر کی کہ اسے دیر کی کیسی بے وفائی  
 کی۔ بہت ہی بوفائی کی اور ظالم کہیں کا نہ  
 رکھا۔ ارے اصرح بھی کوئی لکھ کر جاتا ہے

ہاے ہم اب ایسے ہو گئے کہ تمہاری ہر بات  
 رکھیں اور جسے رہن "جان" نہیں  
 نہیں کسی امد کی "جان" اب تم پرانی  
 ہو گئیں۔ کیون جی تمہیں ذرا بھی ناصر  
 پر ترس نہ آیا۔ اُت منے بہت بڑا ظلم کیا  
 ہاے منے اپنی جوئی کو تمہارے پیچھے  
 بنا کر دیا لیکن تمہاری نگاہ میں ذرا  
 بھی نہ کھڑے جوئی کیا بچپن کی محبت  
 بھی تمہیں یاد نہیں رہی۔ جوئی  
 اب تھا نہیں کیا مرے کو مارا ہے  
 مجھ میں اب کہاں تا اب تھی کہ تیرا یہ  
 عظیم ظلم اٹھا مارے میں تو فلک کے  
 ظلموں کے پہلے ہی ادھ مو اہور ہا  
 تھا اُت ظالم۔ بیدم ہی کر کے چھوڑا  
 ہاے آخر آگئیں مان باپ کے کہنے  
 میں۔ اچھا صاحب تمہیں اپنا  
 اختیار ہے مہن اپنا۔ تم مرے سے  
 زندہ و سلامت رہو۔ سانبلی جوئی کا  
 سکھ دیکھو ہم ناشاد نامراد جاتے ہیں  
 ہم سے بھلا یہ کب ہو سکتا ہو کہ جیتی زندگی  
 تمہیں غیر کے پہلو میں دھیں دیکھ لو کافر  
 ہم نے کئی دن سے اپنی موت اپنے  
 پاس تجویز کر رکھی تھی یہ لکھ اسنے میز کی  
 دراز کھینچی۔ ایک نقشہ کا کبسا میں سے  
 نکالا۔ چھوٹی سی کنبی جب میں سے



لیکر کھٹ اُسے کھولا۔ یہ سب لوزار تھے جو محل کے بنے ہوئے گھروں میں رکھے ہوئے تھے اُن تانے بچنے کو بھی سب کا سب ادھر سے اٹھا ہوا اندر سے سے نیچے کے خانے میں ایک بڑا بندھی ہوئی دکھائی دی اس پر اچھ پہونچنے کی دیر تھی کہ کبھی اسی وقت بند کر دیا گیا اور پھر دروازے میں رکھ کر آہستہ سے دراز بھی بند کر دی گئی۔ پڑا یا کھولی۔ اس میں سفید سفید موڈ لیا ان تھیں جو بیوندی بیرون کے برابر ہونگی۔  
 تاحصر۔ (ادھر اُدھر دیکھ کر) اب کیا بجا ہوگا بان گھڑی تو سہ میرے پاس جیب سے نکال کر۔ اوہو ابھی ابچنے میں دس منٹ باقی ہیں تو برا ہوا کہیں ایسا نہ ہو جو گھر والوں کو خبر ہو جائے اور وہ دوادوش کر سن گھر والے اے ان گھر والوں کا براہو انھیں نے مجھے یہ ارمان دنیا سے بھرا اُن کیا میرے مرنے کا قلق اور تھیں نہ ہوگا۔ اسی تو بہ تعلق ہو لو تو ایسا کرنے ہی کیون جوئی سے شادی کر دینے کی کوشش ہی نہ کرتے۔  
 اُن ایسے بھی مان باپ ہوتے ہیں دنیا میں۔ اے اے ان باپ تو

ان باب انسانی ہمدردی بھی کوئی چیز ہے کیا انھیں میرے حال کی مطلق خبر نہیں خبر تو سب کچھ ہے اے امان تھنے بھی ہا رہی نہ سنچا امان ہمنے تھارے آگے کیسے کیسے ہاتھ جوڑے منتیں کیں۔ لاکھوں نہیں دیں لیکن تھیں آنا نہو سکا کہ ہم اپنی پیاری جوئی سے شادی کر لیتے اے امان دنیا کا ایسا خون سفید ہو گیا ہو کیا تھنے میرے اس کہنے کو جھوٹا جانا تھا کہ مر جاؤنگا د اللہ میں مر جاؤنگا لو اہا میں سے رہتا روز کھا کرتی تھیں کہ تری کل کل کے مارے میرا جینا دو بھر ہو گیا لو وہ کل کل انشا و اللہ میرے ساتھ جا لیگی "آپا ڈکو" ہوا۔  
 تھیں بکار بھی تو نہیں سکتے ہیں نہیں تو تھنے ملنے کو اس وقت بہت جی چاہ رہا ہے تم بیشک مجھے بہت محبت کیا کرتی تھیں ہوا۔ تمہارا بہت سب بھائی مرنے وقت تمہارا بہت مشتاق جا لیگا پیاری بہن اب تم امان جان کے پاس رہو۔ اللہ کرے تمہاری شادی بڑے دھوم سے ہو جو صیب کے ارمان نکلیں۔ قسم ہے جتنو جیسے دنیا میں آئے ویسے ہی چلے اوار ہم جب مر جائیں تو بہت



روتا نہیں کیونکہ بہن بھی تم سے بڑی محبت  
ہے چاری روح کو صدمہ ہوگا اور ہاں  
رکھنا اگر کبھی بھولے بسر سے تمھاری  
بی جوئی کہیں یہاں آنے جانے بلجائیں  
اور اتفاق سے ہمارا ذکر آجائے۔  
ہماری بکسی کی موت ایسی تو ہے  
نہیں کہ کوئی اسے اور نہ روئے  
یقین تو ہے شاید دون کے بھی آنسو  
کل آئیں تو پیاری بہن مجھے قسم  
ہے اپنے جو انا مرگ بھائی کی روح  
کی اپنے آنچل سے اُنکے آنسو پوچھو  
چیکے چیکے یہ باتیں کر رہا تھا اور وہ خدشہ  
لوہ سہرا تھا کہ دفعتاً کسی نے باہر سے  
پکارا۔ بھئی ناصر۔ اسے بھئی ناصر  
بہن کی آواز سنکر فریب تھا کہ بتیاب  
اور مرنے پر طیار ناصر اُسے اس وقت  
بلالے اور گلے میں باہن ڈالکر خوب  
روئے لیکن اجل نے غیوریت کا  
سر نہ کھلا کر اس کی زبان بند کر دی  
اور یہ ضبط کیے ہوئے دم بخود بیٹھا  
رہا۔

ذکیم۔ (جاہل نہ پا کر) آئیں ابھی  
تو آئے تھے پھر کہیں چلے گئے شاید  
پکھتی ہوئی وہ بغیر اندر آئے واپس  
ہو گئی۔

ناصر۔ اے کیا مشکل ہے آپا ذکیم آئیں  
بھی اور ہم محل سکے۔ چلو جی اب مرنا  
تو ہے ہی کیا دو تین گھنٹے کے لیے  
کسی سے ملنا جلتا۔ اے پیاری جوئی  
تم سے بھی رخصت۔ تو ہم سے خفا ہے  
تو ہم اپنی زندگی سے خفا ہوئے جاتے ہیں  
اے رسی میری بکسی لیکن خدا کے  
داسطے لے استقلال تو نہ ہاتھ سے جاتا  
ہو ظالم یہی وقت تو ہے امتحان  
کا جوئی کی خیالی تصویر۔ شہاب تو میرے  
دل سے نکل جا۔ اے اب میں مرنا ہوں  
مجھے وہم آتا ہے مرد کے ہاتھ سے  
کوئی نہیں رہا کرتا شہد جا یہاں سے  
اب میں تیرے قابل نہیں سمجھتا ہے  
ٹھیک ہے تو بھی مجبور تھی بزرگوں  
نے نہیں شادی کر سکی۔ بہتر  
ہے مالک کا اسہن کیا تصور۔ سچ ہو  
بجا ہو۔ اے جوئی تیرے ہی بزرگ  
میری موت کا باعث نہیں ہوئے  
بلکہ میرے والدین بھی میرے  
ابا میاں بھی۔ ابا جان نے ہماری  
موت جان بوجھ کر دیکھی۔ اُن  
غضب کیا۔ اے شاید میرے بعد  
پچھتاؤں ابا جان یہ آپ کو سوچھی کیا  
میری قسمت آپ کے دل پر فدا دیکر چاہی



ہاے ایک ذرا آپ کو میری حالت پر ترس نہیں۔ اب قریب کے ہیں۔ جو یہ  
 نہ آیا اب جان یا تو اس دن میری رزدی پتنگ پر بیٹھا ہے اسے گھنٹہ بھر کے  
 حالت دیکھ کر آپ گھبرائے جاتے تھے کچھ سے بار بار تشفی اور دلا سے کے  
 کلمے کہتے تھے یا آج اتنے دن ہوئے کبھی بات بھی نہ پوچھی منہ سے بولنا  
 تک چھوڑ دیا۔ خیر کبھی تمہاری مرضی لو بس اتنی ہی عمر تھی ہماری صبر کرنا  
 اگر ذرا بھی خیال آئے تو میری گستاخان پر محول کر کے بھول جانا۔  
 واقعی میں ایسا ہی بے ادب تھا ہاے کیسا کچھ بے ادب سے گئے باپ  
 کے سامنے اپنی مراد ظاہر کر دی تھی اُت تو بہ تو بہ صاحب آپ نے کہا  
 تھا کہ اگر ایسی تو نے جوئی کا کچھ سے ذکر کیا تو نہ ہی جانے گا اسی لیے میں نے  
 آج تک پھر آپ سے کچھ نہیں عرض کیا لیکن کیا کروں اس کی محبت نے  
 مجھے بیٹے کے قابل نہیں رکھا تھا اس واسطے میں آئندہ اپنی مکروہ صورت  
 آپ کو نہیں دکھا سکتا۔ یہ کہہ کر اسے اُن ڈیڈن کو او گل گل کر ایک  
 کے بعد ایک کر کے حلق میں اتار لیا اور جیکے سے اپنے پتنگ پر آ بیٹھا  
 سم کا شکر لئی ایسی رسی چیر تو تھی ہی

ہاے بھائی کیا حال ہے وہ کہتا ہے کچھ نہیں ابھی شام تک تو ابھا تھا  
 ذرا چوکی لگا دو۔ ماما لین دوڑین حاجی برابر لگ گئی اب نوجوان شیر برابر  
 خون آرہا ہے۔ چراغ جیوت کرے میں آیا ہے اور او بیگم نے تو سر پیٹ  
 لیا۔ اور حیدری بیگم تو پٹی پر سر ٹکرا کے گر پڑیں۔ اسے بچا تو نے یہ کیا کیا  
 اس نے کوئی دوڑ د۔ بھائی صاحب کو ڈھونڈھ کے لاؤ۔ ماما لین ہوا ہو گئیں  
 باہر جا کر آدمیوں سے کہا کہ بڑے میر صاحب کو ابھی ابھی جہان کہیں ہوں  
 ڈھونڈ کر لائیں چھوٹے میاں کا بہت بُرا حال ہے اور مرد واداکٹر  
 محسن علی کو جو وہیں آئے ہی پر رہتے تھے اپنے دوڑی گئی یہ خبر پھیلنے پہلے اتفاق  
 سے ایک گھنٹہ اور صدمہ ہو گیا نہ ڈاکٹر صاحب پوچھنے نہ پروفیسر صاحب  
 کسی کو ملے۔ بیچارے عورتیں ہی اپنی



بر حواسی میں جو کچھ دوا دار و کرتی نہیں  
 بھلا وہ کیا اثر کرتی بیان مریض کی یہ  
 کیفیت ہو گئی کہ اب ہلکے پر  
 سے نہیں اٹھا جاتا کچھ سب کٹ کے  
 ہشت میں آ رہا خون تھوکتے تھوکتے  
 تھالے بنگلے دم نہیں رہا کلیجے میں  
 وہ وہ درد ہوا ہے اور بیماریاں  
 تڑپ تڑپ کر اوپر اوپر دھڑک رہی  
 دبا یا ہے کہ گلے کی نبض جگہ جگہ سے  
 ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے۔ ہے ہے  
 غضب ہو گیا وہ شج بھی شروع ہو گیا  
 ہاتھ پر کھینچنے لگے۔ اُف اُف لوز کیہ  
 بھی اب اندر بلالی گئی ہلے قیامت  
 ہو گئی مرنے والے بھائی نے  
 اب اس بہن کی صورت ان دھندلی  
 آنکھوں سے دیکھ لی جسکے لیے وہ  
 بہت پہلے سے بیتاب تھا دونوں  
 ہاتھ پھیلا دیے لیکن اسے کوئی اسکا  
 مطلب نہ سمجھا اور جو اس ذکیہ بچھاڑیں  
 کھا کھا کر سرانے پیٹے لگی حیدری خانم  
 پیٹے پیٹے نیلی ہو گئیں اسے میری  
 اٹھارہ برس کی کمائی کہتے کہتے اور  
 بیتاب ہو ہو کر دہائی دیتے دیتے  
 آخر غش آ گیا اُف بیمار نے پھر  
 جوش شعلہ من جیسے عالم سکرات  
 بھی اب کہہ سکتے ہیں اپنا سراٹھا کر  
 بہن کی طرف پیار کی نگاہوں سے  
 دیکھا۔ آنکھ کے اشارے سے منع کیا  
 لیکن جب اس نے اس اشارے  
 کو نہ سمجھا تو اس نے بے چین ہو کر اُسی  
 رٹا کھڑائی ہوئی زبان سے کہا۔  
 تا صبر۔ بوا۔ نہ رو۔ او۔ پیاری آیا  
 خلق خشک تھا۔ پھر نہ بولا گیا۔  
 ذکیہ۔ (جس نے اس آواز کو نہ تو تیرن  
 کا دستہ سمجھا تھا۔ تڑپ کر رہے ہے  
 میرے پیارے بھیا تیری اس آواز  
 کے صدقے۔ اسے اب بولا بھی نہیں  
 جاتا۔ اچھے یہ کیا کر رہا اسے بھیا  
 ابھی تو تمھارے مرنے کے دن  
 نہیں تھے دگلے سے لگا لگا کے  
 منتیں کرنے لگی پیارے بھائی  
 یہ بہن اب جی کر کیا کر رہی۔ ہر ہر  
 دشمنوں کے جیسے ہو گئے۔ ہر ہر  
 ہم تو کہتے تھے کہ شادی کر دو۔ کر دو  
 ایک نہ مانی کسی بے ایمان نے  
 اسے میرے عزت دار کو آخر  
 دنیا سے کھو دیا پیٹے پیٹے۔ بھی  
 مگر پڑی بیمار نے آنکھیں بند کر لیں  
 نام بدن نھر نھر کا پ رہا ہے  
 بالکل۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیمار کی



جانکنی نہیں ہے بلکہ روح کے

مازک بالکل حیر سے کپڑے کو کوئی

کانٹون پر ڈال کر کھینچ رہا ہے اور

اس کے تار تار ایک ہو ہو کر جسم کو

ازیت پہنچا رہے ہیں چہرہ پر بھی

زردی ہر کنبھی سرخی ہے کنبھی رنگ نہیں

خود بخود حرکت ہو جاتی ہے غصہ سا

تو یہ حالت ہے جو تار تار ایف

اے کا امتحان دینے والے لائق

فائق ناصر کا انتقال ہو رہا ہے تمام

عورتیں روتے روتے بے ہوش

ہوتی چلی جاتی ہیں اک کھرام ہے

کہ پڑا ہوا ہے اور ادھر گندہ تار

جہاں دوا گئی ہوئی ہے ڈاکٹر صاحب

کو لیٹے تین آدمی پے درپے پہنچ

چلے ہیں معلوم ہوا کہ وہ ابھی آئیں تھیں

لیکن ڈاکٹر صاحب جو کہ برات دن میں

شامل تھے اس واسطے وہ بھی بڑے

ڈاکٹر میرا دلاد علی صاحب کے نئے

گھر میں گئے ہوئے ہیں چنانچہ یہ لوگ

بھی دوڑے ہوئے دھن پہنچے

دور سے جو دیکھا تو ڈاکٹر صاحب مع

دوا جلدی جلدی ادھر ہی کو بڑھ رہے

ہیں سب بچھ گئے۔

دوا۔ گھبرا کر۔ کہو کیا حال ہے چھوٹے

میان کا۔

رمضان علی۔ روتے ہوئے

اجی وہ تو گھر ہی ساعت کے ہو۔ ہے

ہیں۔ تم تو اگر بیان بیٹھ ہی رہیں

چلیے ڈاکٹر صاحب خدا کے لیے ذرا

جلدی چلیے۔

دوا۔ چھائی پانچ مار کے۔ ہے ہے

کیا سچ کہتے ہو تم رہا ہے غضب ہو گیا

کیا ابھی تک بڑے میان نہیں آئے

میں کمبخت تو اس کے ہاں گئی ہوئی

تھی۔ بڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ

یہ بیان برات دھون میں ہیں

بس پھر ان کے پاس اسی طرح دوڑے

ہوئی آگئی خدا خدا کر کے اٹھا پتہ

لگا دیا ان میں جسے مجھ سے پرچھا میں

تو کہہ آئی کہ میرے غسل کا شانا

اچھا نہیں لی جوئی۔ دو دھن تر بنی

ہوئی ہیں انشاء اللہ کھڑے قدم سے

بجلی ہی گرے گی۔ اسے میرا گودیوں کا

کھیل ہوا تو ان کے لیے یوں خاک میں

لمبا ہے اور وہ یوں تخت پر چڑھ کر

بیٹھیں۔ کہتی بھی کہ گئی اور پھر

آسمان کی طرف گردن اٹھا کر کہنے

گئی اسے بے نیاز غریبوں کی سن لے

ہے ہے۔ اسے اللہ اپنا فضل کر دے



حیدری بیگم۔ توجہ جی کرئیں۔

محسن علی صاحب۔ ارے لوگو  
یہاں غل بچانے سے کیا فائدہ اگر ملتا  
ہے تو جلدی چلو۔

رمضان۔ ان بان بڑی بی تم آگے  
نہیں دے دو آخر سب کے کھنے

سنے سے دوا بھی روٹی بیٹی بل پر  
پہو شگلی ہیں۔ جب تک یہ اپنے گھر  
تک پہنچیں آٹھ ضرور بچ جائیں گے

یہاں دو وطن والوں کا حال  
سنے کہ وہ خوشی خوشی دو ٹھہرا بیاد

لائے تھے آسام چین کی باتیں  
پہر ہی نہیں رہا صاحب باہر

مردانے میں تے ہوئے گاؤں تکیہ  
سے لگے بیٹھے تھے دو وطن اندر سہرا

بانہ سے ساس تندون میں گھری  
بیٹی تھیں۔ لیکن دل کا حال

خدا ہی خوب جانتا تھا جون جون  
رات بونی جاتی تھی اس کی روح

گھبرا گھبرا کر کھل جانے کے راستے  
دیسور دھبی جاتی تھی ایسا کی کسی

نے گھر میں آکر کہا "بونی جون  
غضب ہو گیا میرا نظر علی کے بیٹے

نے سنگھیا کھال گھڑی ساعت کا  
ہے ابھی دوا بیٹی ہوئی آئی تھی

محسن علی کو لے گئی ہے" یہ آواز مسطح

اور دون کے کانوں میں پہو پہو  
اد مسطح دو وطن کے کانوں میں

بھی لیکن دونوں طرف دو رنگ  
پیدا کیے۔ دو وطن تو قریب تھا

کہ ان لفظوں کے سننے ہی چنچ مار  
کے بے ہوش ہو جائے لیکن بیٹے

والوں سے جو سب کے سب  
اس راز سے واقف تھے اور

اڑتی اڑتی ساری باتیں سن  
چکے تھے کوئی سوائے اسکے کچھ

نہیں۔ بلا کہ ادھ : دھ۔ اسے  
"کون ہے" خبر جو ایک انجان

محسن ناراض۔ بڑھیا سی عورت  
تھی بوسی وقت تیر طاست کا نشانہ

بنی اور ٹھٹ و تود تود تو ہو گئی لیکن  
دو وطن پر اس فقرہ کا جو اثر پڑتا

تھا وہ بڑھتا تھا۔ کھوڑی دیر تک  
تو اسے ضبط کئے بیٹھا رہنا مناسب

سمجھا۔ لیکن آخر دل نہاتا اور اسے  
اپنے ساتھ والی عورت کے ہاتھ

میں آہستہ سے چمکی لی۔ جس نے  
جلدی سے کان پاس کر دیے۔ اور

دو وطن کا مطلب سمجھ کر کہا کوگو باہر کوئی  
ہے تو نہیں دو وطن ذرا پیشاب کو



جائینگی بس ایک نیا مست ہو گئی کسی نے  
 کہا لاٹھیں لا ڈکوں بولی شمع اٹھا لا ڈ  
 غرض ۶-۵۔ عورتوں کے حلقے میں  
 دبی دبا لی جائے ضرورت تک پہنچائی  
 گئیں۔ وہ ان پہنچکر اور سب نو چلی  
 آئیں لیکن ساتھ دالی عورت آگے  
 بڑھی۔

جوتی۔ اسے بی تم ذرا ٹھوڑی دیر باہر  
 بیٹھو میں پیچا نہ بھلی جاؤ گی۔

عورت، جبکے سے اسے ہے۔ غصہ  
 خدا کا۔ جلدی سے آنا۔ بولو نہیں لاشد  
 لوگ کہیں گے کیسی بدتمیز دہلن ہے  
 عورت یہ کہتی ہوئی باہر آجاتی ہے  
 اور جوتی پاخانے جا کر دل سے یوں  
 باتیں کرنے لگتی ہے ہاے میرے  
 پیارے ناصر تو نے تو وہی سوچ لیا  
 جو میں نے آج کی رات کے لیے  
 سوچا تھا اُن کیا مجھ سے پہلے دنیا سے  
 جا چکے نہیں ذرا تو ٹھہرین لاشد اونکی  
 لونڈی بھی آتی ہے۔ یا اللہ زبیری  
 یہ آخری آرزو پوری کر دے اور  
 اسے اپنے گھونگھٹ کو سنبھالا پیرن کی  
 چوڑیاں مچا چھین غرض جو لو بڑ دالی  
 چھین چھین سب ایک ایک کر کے آگے  
 بائخون کو خوب مضبوط کر کے اڑھا  
 اور ادھر ادھر کان لگا کر آس پاس  
 والی عورتوں کی باتیں سنیں لیکن  
 اتفاق سے کسی کے بولنے بات  
 کرنے کی آواز نہ آئی اب یہ پس منکر  
 میں ہے کہ کسی طرح دیوار بھانڈ کر  
 گھر سے باہر ہو جائے۔ لاشد سے  
 تیرا جگر نامہ کی محبت نے بالکل ہی  
 اندھا کر دیا ہے ہاے اسے یہ بھی  
 خبر نہیں اتنا بھی خون نہیں کہ اگر  
 دیوار پر چڑھتے اور نیچے کودتے ہوتے  
 کسی نے دیکھ لیا تو کیا حال ہو گا  
 مگر نہیں شیر دل لڑکی ذرا نہ ڈری  
 اور اپنے مضبوط ہاتھوں سے دیوار کی  
 کنگنی پکڑ کے چوڑھ گئی۔ دھم سے  
 آنکھیں بند کر کے بیٹھے۔ اب جس قدر  
 اس سے بھاگا جاسکا سامنے والی  
 گلی میں دوڑتی چلی گئی۔ گلی سے باہر  
 نکلتا تھا کہ وہ سب راستہ اسکا دکھا  
 تھا کیونکہ ہر دفعہ اسی طرف دو لیوں  
 میں تالے پر آئی اور گئی ہے ہر  
 کے پرے تالہ اتنی دور جتنا ۲۰ فٹ الگ  
 ہوتا ہے بے تحاشا بھاگی چلی گئی حتی کہ  
 موری دروازہ ہوتی ہوئی چھپتی چھپتی  
 دبی دبی چلے بیٹھے بیٹھے لوہے کے گھر سے  
 بر جا چوڑھ دیکھ کر تمام تلوہے لڑھکے



ہوئے ہیں خون بہا ہوا اور یہ ننگے سر  
 دیکھ کر سے لیٹے بھاگی چلی جاتی ہو  
 جب کسی آدمی کو ادھر ادھر آتا ہو  
 دیکھتی ہے جھٹ پھم جاتی ہو خدا کی قدرت  
 کا دکا جو آیا وہ بل پر سے دوسری ہیں  
 پڑی پر ہوتا ہوا گیا اور کسی سے  
 نہ کا ڈفرن برج ختم کرتے ہی سپاہی  
 کی صورت دکھائی دی جو کمر پر پیرہ  
 سے رہا تھا۔  
 سپاہی۔ کون ہے۔ تو کیوں بھاگتی  
 ہے۔  
 جونی۔ میری بڑی بی آگے گئیں میں  
 بکھے بیان چھاٹک میں جاتا ہو۔  
 سپاہی۔ کس چھاٹک میں۔  
 جونی۔ یہ مظہر علی صاحب کے ہاں  
 داتا سکتے تھے، بالکل برابر آگئی  
 سپاہی چاہتا تھا کہ اب آگے بڑھ کر  
 اسے پکڑ لے جو بہادر لڑکی پھر تیزی  
 سے بھاگی اور نہر پر سے دوڑتی ہوئی  
 سیدھی چھاٹک میں اب ادھر سے  
 سپاہی پیچھے پیچھے ہے اور اُس پر دوا یک  
 اور آدمی جھکون سے اس رنگ سے  
 ایک حسین نوجوان عورت کو لائیں  
 کی روشنی میں دیکھ لیا تھا تعجب  
 کتاں میں۔ میر صاحب کے دروازہ  
 کے اندر گھسنے ہی جونی تو گڑبڑی دوسری  
 وغیرہ سب باہر کھڑے ہو کر چلے گئے  
 بیان آ کر اسنے پھر اپنے حواس درست  
 کئے اب جو سنتی ہو تو ناصر کے کمرہ میں  
 ایک اندر دم سے جی امان۔ پھر بھی  
 امان۔ آپا ذکر کو کے پیٹنے رونے کی آواز میں  
 چلی آ رہی ہیں میں میں سنا کلجہ منہ کو آنے  
 لگا دروازہ تک چکی چکی آئی تھوڑی  
 دیر کمرے کے باہر پھرتی لوگوں کے  
 میں سننے دیکھنے لگی بیان میں کی اتر  
 حالت تھی کانوں کی لوین پھر چکی تھیں  
 نیل ڈھل چکا تھا ناک کا بانٹا تھا  
 بڑا گیا تھا باب کی گود میں ترپتے ترپتے  
 تمام کپڑوں کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ رہے تھے  
 تھے۔ جوان بیٹے کا انتقال اور بڑھے  
 باپ کے سلسلے امہ اکبر۔ میر صاحب  
 کی آنکھوں میں دنیا تار یک تھی۔ کلجہ  
 پکڑ پکڑ کے ڈوڑھیں مار مار کر رہے  
 تھے جونی نے فقط ایک دفعہ تو جھانک  
 کر دیکھا آخر نہ رہی اور دفعتہ اندر چلی  
 آئی بیان کے ہویش تھا سپاہی اپنی  
 آفتاب میں گرفتار تھے جب یہ دم نوز نے  
 ہوئے نوجوان یعنی اپنے پیار سے تاہر  
 کے سامنے آئی ہے تو اسکا تارک سینہ  
 صحت در ایک دفعہ کمر کھڑچا تھا اردان



<p>اپنے عاشق کی لاش پر گر پڑی۔ لڑا مہین          یو فائدہ کمنا ہم بھی بھاری پائینی بیاہنے          کے لیے موجود ہیں خونخوار یا بگیا لاش پر          لگی آواز سکراب جوان لوگوں نے          آنکھیں کھول کر دیکھا تو ایک ات کی دھن          ہاتھوں میں مہندی لگائے ہوئے کنگنا          بازو سے اونکی لعل کے گلے میں ہرین ڈالے          ہوئے دم توڑ رہی تھی۔</p>	<p>باپ اس حالت کو دیکھ کر زمین پر پڑ پڑ کر          کھا رہے تھے کہ اسے فوراً اپنے دفتر سے          ہوئے دل کو سنبھالا غور سے ایک نظر          مرد سے کی طرف بیاہنے سے دیکھا اور          اپنے گریبان میں سے ایک چلتی ہوئی          ہلال نما چیز نکالی اور جلد ہی سے ایک          مضبوط حملہ کیا جس نے زرخرہ تک          کاٹ دیا اور یہ ذیل کے لفظ کہتی ہوئی</p>
--	---

# تمام شد

K. B. LIBRARY.

KBOPL



2790



نمبر	نام کتاب	اجزا	نمبر	نام کتاب	اجزا
۴۱	شہید وفا	۷	۶۳	کسں بوی سن شوہر	۷
۴۲	بہوہ	۷	۶۵	جوان بوی کسں شوہر	۷
۴۳	شوہر	۱۲	۶۶	ظالم عشاق	۱۰
۴۴	کڑم دھم	۱۲	۶۷	لاڈلی بیٹی	۱۰
۴۵	ہم خرم دہم خواب	۱۳	۶۸	مشوقہ فرانس	۷
۴۶	تارا دنی	۷	۶۹	سلیمان غدر	۱۰
۴۷	مقدس دیوی	۱۲	۷۰	زوج فاطمہ	۱۰
۴۸	شیر دکن	۷	۷۱	وفاداری بی	۱۲
۴۹	قائم کامل	۱۲	۷۲	یا قوت کی کان	۷
۵۰	چاند سلطانہ کامل	۱۲	۷۳	قدسیہ عرف پاکدامن	۱۰
۵۱	دلکش کامل	۷	۷۴	پیرس کا گنڈا	۷
۵۲	طوبی کی بلا بند کے سر	۷	۷۵	بڑھے میان	۷
۵۳	فلورا فلورنڈا	۷	۷۶	خوبصورت ناگن	۷
۵۴	خضر شباب	۷	۷۷	کار گزار	۷
۵۵	مان کا قاتل	۷	۷۸	جیسی کرنی ویسی بھرنی	۷
۵۶	برق غضب	۷	۷۹	عاشق شیطان	۷
۵۷	قیر وزد محمودہ	۷	۸۰	گلشن کشور	۱۰
۵۸	حجاب النساء	۷	۸۱	بد انجام	۵
۵۹	شیر الشباب ہر دھرم	۷	۸۲	ولایتی بھوت	۷
۶۰	مشوقہ غدر	۷	۸۳	اسمیل و صفیہ	۷
۶۱	بوالہوس خواب	۷	۸۴	پچھلا دہ	۷
۶۲	محبت کا الہم	۷	۸۵	راحت جان	۷
۶۳	حمیدہ بانو	۷	۸۶	پیرم کی لاش	۷



نمبر	نام کتاب	اجزا	پیشہ	نام کتاب	اجزا	پیشہ
۸۷	سیر ماہتاب	دو جز	۴	کلیجہ کائن	۱۰۰	۴
۸۸	نہندگار چند راہی	۲	۶	بنگالی	۱۰۱	۶
۸۹	بلوری آنکھیں	۳	۱۳	بنگالہ	۱۰۲	۱۳
۹۰	ظلم بنگال	ایک جز	۱۲	گنجینہ سرگرمی	۱۰۳	۱۲
۹۱	شہید حسرت	دو جز	۴	نگدہ	۱۰۴	۴
۹۲	مشتوقہ فرنگ	۲	۵	نیزنگ فرنگ	۱۰۵	۵
۹۳	کرشمہ تقدیر	۱	۶	خلق مجسم	۱۰۶	۶
۹۴	مار آستین	۱	۷	مرنائی	۱۰۷	۷
۹۵	پر تاب	۲	۸	الوکی دم فاختہ	۱۰۸	۸
۹۶	امرار ہند	۱	۹	لال کپتان	۱۰۹	۹
۹۷	شمس و قمر	۲	۱۰	بادشاہ سلامت	۱۱۰	۱۰
۹۸	حور عین کامل	۳	۱۱	جذبہ عشق	۱۱۱	۱۱
۹۹	روہنی	۱	۱۲	شاہ پطرس	۱۱۲	۱۲

۱	نیلی جھڑی اول	پختہ	۹	جعفر و عباسیہ	پختہ
۲	بہرام کی گرفتاری دوم	۱۰	۱۰	گورا	۱۰
۳	چورون کا کلب	۱۱	۱۱	نیل کا سانپ	۱۱
۴	حسن کا ڈاکو کامل	۱۲	۱۲	دیول دیوی	۱۲
۵	در بار حرام پور	۱۳	۱۳	طوائف زمین	۱۳
۶	عبرت	۱۴	۱۴	جرمن جاسوس	۱۴
۷	من سرور	۱۵	۱۵	ترانہ موسیقار	۱۵
۸	مختصر حینہ	۱۶	۱۶	زندگی کا بھید	۱۶

ملنے کا پتہ بھارگو اسکول بک پبلشرز ۱۶۱ این این آباد پار